

تختہ
روشنی - بیجا
روشنی - کدور
الہی لا اسود
دیباک

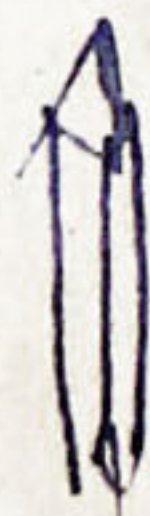
ذکر جمیل

430

تذکرہ

اولاد امجاد حضرت مخدوم شیخ شہاب الدین محمد نور علیہ الرحمۃ

۱۱۱



خلف پیم

حضرت غوث العالمین شیخ الاسلام مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی

قریشی اسدی اہل شمشہر وادی قدس پترہ

تولفہ و مرتبہ

مفتی محمود عالم ہاشمی

✓
۲۹۷۹۹۲

۵۷۸

۱۷۹۹۲

DATA ENTERED

PAVILION
LIBRARY

مطبوعہ: آغا جام پریس لاہور

حرف

لہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہجانب دوسرے لائبریری

دیا گیا ہے

پیش لفظ

مدت سے ارادہ تھا کہ خاندان کے شیوخ و اکابر کے حالات قلم بند کیے جائیں جس میں اُن کے علمی فتوحات اور روحانی فیوضات کا ذکر ہو۔
حالات مختلف تاریخوں تذکروں اور مقالوں میں بکھرے پڑے تھے۔ دو سال کی تحقیق و تلاش میں اکٹھے ہوئے۔ اب انہیں سلسلہ وار ترتیب دے کر شایع کیا جا رہا ہے۔

میرے خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت غوث العالمین شیخ الاسلام مخدوم بہار الدین زکریا قرشی الهاشمی اسدی ملتانی سروردی ہیں۔ اس لیے حضرت ہی کے ذکر سے آغاز کتاب کیا گیا ہے۔ نیز اس ضمن میں جن دیگر بزرگوں کے اسمائے گرامی آگئے ہیں۔ اُن کے حالات زندگی بھی نہایت اختصار کے ساتھ الگ بیان کر دیئے ہیں۔ تاکہ اُس زمانے کے حالات و واقعات سمجھنے میں آسانی رہے۔

اس مختصر سے تذکرے میں جہاں اس بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کہ طب کے ساتھ یا بس نہ آنے پائے۔ وہاں اس چیز کو پیش نظر رکھا ہے۔ کہ کوئی اہم واقعہ رہ بھی نہ جائے۔
یہ تذکرہ جہاں افراد خاندان کو اُن کے آباؤ اجداد کے علمی و روحانی کارناموں سے روشناس کرائے گا۔ وہاں آئندہ نسل کے لیے بھی مشعل راہ کا کام دے گا۔ نیز اہل علم کے لیے بھی ایک گونہ مفید ہوگا۔ کیوں کہ علمی تحقیق و تدقیق کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے۔ اور نہ کسی عہد میں کسی تصنیف و تالیف کو حرف آخر کہا جاسکتا ہے۔ علمی اکتشافات ہوتے رہتے تھے۔ تحقیق و تجسس کی گنجائش ہر زمان میں رہی ہے۔ اور ہمیشہ رہے گی۔

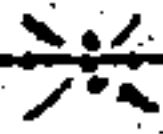
مطبوعہ کتب۔ پرانی دستاویزات۔ خاندان کے ذی علم اور ثقہ بزرگوں سے جو کچھ معلومات فراہم ہو سکی ہیں۔ فی الحال انہی کو شایع کر دینے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

ان محروضات کے بعد میں جناب محترم اقبال احمد فاروقی ایم اے پرچیز آفسیر محکمہ
صنعت اور جناب محبی کرم فرما حکیم محمد موسیٰ حشتی نظامی امرتسری کا بے حد سپاس گزار ہوں
کہ جنہوں نے اس تذکرہ کی تدوین و تالیف میں اپنی مفید و بیش قیمت آرا سے مجھے نوازا
اور بعض کتب کی فراہمی میں میری امداد فرمائی۔ اسی طرح عزیزم سید اصغر علی جعفری ایم اے
ایل ایل بی و لفیئر آفسیر پی ڈبلیو آر کا بھی ممنون احسان ہوں۔ کہ جنہوں نے اپنی گونا
گوں مصروفیات کے باوجود اس تذکرہ کے مسودہ پر دھننے کی رحمت گوارا کی۔

آخر میں میں اپنے برادرِ معظم جناب کرنل مفتی محمد افتخار الدین کا تمام افرادِ خاندان
کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جن کی تحریک و تائید اور مالی امداد سے یہ تذکرہ
زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا۔ ایزد تعالیٰ ایسے مربی علم پرور علم دوست اور
فخر خاندان کو اس کا بخیر پیر اجر عظیم عطا فرمائے۔

احقر

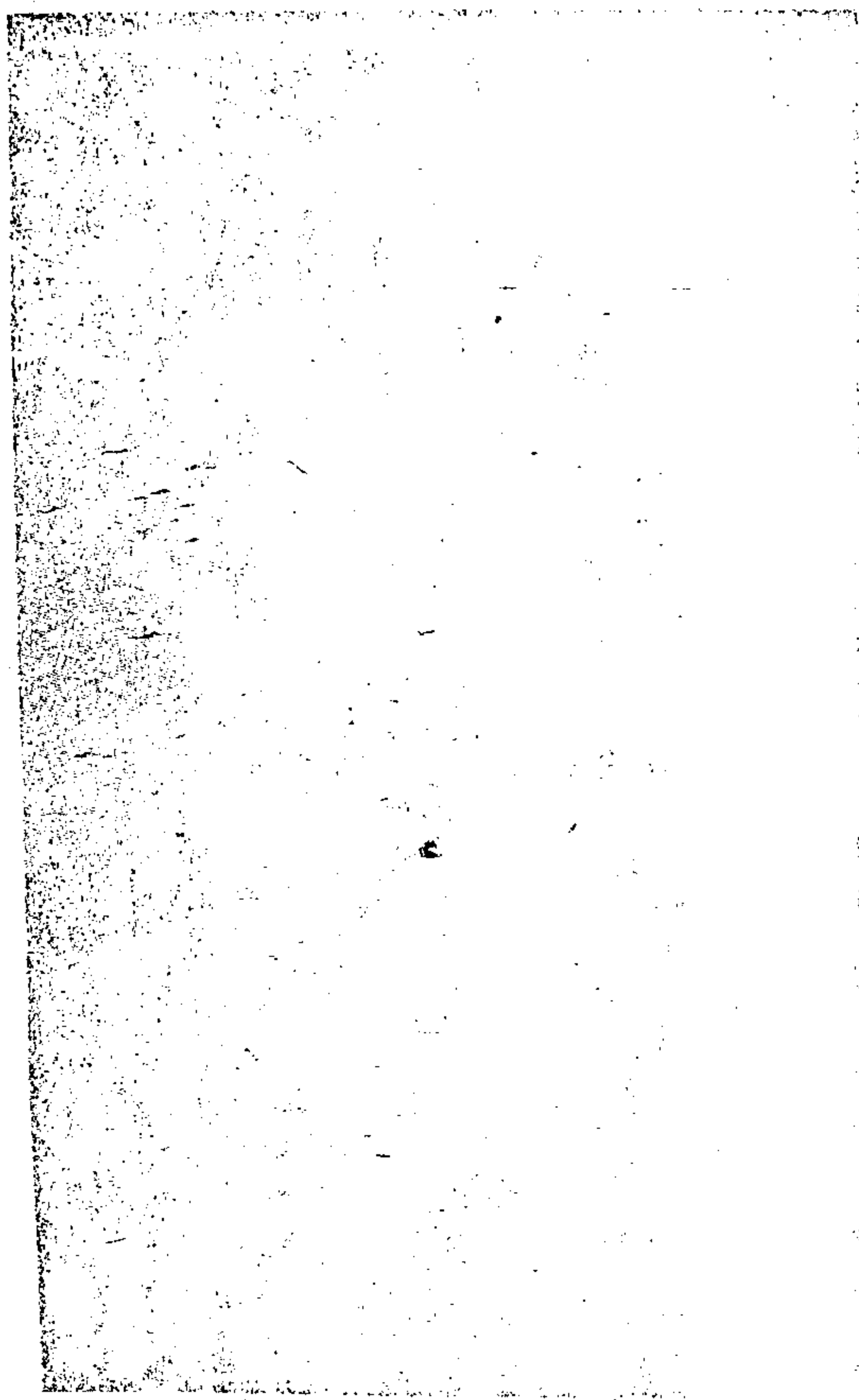
۲۰ جنوری ۱۹۶۸ء مفتی محمود عالم ہاشمی سہروردی





منشی محمود عالم ہاشمی

اپنے ہی خفا میں بیگانے بھی ناخوش
کھتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
میں زہرِ باہل کو کبھی کہہ نہ سکا قد
نے اہل مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند



اس تذکرہ کی تدوین و تالیف میں درج ذیل کتب و مقالات کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

کتب

- (۱) سیر العارفین - از حضرت مولانا شیخ جمال خاں جمالی سہروردی۔
- (۲) اخبار الانبیاء - از حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔
- (۳) منتخب التواریخ - از ملا عبدالقادر بدایونی۔
- (۴) سفینۃ الاولیاء - از شہزادہ محمد داراشکوہ۔
- (۵) تاریخ فرشتہ - از محمد قاسم فرشتہ۔
- (۶) سیر المتاخرین - از غلام حسین طباطبائی۔
- (۷) خزینۃ الاصفیاء
- (۸) گنج تاریخ
- (۹) مدنیۃ الاولیاء
- (۱۰) حدیقۃ الاولیاء
- (۱۱) بہارستان تاریخ
- (۱۲) تاریخ مخزن پنجاب
- (۱۳) مخزن حکمت
- (۱۴) تاریخ لاہور
- (۱۵) تاریخ پنجاب
- (۱۶) تاریخ لاہور، اردو و انگریزی، از سید عبداللطیف جج۔
- (۱۷) حدائق الحنفیہ - از مولوی فقیر محمد جہلمی۔
- (۱۸) حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار - از مولوی امام بخش جام پور۔ ڈیرہ غازی خان۔
- (۱۹) تذکرہ علمائے ہند - از مولانا رحمان علی۔
- (۲۰) تذکرہ اولیائے ہند - از مرزا احمد کیرانوی۔

از حضرت مولانا مفتی غلام سرور لاہوری

- (۲۱) تذکرہ علماء و المشائخ - از منشی دین محمد فوق -
- (۲۲) تذکرہ صوفیائے پنجاب - از مولانا اعجاز الحق قدسی -
- (۲۳) بزم صوفیا - از سید صباح الدین عبدالرحمن -
- (۲۴) تصوف اسلام - از مولانا عبدالمجید دریا بادی -
- (۲۵) تذکرہ - از مولانا ابوالکلام آزاد -
- (۲۶) آب کوثر - از شیخ محمد اکرام ایم اے -
- (۲۷) بہار الدین زکریا ملتانی - از مولانا نور احمد فریدی -
- (۲۸) رموز اطبار - مؤلفہ و مرتبہ حکیم فیروز الدین -
- (۲۹) نقوش لاہور نمبر ۱۹۶۲ء -
- (۳۰) ادبیائے لاہور - از محمد لطیف ملک ایم اے -
- (۳۱) تاریخ جلیلہ -

(۳۲) بزرگان لاہور - از مولانا پیر غلام دستگیر ناجی -

مقالات

- (۱) مفتی غلام سرور لاہوری - از جناب پروفیسر عاشق محمد غوری ایم اے - یہ مقالہ فاضل پروفیسر نے انگریزی زبان میں لکھا تھا - جو دیال سنگھ کالج میگزین میں شائع ہوا تھا -
- (۲) مفتی غلام سرور لاہوری کی تصانیف - از مفتی محمود عالم ہاشمی - یہ مقالہ حلقہ ارباب علم میں پڑھا گیا تھا - اور سالہ سالہ پان لاہور میں شائع ہوا تھا -
- (۳) مفتی غلام سرور لاہوری کی تصانیف و مؤرخ - از جناب آقا بیدار ایم اے ایل ایل بی پرنسپل دارالعلوم السنہ شرقیہ - یہ مقالہ بھی حلقہ ارباب علم میں پڑھا گیا تھا -
- (۴) مفتی غلام سرور لاہوری - از مفتی محمود عالم بیسوط مقالہ مفتی صاحب کی سوانح حیات اور تصانیف کے متعلق تھا - یہ مقالہ مولانا عبداللہ قریشی مدیر اہل دنیا کی تحریک پر از سر نو تحقیق و تدقیق کے بعد لکھا گیا تھا - کیوں کہ اس سے قبل تین مقالات مفتی صاحب پر لکھے گئے تھے - وہ کسی نہ کسی حیثیت سے نشہ تھے - یہ مقالہ رسالہ نقوش لاہوری سالہ ۱۹۶۲ء شائع ہوا تھا -
- (۵) مفتی غلام سرور لاہوری - از اقبال احمد فاروقی ایم اے - یہ مقالہ انجام کراچی میں شائع ہوا تھا -
- (مؤلف مفتی محمود عالم ہاشمی)



کرنل مفتی محمد افتخار الدین ہاشمی

ہزاروں سال نگہ اپنی بے نوری پر روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و زہیدا

انتساب

محترم

جناب کرنل مفتی محمد افتخار الدین قریشی اسدی الماشمی چشتی۔ آر۔ پی۔ ای۔
ایم۔ آئی۔ ای انڈیا۔ اے۔ ایم۔ آئی۔ انگلینڈ۔ ایم آرائیس۔ انگلینڈ
ریٹائرڈ فرسٹ منٹ ماسٹر آف پاکستان
کے نام معنون کیا جاتا ہے۔

اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار توام
وگر کشادہ جبینم گل بہار توام

احقر

مفتی محمود عالم الماشمی

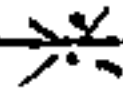
فہرست اسماء

نمبر شمارہ	نمبر صفحہ
۱	حضرت شیخ الاسلام مخدوم بہاؤ الدین زکریا ملتانی
۲	حضرت مخدوم مولانا شیخ محمد المعروف بہ بیان وڈا مفتی و مدرس لاہور۔
۳	حضرت مولانا مفتی شیخ کمال الدین مفتی و مدرس لاہور۔
۴	حضرت مولانا قاضی مفتی محمد طاہر۔
۵	حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی عجم الاسلام مفتی و مدرس لاہور۔
۶	حضرت مولانا مفتی شیخ کمال الدین خور۔
۷	حضرت مولانا مفتی حافظ محمد تقی۔
۸	حضرت مولانا مفتی حافظ محمد تقی۔
۹	حضرت مولانا خواجہ مفتی شیخ محمد الیوب۔
۱۰	حضرت علامہ حافظ حکیم مفتی رحمت اللہ۔
۱۱	حق آگاہ حضرت مولانا مفتی شاہ محمد رحیم اللہ قدس سرہ۔
۱۲	عارف باللہ حضرت مولانا مفتی حکیم غلام محمد قدس سرہ۔
۱۳	حضرت مولانا مفتی سید محمد رحمتہ اللہ علیہ۔
۱۴ ✓	مفتی محمد چراغ دین روشن۔
۱۵ ✓	مفتی محبوب عالم۔
۱۶ ✓	مفتی محمود عالم۔
۱۷ ✓	مفتی نیر محمود۔
۱۸ ✓	مفتی منظر محمود۔
۱۹	مفتی اظہر محمود۔
۲۰	مولوی مفتی حاجی جلال الدین۔

۸۴	۲۱ حضرت مولانا حافظ مفتی غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ۔
۸۶	۲۲ مولوی مفتی ضیاء الدین۔
۸۶	۲۳ مولوی مفتی مظفر الدین
۸۷	۲۴ مفتی غلام زین العابدین۔
۸۸	۲۵ مفتی محمد اکرام الدین۔
۸۹	۲۶ مفتی معین الدین
۸۹	۲۷ مفتی عبدالسمیع
۹۰	۲۸ مفتی محمد تقی
۹۱	۲۹ مفتی محمد ابوبکر
۹۱	۳۰ مفتی انیس الدین
۹۲	۳۱ مفتی محمد افتخار الدین۔
۹۸	۳۲ مولوی مفتی لامح الدین
۹۸	۳۳ مفتی فہیم الدین
۹۸	۳۴ مفتی وحید الدین
۹۸	۳۵ مفتی سعید الدین۔
۹۸	۳۶ مفتی فخر الدین۔
۹۸	۳۷ مفتی نجم الدین
۹۸	۳۸ مفتی ظہیر الدین
۹۸	۳۹ مفتی نصیر الدین
۹۹	۴۰ مولوی مفتی حکیم فصیح الدین
۹۹	۴۱ مولوی مفتی غلام محمد
۱۰۰	۴۲ مفتی سید جلال
۱۰۰	۴۳ مفتی سید جمال

۱۰۰	مفتی سعید کمال	۴۴
۱۰۱	مفتی سید افضال	۴۵
۱۰۲	مفتی حفیظ الدین	۴۶
۱۰۳	مفتی محمد بشیر الدین	۴۷
۱۰۴	حضرت مولانا حکیم حاجی مفتی غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ	۴۸
۱۰۵	مفتی غلام حیدر	۴۹
۱۰۶	مفتی غلام صفدر فوتانی	۵۰
۱۰۷	مفتی غلام اکبر	۵۱
۱۰۸	حکیم مفتی محمد انور	۵۲
۱۰۹	افتخار الدین	۵۳
۱۱۰	مفتی غلام جعفر فیاضی	۵۴
۱۱۱	مفتی محمد مسعود	۵۵
۱۱۲	مفتی طہیر الحسن	۵۶
۱۱۳	مفتی محمد والا گوہر شادانی	۵۷
۱۱۴	مفتی اختر	۵۸
۱۱۵	مفتی شاہد	۵۹
۱۱۶	مفتی حامد	۶۰
۱۱۷	مفتی طاہر	۶۱
۱۱۸	حضرت مولانا حافظ مفتی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ	۶۲
۱۱۹	مولوی مفتی غلام محی الدین	۶۳
۱۲۰	مولوی مفتی غلام شہین	۶۴
۱۲۱	مفتی غلام دستگیر	۶۵
۱۲۲	مولوی مفتی غلام غوث	۶۶

۱۶۵	۶۷ مفتی محمود محی الدین
۱۶۶	۶۸ حضرت مولانا مفتی صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ
۱۶۶	۶۹ مفتی فخر الدین
۱۶۶	۷۰ مفتی شمس الدین
۱۶۸	۷۱ مفتی نذیر احمد
۱۶۸	۷۲ ڈاکٹر مفتی اختر نذیر
۱۶۸	۷۳ مفتی ساجد نذیر
۱۶۸	۷۴ مفتی خالد نذیر
۱۶۸	۷۵ مفتی احمد مفتی
۱۶۸	۷۶ مفتی شاہد بشیر
۱۶۹	۷۷ مفتی زاہد بشیر
۱۶۹	۷۸ مفتی رفیع الدین
۱۶۹	۷۹ مفتی وزیر علی
۱۶۹	۸۰ مفتی امین الدین
۱۶۹	۸۱ مفتی خالد سعید
۱۶۹	۸۲ مفتی عبدالعزیز
۱۶۹	۸۳ مفتی محمد سلیم
۱۶۹	۸۴ مفتی محمد افضل
۱۶۹	۸۵ مفتی محمد اقبال



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) حضرت شیخ الاسلام مخدوم غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی قریشی اسدی الهاشمی سہروردی زکریا نام۔ ابو محمد کنیت۔ مخدوم غوث بہاؤ الدین لقب۔ شیخ الاسلام خطاب۔ آپ کا خاندان دوسری صدی ہجری کے آغاز میں بنو امیہ اور بنو عباس کی خانہ جنگی کے وقت مکہ معظمہ سے نقل مکان کر کے خوارزم میں آکر آباد ہو گیا تھا۔ چھٹی صدی ہجری میں تاتاری حملوں کی وجہ سے ترکستان، خراسان اور مغربی ایران سے بہت سے علماء و علماء و صوفیاء مغربی پنجاب میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ کے دادا حضرت کمال الدین شاہ ابی بکر بھی خوارزم سے آکر پہلے کوٹ کرور (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں آکر قیام پذیر ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد

آپ کا سلسلہ نسب حضرت سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم بن عبد مناف تک سترہ واسطوں سے اس طرح منتهی ہوتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مخدوم بہاؤ الدین زکریا ملتانی بن شیخ وجیہ الدین محمد غوث بن حضرت شیخ کمال الدین شاہ ابی بکر بن سلطان جلال الدین بن سلطان علی قاضی بن سلطان شمس الدین بن سلطان حسین بن سلطان عبداللہ بن امیر حسین بن امیر مطرف بن امیر غفریہ بن امیر حازم بن امیر تاج الدین المطوف بن امیر عبدالرحیم بن امیر عبدالرحمن بن حضرت بہار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔

یہ امیر تاج الدین المطوف کو بنو امیہ کے آخری خلیفہ مروان الحکم المثنوی نے اپنی بیعت پر مجبور کیا۔ مگر آپ عباسی دعوت میں امام ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہوئے تھے۔ آپ پہلے تو مروان الحکم کے حکم کو نالتے رہے۔ مگر جب اس نے زیادہ تقاضا کیا۔ اور حالات نہ زیادہ بگڑنے شروع ہوئے۔ تو آپ مع اہل و عیال ہجرت کر کے البخاراں جو اب خوارزم کہلاتا ہے۔ مکہ معظمہ سے آکر اقامت پذیر ہو گئے۔ یہ علاقہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ سوم نے اولاد حضرت ہیار کو جاگیر میں دیا ہوا تھا۔ چنانچہ امیر تاج الدین المطوف اور ان کی اولاد پانچویں صدی ہجری تک ایک آزاد امیر کی حیثیت سے یہاں مقیم و اقامت گزین رہے۔

ملتان آکر اقامت گزین ہو گئے۔ قلعہ کوٹ کڑور ہی میں آپ کے فرزند شیخ وجیہ الدین محمد غوث پیدا ہوئے۔ جن کی شادی مولانا حسام الدین ترمذی کی دختر سے ہوئی۔ یہ بھی یورپی تاتار کی وجہ سے قلعہ کوٹ کڑور میں آکر آباد ہو چکے تھے۔ شیخ وجیہ الدین محمد غوث بھی اپنے محترم خسر کے ساتھ قلعہ کوٹ کڑور میں ہی رہنے لگے تھے۔ چنانچہ بیس حضرت زکریاؑ میں بعد خسر و ملک بن خسر و شاہ شاہ المتوفی ۵۸۳ھ جو خاندان غزنی کا آخری تاج دار تھا۔ پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد شیخ وجیہ الدین محمد غوث المتوفی ۵۹۰ھ و بعد سلطان محمد غوری المتوفی ۵۹۹ھ کے سایہ عاطفت میں پائی۔ کچھ عرصہ مولانا نصیر الدین بلخی سے بھی درس لیا۔ ہفت قرأت کے ساتھ قرآن مجید حفظ کیا۔ ابھی بارہ برس ہی کے تھے۔ کہ والد گرامی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اور آپ مزید تعلیم کے لیے خراسان و بخارا تشریف لے گئے۔ خراسان میں سات سال قیام کیا۔ اور یہاں کے جید علماء و فضلاء و مشائخ سے اخذ فیض کیا۔ پھر بخارا آئے۔ اور یہاں کے بزرگان دین سے تحصیل علوم کی۔ اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کی وجہ سے اہل بخارا آپ کو بہاؤ الدین فرشتہ کہا کرتے تھے۔ یہاں آٹھ سال رہنے پھر مکہ معظمہ آئے۔ فریضہ حج ادا کیا۔ پھر مدینہ منورہ آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور پانچ سال جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں زندگی بسر کی اس اثنا میں حضرت مولانا کمال الدین یمنی سے جو اپنے زمانے کے بلند پایہ محدث تھے۔ علم حدیث کی سند لی۔ پھر بیت المقدس آئے۔ آثار انبیائے کرام کی زیارات سے مشرف ہوئے۔ یہاں سے بغداد آئے۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سروری قدس سرہ العزیز کے

۱۔ شہاب الدین نام۔ ابو حفص عمر کنیت۔ شیخ الشیوخ لقب۔ والد کا نام شیخ محمد تھا۔ سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ عراق عجم کے مشہور قصبہ سہرورد کے رہنے والے تھے۔ اپنے عم بزرگوار حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی المتوفی ۵۶۲ھ کے ناوار میرد و خلیفہ تھے۔ حضرت غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی المتوفی ۵۶۲ھ سے بھی اخذ فیض (باقی بر صفحہ ۱۵)

حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اور سترہ روزہ حاضر خدمت رہ کر علوم حاضری و باطنی میں تکمیل کی۔ اور بہ اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مرشد نے آپ کو خرفہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور حسب ارشاد شیخ الشیوخ ملتان آکر ہدایت خلق اور تبلیغ دین اسلام میں مصروف ہو گئے۔ باری تعالیٰ نے جلد ہی ہی آپ کو مقبول خاص و عام کر دیا۔ پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے اکثر قبائل اور خاندان آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بلکہ یہ علاقے تو آپ کے روحانی تصرف میں سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ سلسلۃ الدہب کے مہر صنف شیخ محمد نور بخش آپ کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ کہ انور کو ہدایت میں کفر سے ایمان کی طرف۔ گناہ سے عبادت کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لانے میں بڑا مرتبہ حاصل تھا۔ آپ ہندوستان کے رئیس الاولیاء تھے۔ علوم ظاہری کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات کے مقامات و احوال میں کامل تھے۔ ان سے اکثر اولیاء کے سلسلے منشعب ہوئے ہیں۔ مؤرخ آپ کے عہد کو خیر العصر لکھتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۱۱) کیا تھا۔ آپ سلسلہ سروردیہ کے بانی ہیں۔ اور تمام سونیاریں امام و مقتدا مانے جاتے ہیں۔ مرجع خلافت تھے۔ حضرت شیخ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں بعض بڑے پایہ کی ہیں جن میں سے عوارف المصارف شہرہ آفاق ہے۔ آپ علوم قرآن کے فاضل اور حدیث و فقہ کے عالم متبحر تھے۔ تمام احوال و مقامات کو شرعی نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور جو کچھ لکھتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے استناد کرتے جاتے ہیں۔ آپ کے مرید بھی اپنے اپنے وقت کے کامل و فاضل ہوئے ہیں۔ خاص کر شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی۔ سید نور الدین مبارک غزنوی المتونی ص ۱۱۱۔ قاضی حمید الدین ناگوری سروردی ثم الہشتی المتونی ص ۱۱۱۔ شیخ نجیب الدین علی برغش شیرازی المتونی ص ۱۱۱۔ زیادہ مشہور ہیں۔ ص ۱۱۱ میں وفات پائی۔ مزار اقدس بغداد میں زیارت گاہ و خلق ہے۔

قطعہ تاریخ ولادت و وفات از حضرت مولانا مفتی غلام سرور لاہوری۔

مقتدا ائے دین و دنیا شیخ عالم دست گیر	سیر اکبر شہاب الدین ولی دو جہاں
تاثر حاصل شود تولید آل روشن ضمیر	کاشف عالم با مصباح عرفان کن رقم
بار دیگر کن بیان نہاد شہاب الدین پیر	بہتر حاشاں نخواست سرور شہاب الدین بزرگ

رشد و ہدایت خواص و عوام دونوں کے لیے تھی۔ اور دونوں طبقوں کو اپنی ذاتِ بابر کا
سے فیض پہنچانے کی کوشش فرماتے تھے۔ سلطان شمس الدین التمش المتوفی ۷۳۱ھ جو اپنے
زہد و تقویٰ دین داری اور شریعت کی پاسداری کے لحاظ اولیاء اللہ میں شمار کیا جاتا ہے۔
شیخ الاسلام خواجہ نجم الدین صغریٰ کو جو حضرت خواجہ عثمان بارونی قدس سرہ المتوفی ۷۶۱ھ
کا مرید اور حضرت خواجہ بزرگ معین الدین حسن سغریٰ چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۳۳ھ
کا پیر بھائی تھا۔ اُس کی بعض بدعتوں پر اور خاص کر جواہم اُس نے حضرت شیخ سید
جلال الدین تبریزی قدس سرہ المتوفی ۷۴۲ھ پر لگایا تھا۔ جو بعد تحقیق غلط ثابت ہوا۔ معزول
کر کے آپ کو شیخ الاسلام مقرر کیا۔ آپ سرزمین پاک و ہند میں سلسلہ سہروردیہ کے بوس
اعلیٰ ہیں۔

آپ کے زمانے میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے اور خلفاء بھی
ہندوستان آئے۔ مثلاً حضرت قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہ المتوفی ۷۷۸ھ۔ حضرت
شیخ جلال الدین تبریزی۔ لیکن ان حضرات کو چشتیہ بزرگوں کی کشش نے اپنا لیا۔ اور انہوں نے
سہروردی سلسلہ کو ہندوستان میں فروغ دینے کی چنداں ضرورت نہ سمجھی۔ بعض تذکروں میں
حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے ایک اور مرید و خلیفہ شیخ شہاب الدین
المعروف بہ حجوت کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ مگر یہ پورب چلے گئے تھے۔ اور پٹنہ کے قریب ایک
قصبہ جھٹکی میں مدفون ہیں۔ بہار کے مشہور اہل قلم متوفی حضرت شیخ شرف الدین منیری المتوفی ۷۱۲ھ
انہی کے حقیقی نواسے تھے۔ یہ کمی آپ نے پوری کی۔ اور حضرت کی وجہ سے سلسلہ سہروردیہ
کو سرزمین پاک و ہند میں اہم جگہ مل گئی۔ علوم قرآن و حدیث کی ترویج۔ اشاعت دین اسلام
احکام شریعت کا اتباع۔ ریاضت و مجاہدہ۔ مراقبہ اور ذکر و فکر۔ سماع سے اجتناب۔ غیر شرعی
انور سے احتیاط۔ جوش تبلیغ اعلیٰ کلمۃ الحق۔ اس سلسلے کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ انہی ٹھوس
ندہی خدمات کی بدولت سرزمین پاک و ہند میں اسلام کا بول بالا ہوا۔ ملتان میں آپ کا حلقہ
درس بڑا وسیع تھا۔ ایران، عراق، عجم، بلخ اور بخارا تک شہرت تھی۔ ان ممالک سے طالبان
علم و ہدایت آتے تھے۔ اور فیض یاب ہو کر جاتے تھے۔ آپ کی مجلس رشد و ہدایت میں خواص و

عوام کے علاوہ اپنے وقت کے مقتدر علماء و فضلاء بھی شریک ہو کر اخذ فیض کرتے تھے۔
 ترویج علم اور رشد و ہدایت کے اس انہماک عبادت و ریاضت، قیاض و استغناء،
 جو دستخا، بردباری و تواضع درجہ کمال پر تھی۔ کلام پاک کی تلاوت سے بڑا شغف تھا۔
 ایک بار اپنے خاٹار کے ساتھ مجلس میں تشریف فرما تھے۔ ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم میں
 سے کوئی شخص ہے۔ جو دو رکعت نماز کی نیت باندھے۔ اور ایک رکعت میں پورا کلام پاک
 ختم کرے۔ حاضرین میں سے کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی۔ پھر خود ہی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اور
 دو رکعت نماز کی نیت کر کے پہلی ہی رکعت میں پورا کلام مجید ختم کر دیا۔ اور چار پارے اور
 پڑھے۔ دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی۔ بارہا فرماتے تھے۔ کہ اہل دل سے مجھ کو
 جو کچھ فیض پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو عمل میں لانے کی بھی توفیق عطا فرمائی ہے۔

سیر العارفین کے مصنف مولانا جلال خاں المتوفی ۹۴۲ھ جو شیخ جمالی کے نام سے
 مشہور ہیں۔ اپنے مرشد اور خالو حضرت مولانا سمار الدین سہروردی المتوفی ۹۱۰ھ سے
 منقول ہیں۔ کہ حضرت شیخ الاسلام بہار الدین زکریا ملتانی کا معمول تھا۔ کہ تہجد کی نماز کے
 بعد کلام پاک شروع کرتے۔ اور فجر کی نماز کی سنتوں تک پورا ختم کر لیتے۔ قیاض کی یہ کیفیت
 تھی۔ کہ ایک دفعہ ملتان میں سخت فحط پڑا۔ حاکم ملتان ناصر الدین قباچہ نے امداد کی درخواست
 کی۔ آپ نے غلہ کی ایک بڑی مقدار اپنے ذخیرہ سے اس کے پاس بھجوا دی۔ جب غلہ اس کے
 پاس پہنچا۔ تو اس کے انبار سے سات فکری توڑے بھی نکلے۔ قباچہ نے آپ کو اطلاع دی۔ جواب
 بھیجا کہ ہم کو پہلے ہی سے معلوم تھا۔ لیکن غلہ کے ساتھ اسے بھی ہم نے بخشا۔

آپ کا دسترخوان بڑا وسیع تھا۔ مطبخ میں طرح طرح کے کھانے پکاتے تھے۔ مہانوں درویشوں
 اور مسافروں کے ساتھ مل کر کھاتے۔ جس شخص کو دیکھتے کہ وہ کھانا رغبت سے کھا رہا ہے۔
 تو اسے دیکھ کر بہت مسرور ہوتے۔

ایک مرتبہ فقرار کی ایک بڑی جماعت دسترخوان پر شریک تھی۔ آپ نے ہر ایک درویش
 کے ساتھ ایک ایک لقمہ کھایا۔ ایک درویش کو دیکھا کہ روٹی شوربے میں خوب بھگو کر کھا رہا ہے
 آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ! سب درویشوں میں یہ درویش خوب کھانا جانتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ نان ترکو اور کمانوں پر وہی فضیلت حاصل ہے۔ جو منجھ کو تمام انبیاء پر ہے۔ اور عائشہ کو تمام دنیا کی عورتوں پر ہے۔

استخار کا یہ مقام تھا کہ ایک روز خادم سے فرمایا۔ کہ جاؤ فلاں صندوقچہ میں پانچ ہزار دینار سرخ رکھے ہیں۔ اٹھا لاؤ۔ خادم نے ہر چند تلاش کیا۔ مگر صندوقچہ کہیں نہ ملا۔ واپس آکر شیخ کو اطلاع دی۔ آپ نے کچھ تامل کے بعد فرمایا۔ الحمد للہ۔ تھوڑی دیر کے بعد خادم پھر آیا۔ اور صندوقچہ کے مل جانے کی اطلاع دی۔ پھر الحمد للہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ حاضرین نے عرض کی کہ حضرت نے صندوقچہ گم ہونے پر بھی الحمد للہ فرمایا۔ اور مل جانے پر بھی۔ ارشاد فرمایا۔ کہ فقیروں کے لیے دنیا کا وجود و عدم دونوں برابر ہے۔ ان کو کسی چیز کے آنے پر نہ خوشی ہوتی ہے۔ اور نہ اُس کے جانے کا غم ہوتا ہے۔ اسی وقت وہ پانچ ہزار دینار حاجت مندوں میں تقسیم کرادیئے۔

تواضع کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک بار کچھ مرید خواص کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ آپ اُن کے پاس پہنچے۔ مریدوں نے وضو ختم بھی نہیں کیا تھا۔ کہ تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اور سلام عرض کیا۔ مگر ایک مرید وضو تمام کر کے تعظیم بجالایا۔ آپ نے اظہار خوشنودی فرمایا اور ارشاد کیا۔ کہ تم سب درویشوں میں افضل اور نہ ابد ہو۔

جو دوست خا میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ایک بار آپ کے معتقدوں اور مریدوں کا جہان غرق ہو رہا تھا۔ انہوں نے حضرت سے روحانی استمداد کی۔ آپ کی توجہ سے جہان محفوظ ہو گیا۔ جہان پر موتی اور جواہرات کے بڑے بڑے تاجر تھے۔ جب جہان ساحل پر پہنچا۔ تو اُن تاجروں نے اپنے مال کا تیسرا حصہ حضرت کی نذر کا بھیجا۔ جسے خواجہ فخر الدین گیلانی لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ کل رقم ستر لاکھ چاندی کے ٹکے ہوئے تھے۔ حضرت نے قبول فرما کر تین دن کے اندر یہ کل رقم حق داروں، محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دی۔ خواجہ فخر الدین گیلانی اس سے اتنے متاثر ہوئے۔ کہ اپنا تمام مال و اسباب فقر میں بانٹ دیا۔ اور حضرت کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر تکمیل سلوک کی۔ اور پانچ سال کے بعد حج کو روانہ ہو گئے۔ مگر جدہ پہنچ کر وفات پائی۔ ان علمی و روحانی فتوحات کے علاوہ آپ کو ملکی سیاست اور رفاہی و اصلاحی امور میں بھی

بڑا دخل حاصل تھا۔ چنانچہ ۱۲۵۵ھ میں جب منگول ملتان پر حملہ آور ہوئے۔ تو ناصر الدین قباچہ
 حاکم ملتان و سندھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اندر کے یہیہ درخواست کی۔ آپ
 ایک لاکھ نقد درم لے کر منگولوں کے کمپ میں گئے۔ اور یہ رقم انہیں دے کر واپس کیا
 اور شہر کو غارت گری سے بچایا۔ ناصر الدین قباچہ حاکم ملتان و سندھ سلطان محمد غوری
 المتوفی ۷۲۲ھ کا غلام تھا۔ سلطان قطب الدین ایبک المتوفی ۷۲۵ھ کی وفات تک تو وہ
 بادشاہ دہلی کا وفادار رہا۔ جب قطب الدین ایبک کے بعد سلطان شمس الدین التمش المتوفی
 ۷۲۳ھ جو اپنے زہد و تقویٰ دین داری اور شریعت کی پاس داری کے لحاظ سے
 اولیاء اللہ میں شمار کیا جاتا ہے بادشاہ ہوا۔ تو قباچہ نے سلطان کی ہر دل عزیزی اور
 اس کی بڑھتی ہوئی سطوت و قوت کو دیکھ کر معاندانہ سازشیں شروع کیں۔ اور خود مختاری
 کا ارادہ کیا۔ آپ نے اور قاضی شرف الدین اصفہانی قاضی ملتان نے قباچہ کے ان
 منصوبوں کی اطلاع سلطان کو دینی چاہی۔ اتفاق سے یہ دونوں خط قباچہ کے آدمیوں
 کے ہاتھ لگ گئے۔ قباچہ ان کو پڑھ کر بہت مشتعل ہوا۔ اور ایک فرمان کے ذریعے انہیں
 طلب کیا۔ جب دونوں بزرگ مجلس میں تشریف لے آئے۔ تو قباچہ نے حضرت شیخ کو
 اپنی داہنی جانب بٹھایا۔ اور قاضی شرف الدین کو اپنے روبرو بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور ان
 کا خط ان کے ہاتھ میں دیا۔ قاضی شرف الدین خط پڑھ کر خاموش رہے۔ قباچہ نے انہیں
 وہیں قتل کرا دیا۔ پھر حضرت کا مکتوب ان کے ہاتھ میں دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بیشک یہ میرا
 ہی خط ہے۔ اور میں نے حق تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہے۔ اور صحیح لکھا ہے تمہاری
 کوششوں سے سوائے مسلمانوں کا خون ہے اور کچھ نہ ہوگا۔ یہ سن کر قباچہ پر لرزہ طاری
 ہو گیا۔ اور معذرت کر کے آپ کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ اس کے
 باوجود قباچہ اپنے مذموم ارادے سے باز نہ آیا۔ سلطان کے خلاف بغاوت کی۔ سلطان
 سرکونی کے لیے آیا۔ یہ تاب مقابلہ نہ پا کر بھاگا ۷۲۶ھ میں دریائے سندھ میں ڈوب کر
 مر گیا۔

اپنے تمام معاصرین کے ساتھ برادرانہ و مخلصانہ و فیاضانہ مراسم تھے۔ حضرت شیخ

مسمود فرید الدین گنج شکر المتوفی ۷۷۰ھ کے ساتھ بے حدودت و اخوت تھی۔ ایک دفعہ حضرت شیخ کبیر بابا فرید کے نام ایک خط لکھا جس کا ایک فقرہ تھا۔ ”میان ما و شما عشق بازی است۔“ حضرت بابا فرید نے جواب دیا۔ ”میان ما و شما عشق است بازی نیست۔“ ایک بار حضرت بابا فرید آپ کی ملاقات کے لیے ملتان تشریف لائے۔ دوران گفتگو میں آپ نے پوچھا ”فرید ہم نے سنا ہے کہ تم نے بڑی ریاضت و مجاہدہ کیا ہے۔ کہو اس معاملہ میں کہاں تک پہنچے۔“ حضرت بابا نے فرمایا۔ حضرت جس کرسی پر آپ تشریف فرما ہیں۔ اگر میں اسے کہوں۔ کہ ہو! میں اُٹھ کھڑی ہوں۔۔۔ ابھی حضرت بابا فرید نے کہا ہی تھا۔ کہ کرسی میں جنبش آگئی آپ نے کرسی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ”ساکن شو۔“ یہ بات تو یہ سبیل تذکرہ تھی ”آپ نہایت خوش ہوئے۔ اور فرمایا فرید تو نے اپنے معاملہ کو انتہائے کمال تک پہنچا یا ہے۔“

حضرت شیخ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دوشی المتوفی ۷۷۰ھ جب وارد ہندوستان ہوئے۔ تو کمال اشتیاق ملاقات کے باعث ملتان بھی تشریف لائے۔ اور ایک عرصہ تک آپ کے پاس قیام کیا۔ کچھ معتقدین نے حضرت خواجہ بختیار کاکی کو انسان میں قیام کرنے کی دعوت دی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ملتان کی سرزمین پر شیخ نہ کر یا کا قبضہ و سایہ کافی ہے۔ ان ہی کا تعلق ہے۔ تم لوگوں کو ان ہی کی حمایت حاصل رہے گی۔

حضرت شیخ حمید الدین صوفی السعید ناگوری قدس سرہ المتوفی ۷۷۰ھ جو حضرت خواجہ بزرگ معین الدین حسن بھری چشتی اجمیری المتوفی ۷۷۳ھ کے خلیفہ اعظم تھے۔ اور بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ ترکہ اعلیٰ اور تجرید و تقرید میں مقام بلند رکھتے تھے۔ اصول الطریقت آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ ان سے آپ کی اکثر خط و کتابت رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ مقامات فقر و غناذیر بحث آگئے۔ حضرت شیخ حمید الدین نے آپ کو تحریر کیا۔ یہ مجھے ٹھیک معلوم ہے۔ کہ آپ واصلان حق میں سے ہیں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ دوزخ و دنیا کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ پھر یہ کیا بات ہے۔ کہ آپ جیسا واصل بحق اس دشمن چیز کو دور نہیں کرتا۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ بھی معلوم ہے۔ کہ دنیا کہتے کس کو کہتے ہیں اور دونوں میں کیا فرق ہے۔ اور اس میں سے کس قدر میرے پاس ہے۔ آپ نے اس کے متعلق

حضرت شیخ حمید الدین کو بہت کچھ لکھا۔ مگر اُن کی تسلی نہ ہوئی۔ بلکہ اس مسئلہ کے متعلق اُنکی حیرت بڑھتی ہی چلی گئی۔ آخر آپ نے نوجہ باطنی سے اُن پر یہ گرہ کھولی۔ جب عالم غیب سے اُن پر یہ بھید ظاہر ہو گیا۔ تو پھر انہوں نے اسے کسی کو بتایا نہیں۔

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی المتوفی ۷۶۲ھ جو اول شیخ ابوسعید تبریزی کے مریدوں سے تھے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں آکر تکمیل و فقر و سلوک کیا۔ اور اپنے مرشد کی اس طرح خدمت کی۔ کہ شاید ہی کسی نے کی ہو۔ حضرت شیخ الشیوخ ہر سال حج کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ اور چوں کہ آپ بہت بوڑھے اور کمزور ہو گئے تھے۔ اس لیے نرم و گرم کھانا تناول کیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی اپنے سر پر انگلیٹھی اور دیگچی اٹھائے رکھتے تھے۔ تاکہ جس وقت شیخ کھانا طلب کریں انہیں نرم و گرم کھانا دیا جائے۔ حضرت شیخ الشیوخ ہی کی خانتاہ میں آپ کی ملاقات حضرت شیخ زکریا سے ہوئی۔ اور آپ ان کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوئے۔ جب حضرت شیخ زکریا حسب اجازت مرشد ہندوستان واپس آنے لگے۔ تو حضرت شیخ جلال الدین تبریزی نے بھی آپ کے ساتھ ہندوستان آنے کی اجازت اپنے مرشد سے حاصل کر لی۔ دوران سفر میں ان دونوں بزرگوں کا یہ قاعدہ تھا کہ منزل پر پہنچنے کے بعد حضرت شیخ زکریا عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ اور شیخ جلال الدین تبریزی شہر کی سیر کو نکل جاتے۔ ایک دن نیشاپور میں راستے میں شیخ جلال الدین تبریزی کی ملاقات حضرت شیخ فرید الدین عطار المتوفی ۷۶۲ھ سے ہوئی۔ شیخ جلال الدین پر اُن کی بزرگی و روحانیت کا بڑا اثر ہوا۔ واپس آکر حضرت شیخ زکریا

لے حضرت شیخ مجد الدین بغدادی المتوفی ۷۸۱ھ کے مرید تھے۔ اپنے وقت کے جید عالم و فاضل و شاعر تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن جامی المتوفی ۸۹۵ھ اپنی تصنیف نفحات الانس میں لکھتے ہیں۔ گروہ صوفیائیں سے کسی نے اپنے کلام میں اسرار توحید اور حقائق و معارف اس قدر بیان نہیں کیے۔ جتنے شیخ عطار نے کیے ہیں۔ آپ کئی ایک بے نظیر کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن میں سے تذکرۃ الاولیاء اور منطق الطیر شہرہ آفاق ہیں۔

یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے دریافت کیا اُن سے کیا گفتگو ہوئی۔ شیخ جلال الدین تبریزی نے جواب دیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ آپ لوگوں کا کہاں سے آنا ہوا۔ میں نے عرض کی خطۂ بغداد سے۔ پھر پوچھا کہ وہاں کون درویش مشغول بحق ہے۔ میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے مرشد کا ذکر کیوں نہ کیا۔ جواب دیا کہ شیخ فرید الدین کی غارت میرے دل پر ایسی چھائی۔ کہ سب کچھ بھول گیا۔ آپ کو یہ سن کر سخت رنج ہوا۔ اور شیخ جلال الدین تبریزی سے علیحدہ ہو کر ملتان چلے آئے۔ اور شیخ جلال الدین تبریزی خراسان جا کر مقیم ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد وہی تشریف لائے۔ اور یہاں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی لاوشی جو حضرت خواجہ بزرگ معین الدین حسن صغریٰ چشتی اجمیری کے مرید و خلیفہ تھے۔ ملاقات ہوئی۔ اور جلدی ہی ان دونوں بزرگوں کے مراسم نہایت گہرے ہو گئے۔ سلطان شمس الدین التمش دونوں کے ساتھ نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آیا کرتا تھا۔ شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ جس طرح حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی لاوشی کا سخت مخالف تھا۔ اب شیخ جلال الدین تبریزی سے بھی حسد رکھنے لگا۔ جب پر خاش بہت زیادہ ہو گئی۔ تو شہر کی ایک مطربہ کو پانچ سو اشرفیاں دینے کا وعدہ کر کے آمادہ کیا۔ کہ وہ شیخ جلال الدین تبریزی پر فسق و فجور کا الزام لگائے۔ مطربہ نے سلطان کے پاس جا کر شیخ جلال الدین تبریزی کو متہم کیا۔ سلطان نے شرعی تحقیقات ضروری سمجھی۔ اور ایک محضر طلب کرنے کا فیصلہ کیا۔ محضر میں شرکت کے لیے ہندوستان کے مشاہیر علماء و مشائخ کو دعوت دی۔ شیخ نجم الدین کو حضرت شیخ زکریا اور شیخ جلال الدین تبریزی کی باہمی رنجش کا حال معلوم تھا۔ اس نے آپ کو ملتان سے بلا کر صدر مجلس مقرر کیا۔ اس موقع پر کہ حضرت شیخ زکریا اُن کے خلاف فیصلہ دیں گے۔ مقررہ تاریخ جمعہ کے روز نماز کے بعد مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مطربہ بھی پیش کی گئی۔ شیخ جلال الدین تبریزی کو بھی طلب کیا گیا۔ جس وقت وہ مسجد کے دروازے پر پہنچے تمام علماء و اولیاء اُن کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نے اپنی جوتیاں اتاریں۔ تو حضرت شیخ زکریا نے اُن کی جوتیاں اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ حاضرین مجلس صدر مجلس کے اس فعل پر سخت حیران ہوئے۔ جب حضرت شیخ زکریا اپنی جگہ پر اگر بیٹھ گئے۔ تو آپ نے فرمایا۔

لے حاضرین مجلس اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں۔ حق ابھرنے کے لیے اور باطل دبتے ہی کے لیے آیا ہے۔ شیخ جلال الدین تبریزی میرے ارشد کی خدمت میں سات سال رہے ہیں۔ اگر میں اُن کی خاک پا کر اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں، بیمانہ ہوگا۔ شاید شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کے دل میں یہ خیال ہو کہ بہاء الدین نے شیخ جلال الدین تبریزی کی تعظیم کر کے اُن کے عیب پر پردہ ڈال دیا ہے۔ تو یہ اہل اللہ بہ بخوبی روشناس ہے۔ کہ شیخ جلال الدین تبریزی سے ایسے فعل شنیع کا واقع ہونا محال ہے۔ لیکن پھر بھی دلائل مبینہ کا اظہار ضروری ہے۔ اس لیے مطربہ کو سامنے لاؤ۔ چنانچہ مطربہ سامنے لائی گئی۔ مگر اُس پر ابھار عجب طاری ہوا۔ کہ اس نے تہمت ثابت کرنے کے بجائے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ اس سانس کے افشار پر نجم الدین صغریٰ ایسا ذلیل و لاشیمان ہوا۔ کہ اُسے مجلس ہی میں غش آگیا۔ اور حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کی معصومیت ثابت ہو گئی۔ سلطان خود اُس مجلس میں حاضر تھا۔ پھر الدین صغریٰ کو اس کے اس کذب و افتراء کی سزا میں شیخ الاسلام کے ہمارے سے برطرف کر دیا۔ اور حضرت شیخ زکریا سے اس کے قبول کرنے کی استدعا کی۔ آپ نے قبول فرمائی۔ اور ایک مدت تک شیخ الاسلام کا عہدہ آپ کی اولاد و خاندان میں قائم رہا۔ اس تبحر علم اور کمال روحانیت کے ساتھ گاہے گاہے سماع سے بھی شغل فرماتے۔ مگر بطور شاد و ندرت بہ حد غلو نہیں۔

ایک مرتبہ عبداللہ رحمہ اللہ قوال ماتان وارد ہوا۔ اور حضرت کی خدمت عالی میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ میری سماع کو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی نے شوق کے ساتھ سنا ہے۔ اور میں اُن کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب شیخ الشیوخ نے سماع سنی ہے۔ تو زکریا بھی سنے گا۔ چنانچہ قوال کو ایک خاص حجرہ میں بلا یا گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد ایک پہر رات گزرنے پر آپ حجرہ میں تشریف لائے۔ دو پارے کلام پاک تلاوت کر کے قوال کو سماع کا حکم دیا۔ اور حجرہ کے دروازہ میں زنجیر لگا دی۔ قوال نے سماع اس شعر سے شروع کیا

مستان کہ شراب تاب خوردند از چلوئے نرد کباب خوردند

جب قوال نے اس بیت کی تکرار کی۔ تو حضرت شیخ وجد میں کھڑے ہوئے۔ اور حجرہ کا

چراغ گل کر دیا۔ قداں کا بیان ہے۔ کہ اُسے کچھ معلوم نہ تھا کہ شیخ کی کیا کیفیت ہو رہی ہے لیکن اتنا نظر آ رہا ہے۔ کہ شیخ گردش کر رہے ہیں۔ اس ذوق و شوق اور غمی و روحانی فتوحات کے ساتھ عامہ خلایق کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے زراعت و تجارت کی طرف بھی توجہ دی اور اطراف ملتان میں جہاں اچھا موقع دیکھا۔ افتادہ جنگلوں کو آباد کرایا۔ کنوئیں اور نہریں کھدوائیں۔ ایسی بے نظیر و بے بدیل شخصیت جس میں روح و علم و عمل کا ایسا حسین امتزاج ہو۔ سرزمین پاک و ہند میں نہیں گذری۔ کہ جہاں آپ کی روحانیت ملالہ لعلی پر ہے۔ وہاں علمی فضل و کمال کا پہلو بھی دبائے ہوئے ہے۔ اور سیاسی و ملکی و وفاہی امور پر بھی گہری نظر رکھتی ہے۔ یہ آپ کی زندگی کا ایک مختصر خاکہ ہے۔ ورنہ سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے۔ ۶۶ھ مطابق ۱۲۶۳ء عیسوی بہ عہد سلطان غیاث الدین بلبن وفات پائی۔ وفات کے روز اپنے حجرہ میں عبادت میں مشغول تھے۔ کہ حجرہ کے باہر ایک نورانی چہرہ مقدس بزرگ نمودار ہوئے۔ اور آپ کے فرزند اکبر حضرت شیخ صدر الدین کے ہاتھ میں ایک سرسبز خط دریا۔ اور کہا کہ یہ خط اپنے والدین کو اس کی خدمت میں پیش کر دیجئے۔ آپ خط دے کر باہر آئے۔ تو قاصد کو نہ پایا۔ اور خط دیکھتے ہی حضرت کی روح نفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور آواز بلند ہوئی کہ ”دوست بدوست رسید“۔ یہ آواز سن کر حضرت شیخ صدر الدین دوڑے ہوئے حجرے میں گئے۔ دیکھا کہ آپ وصال پا چکے ہیں۔

راحۃ القلوب و مغنیات حضرت بابا گنج شکر مرتبہ حضرت سلطان المشائخ محبوب النی نظام الدین دہلوی) میر ہے۔ کہ جس وقت حضرت شیخ الاسلام بہار الدین زکریا کا وصال ہوا۔ اُسی وقت اجودھن دپاک پٹن میں حضرت بابا صاحب گنج شکر بے ہوش ہو گئے۔ بڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو دریا ”برادر ہم بہار الدین زکریا“ ازیں بیان فتاہ شہرستان بقا بردند پھر اٹھ کر مریدوں کے ساتھ غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ مزار پر انوار ملتان میں زیارت گاہ خلق ہے۔ اور ملتان و سندھ کا سب سے بڑا روحانی مرکز ہے۔

قطعات تاریخ ولادت و وفات از حضرت مولانا مفتی غلام سرور لاہوری۔

بادشاہ دیں بہار الدین ولی قطب اقطاب جہاں شیخ نہاں

عشق حق تولید او تحریر کن ^{۵۷۸}
 شمع نور آمد دگر ترحیل او ^{۶۶۶}
 مرشد کامل بکن کامل رقم ^{۶۶۶}
 ہم مکرم یا حق والی بگو! ^{۶۶۶}
 عاشق صادق بگو ترحیل آن ^{۶۶۶}
 نیز فتح دین بہاؤ الدین بخواں ^{۶۶۶}
 عصمت اللہ سال تار بخش بدال ^{۶۶۶}
 پیر زکریا ولی حق بین بخواں ^{۶۶۶}

دیگر

شاہ روئے زمین بہاؤ الدین ^{۶۶۶}
 گشت تولیدش از خرد روشن ^{۶۶۶}
 شیخ عالی امین بہاؤ الدین ^{۶۶۶}
 مطلع نور دین بہاؤ الدین ^{۶۶۶}

گفت سرور بسالی رحلت او

عارف اہل یقین بہاؤ الدین ^{۶۶۶}

تعلیمات :- حضرت کی کسی تصنیف اور ملفوظات کا ذکر تذکروں میں نہیں ہے
 مگر اپنے مریدوں کو جو وصایا اور خطوط لکھے ہیں۔ اُن کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی
 نے اپنی کتاب اخبار الاخبار میں نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

(۱) بندہ پر واجب ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے
 تاکہ عبادات و افکار سے نفی غیر اللہ ہو۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ اپنے احوال کو درست
 کرے اور اپنے اقوال و افعال میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ ضرورت کے سوانہ کوئی بات
 کہے۔ اور نہ کوئی کام انجام دے۔ ہر قول و فعل سے اللہ تبارک و تعالیٰ سے التجا کرے
 اور اُس سے نیک عمل کی توفیق کی مدد چاہے۔

(۲) روح کی سلامتی ترک گناہ میں ہے۔ اور دین کی سلامتی حضرت خیر الانام محمد صلی
 اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے۔ اور بدن کی سلامتی قلت طعام میں ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ ذکر ہی سے طالب محب تک پہنچتا ہے
 محبت ایسی آگ ہے جو تمام میل کچیل کو جزا دالتی ہے۔ اور جب محبت راسخ ہو جاتی ہے۔
 تو تذکروں کے مشاہدہ کے ساتھ ذکر حقیقی ہوتا ہے۔ یہی وہ ذکر کثیر ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے
 فلاح کا وعدہ کیا ہے۔ **وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ** ۛ

(۱۵) کریم وہ ہے جس کی طبیعت کے ساتھ دل اور دل سب کے ساتھ ہو۔

(۱۵) جسم کے قالب میں قلب کی ایک حالت نہیں رہتی۔ ہر ایک نہ مانے میں وہ نئی حالت اور نئی رنگت بدلتا رہتا ہے۔ کبھی حاضر، کبھی غائب، کبھی عاجز، کبھی قادر، کبھی غافل۔ کبھی ہوشیار، کبھی خاموش، کبھی ذاکر، کبھی عالم، کبھی جاہل، کبھی کافر، کبھی مومن، کبھی زیر، کبھی بالا، کبھی نیک اور کبھی بد۔

(۱۶) دنیا میں تین قسم کے انسان ہیں۔ اول زہاد و عابد جن کا ظاہر خراب اور باطن اچھا ہے (دوم) علماء و فضلاء جن کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ سوم جاہل جن کا ظاہر اچھا اور باطن خراب ہے

(۱۷) تین چیزیں انسان کو ہلاک کرنے والی ہیں۔ اول توبہ کے حوصلے پر گناہ کرتا۔ دوم۔ زندگی کے بھروسے پر تائب نہ ہونا۔ سوم۔ بخشش کی امید پر اپنے بڑے جرم کو ناجیز جانتا۔

(۱۸) زہد کے تین حرف ہیں۔ اول زاء اس سے دنیا کی زیب و زینت ترک کرنا مراد۔ دوم۔ کاف۔ اس سے ہوا و ہوس کو چھوڑ دینا مقصود ہے۔ سوم۔ واء۔ اس دنیا و دولت سے درگزر کرنا مطلوب ہے۔

(۱۹) ظالم کو ظلم میں مدد دینا اُس کے فعل کو اچھا کہنا خود ظلم ہے۔ بلکہ اُس پر جور و جفا سے پیش آنا ثواب ہے۔

(۲۰) انسان کو چاہیے۔ کہ جب منہ سے بات کہے تو سمجھے۔ کہ میری بات خدا سنتا ہے۔ اور خاموشی کے وقت یہ جانے۔ کہ خدا میرے دل کے راز سے واقف ہے۔ میرا اٹھنا اس کے روبرو اور میرا بیٹھنا اُس کے سامنے ہے۔

(۲۱) خدا کا خوف انسان کے دل کا چراغ ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو انسان ظاہری و باطنی تاریکی میں رہتا ہے۔

(۲۲) تین چیزیں تین شخصوں کو مضر ہیں۔ اول امرار اور حکام کو فساد۔ دوم۔ علماء کو طمع اور دولت مندوں کی ہم نشینی و قریبیت۔ مردانِ خدا و فقرا کو ریا۔

(۱۳) تقویٰ اس کو کہتے ہیں۔ کہ کوئی تیرا دامن نہ پکڑے۔ اور جواں مروی یہ ہے کہ تو کسی کا دامن گیر نہ ہو۔

(۱۴) آزاد طبع انسان کسی کا غلام نہیں ہوتا۔ اور عزیز الخلق کہیں ذلت نہیں پاتا
(۱۵) بادشاہ وہ ہے جس نے کسی کے آگے دست سواں نہیں پھیلا یا۔ خدا پرست وہ ہے جو تکبر و غرور کے دام میں نہ آئے۔ نیک وہ ہے جو کسی کے ساتھ بدی نہ کرے۔
(۱۶) صاحب وقت نہ ماضی پر افسوس کرتا ہے۔ نہ مستقبل کا اندیشہ کرتا ہے۔
بہر حال اپنے حال میں خوش رہتا ہے۔

ازواج و اولاد:- حضرت کی دوزوجہ تھیں (۱) رشیدہ بانو (۲) شہربانو۔
حضرت رشیدہ بانو کے بطن سے پانچ فرزند تولد ہوئے۔ (۱) مخدوم شیخ صدر الدین عارف (۲) مخدوم شیخ علاء الدین محمد (۳) مخدوم شیخ قدوة الدین محمد (۴) مخدوم شیخ شہاب الدین محمد نور (۵) مخدوم شیخ برہان الدین محمد۔

حضرت شہربانو کے بطن سے دو فرزند اور دو صاحب زادیاں پیدا ہوئیں۔
(۱) مخدوم شیخ شمس الدین محمد محبوب خدا (۲) مخدوم شیخ ضیاء الدین محمد۔
دختر اول۔ نور بی بی زوجہ حضرت شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی۔

لے حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سروردی کے خواہر زادہ تھے۔ دوران سیر و سیاحت میں دار و ملتان ہوئے حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانی کی زبردست شخصیت سے متاثر ہو کر ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ایک عرصے تک ملتان میں مقیم رہے حضرت شیخ زکریا کے زیر سایہ منازل سلوک طے کیں۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ وافر حاصل کیا۔ حضرت شیخ نے اپنی صاحب زادی نور بی بی کی آپس شادی کر دی تھی۔ جن کے بطن سے ایک لڑکا کبیر الدین محمد پیدا ہوا تھا۔ یہ بھی اپنے نانا حضرت شیخ زکریا کے مرید و خلیفہ تھے اور انہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی تھی۔ عراقی فارسی زبان کے نہایت بلند پایہ شاعر تھے۔ صاحب دل تھے۔ اس لیے ان کے کلام میں بے حد سوز و گداز پایا جاتا ہے۔ عراقی حضرت شیخ زکریا کی وفات کے بعد دمشق چلے گئے تھے وہیں مشغولہ میں وفات پائی۔ آپ کے صاحب زادہ بھی کچھ عرصے کے بعد دمشق اپنے والد کے پاس پڑے گئے تھے۔ انہوں نے وہیں سکنہ میں وفات پائی۔ ان کی والدہ حضرت شیخ زکریا کی زندگی میں وفات پا گئی تھیں۔

دختر دوم۔ سلطان بی بی المعروفہ فاطمہ بی بی زوجہ حضرت سلطان التارکین
حمید الدین قریشی ہنگاری۔

فرزندوں کی تعلیم و تربیت :- اپنے وقت کے جید علماء و فضلاء کی زیر نگرانی
کرائی تھی۔ جن میں مولانا نجم الدین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت شیخ صدر الدین عارف
بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز والد گرامی نے پوچھا۔ آج کل کیا پڑھ رہے ہیں۔ نے عرض
کیا تفسیر کشاف و ایجاز اور کتاب عمدہ۔ فرمایا۔ کشاف و ایجاز کو چھوڑ دو۔ اور عمدہ کا
مطالعہ جاری رکھو۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ کشاف و ایجاز ہزار اللہ زنجیری کی تصانیف
تھیں۔ اور وہ معتزلی تھا۔ علامہ ابن خلدون نے بھی اپنی شہرہ آفاق تاریخ کے مقدمہ
میں کشاف کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ یہ تفسیر معتزلہ کے عقائد کے مطابق ہے۔ اس کا مطالعہ
صرف منتهی علماء ہی کو کرنا چاہیے۔ فرزندوں کے اساتذہ کوزر و سیم اور نادرتخائف سے
نوازا کرتے تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر کسی کو کوئی چیز دی جائے۔ تو عمدہ
عمدہ دی جائے۔

خلفاء :- حضرت شیخ صدر الدین عارف المتوفی ۷۸۴ھ۔

(۲) حضرت شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی المتوفی ۷۸۸ھ۔

(۳) حضرت شیخ حسن افغان المتوفی ۷۸۹ھ۔

(۴) حضرت شیخ امیر خیلینی المتوفی ۷۸۷ھ۔

۱۔ حضرت سلطان بہاء الدین شاہ حاکم کچ مکران کے فرزند اور حضرت سیر احمد توختہ ترمذی المتوفی ۷۸۷ھ

جن کا مزار اندرون اکبری دروازہ لاہور محلہ چیل بی بیوں ہے کے نواسہ تھے۔ پہلے حاکم مکران تھے۔ پھر

ترک علیا کے راہ سلوک اختیار کی۔ اور ارشاد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ اوچہ اور سکھر کے درمیانی

علاقہ قصبہ مو میں سکونت اختیار کر لی۔ تمام تذکرے اس پر متفق ہیں کہ سلسلہ سہروردیہ کے مشائخ میں سے

زیادہ طویل عمر آپ نے پائی۔ چنانچہ ۷۷۷ سال کی عمر میں بہ عہد سلطان محمد تغلق وفات پائی۔ حضرت شیخ ابوالفتح

رکن الدین ملتانی کے نامور مرید و خلیفہ تھے۔ ولادت ۷۸۷ھ۔ وفات ۸۳۷ھ۔

(۵) حضرت شیخ سید عثمان نال شہباز قلندر المتوفی ۷۲۷ھ۔

(۶) حضرت شیخ ابوالفتح رکن الدین المتوفی ۷۳۵ھ۔

(۷) حضرت شیخ سید جلال الدین منیر شاہ میر سرخ بخاری اویسی المتوفی ۷۴۹ھ۔

یہ وہ آپ کے چند قابل ذکر نامور خلفاء ہیں جنہوں نے اپنے علمی کمالات اور روحانی فیوضات سے سر زمین پاک و ہند کو مالا مال کر کے کفر و ضلالت کو دور کیا۔ جن کا فیضان آج تک جاری ہے۔

(۸) حضرت مخدوم مولانا شیخ محمد قریشی اسدی الباشمی سہروردی ملتانی

ثم لاہوری المعروف بہ میاں وڈا مفتی و مدرس لاہور

آپ اپنے زمانے کے جمید علماء و فضلاء سے تھے۔ سلطان بہلول لودھی المتوفی ۸۹۲ھ نے آپ کو ملتان سے عہدہ افتار پر مامور کر کے لاہور بھیجا تھا۔ اور علاقہ پیپت پور جو اب پٹی کے نام سے مشہور ہے۔ وجہ معاش میں دیا تھا۔ آپ لاہور آکر محلہ علاول خاں لوہانی حال گندہ جویلی میاں خاں اندرون موچی دروازہ میں اقامت گزیر ہوئے۔ اپنی سکونت کے لیے جویلی تعمیر کی۔ ایک محلہ آباد کیا۔ جو صدیوں تک محلہ کوٹلی مفتیاں کے نام سے مشہور رہا۔

اجرائے فتویٰ کے ساتھ ساتھ آپ نے درس و تدریس اور اپنے آبائی سلسلہ سہروردیہ کی ہدایت و تلقین بھی جاری رکھی۔ جس کا فیضان آج تک جاری ہے۔

طلبہ و مریدین کو قرآن و تفسیر و حدیث و فقہ و عقاید کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور صحبت و بیعت کے ذریعے سے سیرت کی نچنگی۔ کردار کی بلندی اور جذبہ اخلاص و

۱۔ بن مخدوم شیخ صالح بن مخدوم شیخ ہدایت اللہ بن مخدوم شیخ فیض اللہ (چچوٹا) بن مخدوم شیخ جمہون۔ بن مخدوم شیخ قطب الدین بن مخدوم شیخ شہاب الدین محمد نور رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت شیخ الاسلام مخدوم غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی قریشی اسدی الباشمی سہروردی قدس سرہ۔

محبت پیدا کیا جاتا تھا۔ کیوں کہ اُس وقت جو تعلیمی نظام رائج تھا۔ اس میں انہی علوم کے
اساسی درجہ حاصل تھا۔ چنانچہ آپ نے بھی اپنی درس گاہ کو اسی نہج پر قائم کیا۔ اور نا
دوم زیست علوم دینیہ کی ترویج اور طلبہ و مریدین کی تہذیب و تکمیل میں مصروف رہے
۹۱ھ میں بچہ سلطان بہلول لودھی وفات پائی۔

۱۲۵) حضرت مولانا مفتی شیخ کمال الدین مفتی و مدرس لاہور

اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا مخدوم شیخ محمد المعروف بہ میاں وڈاکی وفات
کے بعد عہدہ افتاء اور مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد ہی کے
سایہ عاطفت میں پائی تھی۔ اپنے زمانے کے عالم متبحر اور فقیہ فاضل تھے۔ سلسلہ سہروردیہ
میں بھی اپنے پدر عالی قدر کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنی فضیلت علمی اور زہد و تقویٰ کے باعث
بڑی عزت حاصل کی۔ سلطان سکندر لودھی جس طرح مولانا شیخ عبداللہ اور مولانا شیخ
عزیز اللہ تلمیذ کی بڑی عزت و توقیر کرتا تھا۔ اسی طرح آپ کا بھی بڑا احترام کرتا تھا۔ جب
لاہور آتا تو اکثر حلقہ درس میں شریک ہوتا۔ آپ نے ایک وسیع مسجد تعمیر کی۔ جو اب تک
مسجد مفتیاں کے نام سے مشہور ہے۔ اور لاہور کی قدیم ترین مساجد سے ہے۔ مسجد کے
ساتھ مدرسہ و کتب خانہ بھی قائم کیا۔ اور طلباء و مریدین کے رہنے کے لیے متعدد حجرے
بنوائے۔ اور اپنے والد گرامی کی طرح درس و تدریس اور ارشاد و ہدایت کے ساتھ
ساتھ عہدہ افتاء کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ بہ عہد سلطان ابراہیم لودھی
۹۲۸ھ میں وفات پائی۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند حضرت مولانا مفتی عبدالصمد جانشین ہوئے۔ آپ
بڑے بلند پایہ عالم تھے۔ درس و تدریس کو بڑی رونق دی۔ ان کے بعد ان کے فرزند
حضرت مولانا مفتی عنایت اللہ اور ان کے خلف ارشد حضرت مولانا قاضی مفتی محمد طاہر
بہ عہد نہالوں و اکبر لاہور کے جید علماء و فقہاء و صلحاء سے تھے۔ ان بزرگوں نے اپنے
اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نہایت خاموشی و قناعت کے ساتھ خواص و عوام کے

علوم ظاہری و باطنی سے فیض یاب کیا۔ یہ دینی درس گاہ لاہور میں مغلیہ دور سے قریباً ۷۵ برس پہلے قائم ہو چکی تھی۔ حضرت شیخ کا کوچشتی حضرت شیخ عبدالجلیل المعروف بقطب عالم سہروردی۔ شیخ موسیٰ آہن گر سہروردی علما و صلحا میں سے آپ کے قابل ذکر معاصرین ہیں۔

لے حضرت شیخ کبیر یا فرید گنج شکر قدس سرہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ حضرت شیخ نور الدین قطب عالم البتونی ^{۸۵۰ھ} کے نامور خلیفہ تھے۔ آپ ہی کے حکم سے لاہور آکر قیام پذیر ہوئے تھے۔ شیخ پیر محمد لاہوری سے بھی اخذ فیض کیا تھا۔ مرجع خلافت تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں اکمل تھے۔ تمام عمر درس و تدریس اور ارشاد و ہدایت میں گذاری۔ آپ کے فرزندوں میں سے شیخ اسحاق صاحب نلم و فضل بزرگ گذرے ہیں۔ ^{۸۸۲ھ} میں بہ خمد سلطان بہلول لودھی وفات پائی۔ مزار بیرون دہلی دروازہ ہے۔ سلطان بہلول لودھی کے زمانے میں قصبہ منور یا ست بہاول پور سے آکر لاہور میں اقامت گزریں ہو گئے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب چار واسطوں سے حضرت سلطان التائیکین حمید الدین قریشی ہنکاری حاکم کچ نکران سے جا کر ملتا ہے۔ اپنے والد ماجد حضرت شیخ ابوالفتح بن عبدالعزیز کے مرید و خلیفہ تھے علوم ظاہری و باطنی میں پایہ بلند اور مقام ارجمند رکھتے تھے۔ سلطان بہلول لودھی۔ آپ کی فضیلت کا بڑا قائل تھا۔ اور آپ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا تھا۔ بے حد عابد و زاہد اور مستغنی المزاج تھے۔ اپنی روزی غلہ پسی کر حاصل کرتے تھے۔ اپنی ذاتی ضروریات کے لیے کسی مرید و ارادت مند کو تکلیف نہ دیتے تھے۔ آپکی خانقاہ میں ہر وقت قرآن و حدیث پڑھتا تھا۔ سندر لودھی کے زمانے میں وفات پائی سلطان اس وقت لاہور میں تھا غسل میت کے وقت حاضر ہوا۔ دو فرزند ابوالفتح ثانی اور شیخ بہاؤ الدین اولادین سے تھے۔ ^{۹۱۰ھ} "تاج عرفان امجد مجید"۔ آپ کی تاریخ وفات ہے۔ مزار قلعہ گوجر سنگھ متصل میکلورڈ واقع ہے۔ پہلے شیخ شہر الدین بن شیخ یوسف جو حضرت شیخ الاسلام ہاؤ الدین زکریا ملتانی کی اولاد سے تھے۔ ان کے مرید ہوئے۔ انکی وفات کے بعد حضرت شیخ عبدالجلیل قطب عالم جو بہرہ نگ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کی۔ ^{۹۲۵ھ} میں وفات پائی۔ اپنی روزی لوہاراکاا کر کے کھاتے تھے۔ سلطان زمان موسیٰ ثانی "آپکی تاریخ وفات ہے۔ مزار مرشد کے روضہ کے قریب ہی ہے۔

(۴) حضرت مولانا قاضی مفتی محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ

بہ عمدہ پایوں و اکبر لاہور کے اکابر علماء و فقہار سے تھے۔ آپ کا زمانہ بڑا پُر آشوب تھا۔ مگر آپ نے انتہائی نامساعد حالات میں بھی سلسلہ درس و تدریس اور ارشاد و ہدایت کو جاری رکھا۔ اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں درس قرآن و حدیث و فقہ و تفسیر دیا کرتے تھے۔ سلسلہ میں بہ عمدہ جہانگیر و فانات پائی۔ سید عبداللہ لاہوری آپ کے قابل قدر معاصرین سے ہیں۔

(۵) حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی عبدالسلام مفتی و مدرس لاہور

حضرت مولانا قاضی مفتی محمد طاہر کے خلف ارشد تھے۔ انہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی۔ آپ کے والد ماجد نے اپنی حین حیات میں ۱۰ روزی تعدہ سلسلہ میں انہیں اپنا جانشین مقرر کر کے اپنی نیابت اور معند ارشاد و ہدایت مسجد مفتیاں کی امامت و خطابت و تولیت اور فتویٰ نویسی کے فرائض آپ کو تفویض کر دیئے تھے۔ آپ نے اپنے والد گرامی ہی کی زندگی میں فضیلت علمی میں شہرت و ناموری حاصل کر لی تھی۔ اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم و فقیہ تھے۔ بڑے متدین علوم دینیہ میں بے نظیر اور درس و تدریس میں اپنی مثال آپ تھے۔ علوم شرعیہ کے فاضل ہونے کی وجہ سے صاحب فتویٰ تھے۔ اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں درس قرآن و حدیث و فقہ و تفسیر دیا کرتے تھے۔ حلقہ درس بڑا وسیع تھا۔ مبتدی اور منتهی دونوں شریک درس ہو کر اخذ فیض کرتے تھے۔ اُس وقت لاہور میں بکثرت دینی مدارس تھے۔ جن میں اکابر علماء و فضلاء علوم اسلامیہ کا درس دیا کرتے تھے۔ مثلاً مدرسہ

لے سید عبدالخالق بھاکری کے فرزند تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع اور سلسلہ قادریہ کے اکابر مشائخ تھے۔ تمام عمر درس فقہ و حدیث و تفسیر و قرآن میں مشغول رہے۔ جو دو نسخا میں بھی بے مثال تھے۔ کوئی سائل آپ کے در سے خالی نہ جاتا تھا۔ سلسلہ میں وفات پائی۔

ملا بایزید گیلانی - مدرسہ ملا یوسف - مدرسہ مولوی محمد سعید اعجاز - مدرسہ شیخ بہلول
مدرسہ ملا عبد السلام وغیرہ -

مگر اس وقت کے تعلیمی نظام کو سمجھنے کے لیے اور خاص کر وہ تعلیمی و دینی نظام
جو اکبری عہد میں رائج کیا جا رہا تھا۔ یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے۔ کہ تعلیمی نصاب میں
لودھیوں ہی کے زمانے میں تبدیلی آچکی تھی۔ چنانچہ سلطان بہلول لودھی کے عہد حکومت
میں مولانا شیخ عبداللہ تلبنی اور مولانا شیخ عزیز اللہ ملتانی دہلی آئے۔ اور ان بزرگوں
نے درس و تدریس کے معیار کو بلند کرنے کے لیے کتب درسی میں علم معقول وغیرہ کو
رواج دیا۔ چنانچہ بدایونی لکھتے ہیں: "ایں ہر دو عزیزاں ہنگام خرابی ملتان آمدہ۔
علم معقول را در اں دیار رواج داند و قبل از بغیر شرح شمسہ شرح صحائف اور علم
منطق و کلام در ہند شایع نہ بود۔"

انہوں نے قاضی عسکر کی تصانیف، مطالعہ، مواقف۔ اور سکاکی کی مقتناح
العلوم وغیرہ داخل نصاب کیں۔ اور اب معقولات، فلسفہ اور علم الکلام بھی پڑھایا
جانے لگا۔ جس نے بڑھتے بڑھتے عہد اکبری میں یہ صورت اختیار کر لی۔ کہ اکثر علماء کی

لے شیخ اللہ داد تلبنی زائیدہ مضامین ملتان میں سے ایک قصبہ ہے، کے فرزند تھے۔ جید عالم اور علوم معقول
و معقول میں لگانہ روزگار تھے۔ سکندر لودھی کے زمانے میں دہلی آکر سکونت پذیر ہوئے۔ اور درس و
تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بڑے بڑے افاضل زمانہ مثلاً مولانا مفتی جمال خاں دہلوی۔ میراں سید جلال
بدایونی آپ کے مقلد درس سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔ بدیع المیزان شرح میزان منطق آپ کی
مشہور تصنیف ہے۔ ۹۲۵ھ میں وفات پائی۔

لے صاحب ارشاد و ہدایت اور عالم متبحر تھے۔ سکندر لودھی کے زمانے میں ملتان سے آکر سنبھل میں
اقامت گزری ہوئے۔ حاتم سنبھلی جو ظلم الکلام اور عربیت و فقہ میں جید عالم تھے۔ آپ ہی کے ارشد تلامذہ
میں سے تھے۔ شیخ امان اللہ پانی پتی المتوفی ۹۵۵ھ جو عوفیائے موحارین میں سے گذرے ہیں۔ انکے رسالہ غیرہ
کے مقابلے میں رسالہ عینیہ لکھا۔ دقیق سے دقیق مسئلہ فوراً حل کر لیتے تھے۔ ۹۷۵ھ میں وفات پائی۔

توجہ خالص علوم قرآن و حدیث سے بہت کر فلسفہ و منطق اور علم الکلام کی طرف مائل ہو گئی
ان حالات میں اکبری عہد میں ایران و توران سے بعض فلسفی و منطقی مثلاً حکیم الملک گیلانی
امیر فتح اللہ شیرازی قاضی ابوالمعالی۔ ملا عصام الدین وغیرہم وارد ہندوستان ہوئے
یہاں ان کے ہم خیال شیخ مبارک ناگوری اور ان کے دونوں بیٹے ابوالفضلؒ اور

لے راجپوتانہ کے علاقہ ناگور میں ۱۱۹۵ھ میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ پھر احمد آباد گجرات
آیا۔ اور وہاں کے علماء و فضلاء سے اکتساب فیض کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد ۱۲۰۵ھ میں آگرہ آیا۔
اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ منطق، ریاضی، فلسفہ، نجوم، تفسیر و حدیث اور فقہ و ادب
میں پوری دست گاہ حاصل تھی۔ مگر اس علم و فضل کے باوجود آزاد خیال اور آزاد مشرب ہونے
کے باعث کتاب و سنت کی حدود و قیود سے تجاوز کر گیا تھا۔ مذہب مہرودیت سے بھی متم تھا
اس بے راہ روی کے باعث مخدوم الملک اور دیگر علمائے حق کے ساتھ نہ نبھ سکی۔ اسی وجہ
سے کچھ عرصہ مصائب و آلام پر گرفتار رہا۔ آخر خان اعظم مرزا عزیز کو کلتاش کی سفارش سے
اکبری دربار میں پہنچا۔ آہستہ آہستہ اکبری کے مزاج پر ایسا قابو پایا۔ کہ سیاہ سفید کا رنگ بن گیا۔
پھر اس کے فرزند ابوالفضل اور فیضی بھی دربار میں پہنچ گئے۔ اور یہاں ان سب کی آزادی
طبع خوب رنگ لائی۔ تخریب اسلام میں پوری کوشش کی۔ اکبری دین الہی وضع کیا۔ اکبر کو امام
عادل اور مجتہد العصر بنایا۔ علماء و فضلاء اور صلحاء کی تحقیق میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ غرض ان
اصحاب ثلاثہ اور ان کے ہم نواؤں نے مذہب اور اسلامی تہذیب و تمدن کو خوب بگاڑا۔
ہمارے روشن خیالی فریب خوردہ مصنف لکھے جارہے ہیں۔ کہ شیخ بڑا صوفی منش زاہد و عابد۔
عالم و فاضل اور موجد تھا۔ اس کا دل تعصب سے پاک تھا۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ پر بجا و درست
مگر اسلام کے لیے اس نے کیا کردار ادا کیا؟ سن ۱۲۱۵ھ میں وفات پائی۔

۱۲۱۵ھ میں شیخ مبارک ناگوری کا بڑا بیٹا تھا ۱۲۱۵ھ میں اکبر آباد میں پیدا ہوا۔ اپنے باپ کے زیر سایہ تعلیم و
تربیت پائی۔ ظاہری علم و فضل کے لحاظ سے واقعی ابوالفضل تھا۔ دربار اکبری سے علانی کا خطاب
حاصل تھا۔ تخریب دین و تحقیر سنت اور علماء و صلحا کی تہذیب میں باپ کا دست راست تھا۔ باقی برصغیر

فیضی پہلے ہی سے موجود تھے۔ اب علماء و حکماء ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئے

رقیہ حاشیہ ص ۳۷، اکبر نامہ اس کی مشہور تصنیف ہے۔ جو تین جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد میں بابر و ہمایوں کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ دوسری جلد میں اکبر کے شانہ جلوس سے لے کر جلوس تک کے حالات تحریر کیے ہیں۔ تیسری جلد ان اکبری کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جلد اکبری عہد کا مرقع ہے۔ دوسری جلد کے خاتمہ پر پنج ہزاری منصب ملا۔ اور پانچ ہزار روپیہ نقد انعام ملا۔ ابو الفضل چونکہ اکبر کی خلوت و جلوت کا رفیق و رازدار تھا۔ اس لیے یہ تاریخ معتبر سمجھی جاتی ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس نے اکبر کی کمزوریوں اور غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے واقعات کو مسخ کر کے پیش کیا ہے۔ جن کو بدایونی نے اپنی منتخب التواریخ میں واضح طور پر بیان کیا ہے۔ لہٰذا میں جہانگیر کے ایما سے راجہ نرسنگھ دایو کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور اس کا سر کئی روز تک بیت الخلاء میں پڑا رہا۔ اکبر کو بڑا رنج ہوا۔

حاشیہ صفحہ ہذا، لے فیضی، شیخ مبارک ناگوری کا دوسرا بیٹا تھا۔ بدایونی اپنی منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں۔ مختلف علوم و فنون، شعر و معما، عروض و ناسیہ، تاریخ و لغت اور طب و انشاء میں بے مثال تھا۔ گو جرات پسند تھا مگر ہزل گو اور متکبر و مغرور بھی تھا۔ نفاق۔ خباثت۔ ریاکاری۔ حب جاہ اور رعوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اصول دین کی اہانت کرتا رہتا تھا۔ صحابہ کرام۔ متقدمین و متاخرین اہل علم اور مشائخ زندہ یا مرحوم ہر ایک کی مذمت و بے ادبی کرنے میں اُسے ہاک نہیں تھا۔ ایسا بد عقیدہ تھا۔ کہ تمام حرام باتوں کو شریعت کی ضد میں حلال اور فرائض کو حرام سمجھتا تھا اس نے ایک بے نقط تفسیر لکھی تھی۔ وہ بھی اپنی بدنامی پر پردہ ڈالنے کے لیے۔ کم بخت نے تفسیر بھی مستی و ناپاکی کی حالت میں لکھی تھی۔ اور اُس کے پائے ہوئے ٹکٹے مسودوں کو ناپاک کرتے رہتے تھے جس وقت اکبر اس کے آخری وقت پہنچا۔ تو اُسے دیکھ کر ٹکٹے کی طرح بھونکنے لگا۔ یہ بات خود بادشاہ نے اُس کے دیوان پر لکھی ہے۔ مرنے وقت اس کا چہرہ سوچ گیا تھا۔ اور ہونٹ سیاہ پڑ گئے تھے۔ اکبر نے ابو الفضل سے پوچھا اس کے لبوں پر اس قدر سیاہی کیوں ہے۔ کیا شیخ نے ہونٹوں پر ہنس لگا رکھا ہے۔ ابو الفضل نے کہا یہ خون جم گیا ہے جو تھے میں دکلا ہے۔ ایسے ناپاک بد بخت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعنہ کرنے والے کا ایسا ہی حشر ہونا چاہیے تھا۔ پورے چالیس سال شعر کہتا رہا۔ لیکن اس کے (باقی برٹ ۱۱)

دربار اکبری مذہبی اور سیاسی سازشوں کا اٹھاڑہ بن گیا۔ خالص علوم دینیہ کی کوئی حیثیت نہ رہی۔ عمار اگر اس طرف رجوع بھی کرتے۔ تو محض اس غرض کے لیے کہ اپنی خواہشوں کے مطابق اُن کی تفسیر کریں۔ اور جو کچھ وہ کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں۔ اُس کا جواز قرآن و حدیث سے نکالیں۔ اب اسی رنگ میں تفسیریں لکھی جانے لگیں۔ اور اسی انداز میں قرآن و حدیث کو معانی پہنانے لگے۔ جن مدارس میں درباری علماء کا زیادہ اثر و رسوخ تھا ان میں اسی قسم کا سلسلہ درس و تدریس جاری ہو گیا۔ حتیٰ کہ دربار شاہی میں بھی اسلامی آداب اور اسلامی علوم و فنون کی کوئی قدر و حیثیت نہ رہی۔ ۹۹ھ میں شیخ مبارک اور اُس کے بیٹوں اور ان کے حاشیہ نشینوں نے ایک اور نیا فتنہ جگایا۔ یعنی اکبر کو خلیفۃ اللہ - ظل اللہ اور مجتہد العصر بنا دیا۔ اور درباری علماء کو بلا کر اس کی تصدیق میں دستخط کرایے۔ بعض علماء نے اپنی ذاتی مصلحتوں کے پیش نظر اور بعض نے طوعاً و کرہاً دستخط کر دیے۔ جنہوں نے انکار کیا اُن کی وجہ معاش کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں۔ اور وظائف بند کر دیے گئے۔ مسجدیں ویران اور دینی مدارس بند ہو گئے۔ کتاب و سنت کو پس پشت ڈال کر اکبری دین اتہی کو ترویج دینے کی کوشش کی جانے لگی۔ اس وقت ہندوستان میں مذہب عجیب کس میرسی کے عالم میں تھا۔ مخدوم الملک شیخ عبداللہ انصاری سلطان پوری جو شیر شاہ سوری اور

دقیقہ حاشیہ ص ۳۵) سب شعر بے مزہ ہیں۔ مہمل باتوں کے بیان کرنے فخر و شان دکھانے اور کفر بکنے میں سب سے آگے تھا۔ اس کے کلام میں نہ ذوقِ عشق ہے نہ معرفت نہ لذت۔ اس کے شعر نے کسی کی افسردہ دل کو دور نہیں کیا۔ پرونیسیر رادکن نے تاریخ ادبیات ایران جلد چہارم میں اور علامہ شبلی نے شعرا العجم جلد سوم میں اس کے مذہبی افکار و معتقدات سے قطع نظر کر کے اس کے علمی فضل و کمال اور اس کے شعرا و ادب کی بڑی تعریف کی ہے۔

د حاشیہ صفحہ ہذا) علامہ عبداللہ سلطان پوری نام مخدوم الملک کے خطاب سے مشہور تھے۔ مضامین لاہور میں سلطان پور کے انصاری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ تمام علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ خاص کر علم فقہ و عربی لسانیات میں بے نظیر تھے۔ فقہ تاریخ (باقی بر صفحہ ۳۷)

اس کے بیٹے سلیم سے تا وقت اکبر صاحبِ رسوخ و اثر چلے آ رہے تھے۔ اور اپنے وقت کے اکابر علماء و فضلاء میں سے شمار ہوتے تھے۔ جب انہوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی تو ان کے اس احتجاج کو اس جماعت نے محض اپنے حصول اقتدار اور سیاسی اغراض و مقاصد کے پیش نظر نہ زور دیا۔ کیوں کہ اس سے قبل یہ طائفہ مخدوم الملک کے ہاتھوں اپنی اسی قسم کی بے اعتدالیوں کے باعث مصائب اٹھا چکا تھا۔ اب انہیں بدلہ لینے کا بہترین موقع حاصل تھا۔ اس گروہ نے ان کی خون ریز یوں، بد اخلاقیوں، بد اعمالیوں اور حب مال و جاہ کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔ ممکن بلکہ قرین قیاس ہے۔ کہ مخدوم الملک کی یہ کمزوریاں اور خامیاں اس تصادم میں بہ حد افراط پہنچ گئی ہوں۔ جن میں سے بعض کی تاویل و حمایت بھی نہیں کی جاسکتی۔ جیسا کہ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخبار میں شیخ عبدالنبی صدر الصدور کے

(بقیہ صفحہ ۳۶) اور دوسرے موضوعات پر کئی کتابیں لکھی تھیں۔ جن میں عصمتہ الانبیاء۔ شرح شمائل النبی زیادہ مشہور ہیں۔ ہمایوں نے ابتدائی دور میں شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا۔ عمر بھر رفع بدعت و الحاد میں کوشاں رہے۔ اس فضل و کمال کے ساتھ حب مال و جاہ بھی بے حد تھی۔ جتنے بڑے عالم تھے۔ اتنے ہی حریص و دولت مند تھے۔ اکبر کے زمانے میں دیوان خانہ شاہی کی وکالت پر فائز تھے۔ جب دین اکبری کے معاملے میں شیخ مبارک۔ ابوالفضل اور فیضی کی سازشوں سے اکبر سے بگڑی۔ تو بھر مکہ معظمہ بھیج دیئے گئے۔ مگر وہاں بھی استقلال کے ساتھ نہ رو سکے۔ کچھ عرصہ کے بعد واپس آ گئے۔ ابھی گجرات میں آ کر قیام ہی کیا تھا۔ کہ اکبر کے حکم سے ۹۹ھ میں زہر دے کر مراد دیئے گئے۔ گھر سے تین کروڑ کا خزانہ نکلا۔

دعاشیہ صفحہ ہذا ۱۵ شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کے بیٹے تھے۔ تحصیل علوم رسمہ کے بعد زیارت حرمین کے لیے گئے۔ مکہ معظمہ میں بعض فقہاء سے علم حدیث حاصل کیا۔ ہندوستان واپس آ کر محدثین کے طریقہ پر عمل کرنا شروع کیا۔ تقویٰ و پاک بازی اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ اکبر نے صدقات اور بنادیا۔ حدیث سننے کے لیے خود ان کے گھر جاتا۔ اور جیتیاں سیدھی کرتا۔ (باقی بر صفحہ ۳۸)

جہاں مجدی شیخ عبدالقدوس گشتی کے سوانح کے ضمن میں مخدوم الملک اور صدر الصدور کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کسی طرح نظر انداز نہیں کیے جاسکتے۔ ان دونوں کی

دبقیہ حاشیہ ص ۲۱، اکبری دربار میں مذہبی و سیاسی چالبازیوں کا اکھاڑہ بنا۔ تو ان کی عظمت کو بھی زوال آگیا۔ شیخ مبارک نے جب اکبر کے اجتہاد اور تمام مجتہدوں پر اس کی افضلیت کے متعلق محضر تیار کیا۔ تو انہیں اور مخدوم الملک کو زبردستی پکڑ کر لایا گیا۔ اور ان سے بھر و اکراہ محضر پر دستخط کرایے گئے۔ نیز ان دونوں کے زوال کا باعث ان کے آپس میں اختلافی و نزاعی مسائل بھی تھے۔ اکبر نے انہیں بھی حجاز بھیج دیا۔ مگر وہاں بھی ان دونوں کی باہمی کدورت نہ گئی۔ مخدوم الملک کی طرح یہ بھی وہاں قیام نہ کر سکے۔ ہندوستان واپس آ گئے۔ اکبر نے قید کر دیا۔ اسی حالت میں بڑی ذلت کے ساتھ ۹۹۱ھ میں وفات پائی۔

د حاشیہ صفحہ ۲۱، لے بعض اصحاب کا خیال ہے۔ کہ مخدوم الملک اور صدر الصدور کی نسبت ملا عبدالقدوس بدایونی نے منتخب التواریخ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ ان کی نکتہ چین طبیعت اور معاصرانہ چشمک کا نتیجہ ہے۔ درحقیقت ایسا نہیں۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخبار میں دونوں حضرات کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس سے پوری تصدیق ہوتی ہے۔ کہ بدایونی نے غلط نہیں لکھا صرف فرق اسلوب بیان کا ہے۔ ملا بدایونی بے پردہ و بے باکانہ لکھتا ہے۔ اور حضرت شاہ صاحب بڑے حزم و احتیاط سے اصلیت کو آشکارا کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

”شیخ عبدالقدوس را اولاد بسیار شد۔ و پسران او ہمہ عالم و متعبد و متلبس بلباس مشائخ۔ و از میان ایشان شیخ رکن الدین مردے متبرک بود۔ بمشرب فقر و محبت موصوف۔ بر قدم والد خود قدم می نهاد۔ از ابنار او شیخ عبدالغنی بود۔ کہ تحصیل بعضے علوم رسمی نموده بود۔ در جوانی متوجہ زیارت حرمین شد و پیش بعضے از فقہائے مکہ معظمہ برنخ از حدیث نبوی برخواتد۔ بعد از ان بوطن اصلی خود کرد۔ و بہ تزیین و تعشق بنسوب۔ با پدر و اہل علم بہ جہت مسئلہ توجید و سماع درانتاد۔ پدر را در باب اباحت سماع رسالہ نوشت و او نیز در باب آن رسالہ در ازکار سماع ساختہ لاجرم باعث ایند و کلفت بسیار شد و اپنی باعث شہرت او گشت۔ بادشاہ وقت در ان زمان صدر سے سے خواست (باقی بر صفحہ ۳۹)

آپس میں بحث و نزاع اور خپ مال و جاہ تو رہی ایک طرف۔ جس کا نتیجہ خود انہوں نے اپنی زندگی میں دیکھ لیا۔ مگر دین اکبری کو ترویج دینے والے۔ لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ کہنے والے۔ اسلام کے مسنون طریقہ سلام کو ترک کر کے اللہ اکبر کہنے والوں نے دین اسلام کی کونسی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اگر مخدوم الملک اور صدر الصدور دین کے منہاج اور اس کی اصلی روح کو نہ سمجھ سکے۔ تو اس طائفہ کی مذہبی بے قاعدگیوں اور بدعنوانیوں نے دین میں کونسی نئی روح بھونک دی تھی۔ اگر وہ اپنی افراط و تفریط میں جاوہ حق و صداقت سے ہٹ گئے تھے۔ تو انہوں نے کونسی صراط مستقیم اختیار کر لی تھی۔ اُن کے تعصب و

رہیقہ حاشیہ ۳۸ کہ بصفت علم و دیانت موصوفہ باشد۔ توسط بعضی اسباب و وسائل در شاہ صبر مسند صدارت نشست۔ زیادہ ازاں چہ استحقاق داشت۔ منصب عزت و صدارت یافت۔ و دریں امر کوں استقلال و استبداد زد۔ و از مال و جاہ اعتبار زیادہ ازاں چہ گفتہ شود نصیب او شد۔ بادشاہ وقت را بوسے اعتقاد عظیم پیداشد۔ و مردم بسبب آل در نظر اعتبارش بحقارت درآمدند۔ با شراف و اناسل کمتر از مراتب ایشان سلوک نمود۔ و ہر کہ بمزاج او راست نہ شد بہ معیار قبول او تمام نیاید۔ محروم ماند۔ بعد از مرور سنین و مشہور مزاج سلطنت بسبب بعضی حوادث بادے متخلف شد۔ و از منصب صدارت معزول گشت۔ و کان ذلک فی سنہ ۹۸۶ھ و اورا در لانا عبد اللہ سلطان پوری را کہ دانش مند و مقدم و رئیس و از زمان افغانان تا این زمان معتبر و معزز و مصلوب بہ مخدوم الملک۔ و بجزم و متانت رائے و تجارت امور و جمیع احوال موصوف بود۔ بہک فرستاد۔ و ہر دو را کہ مدتہا با ہم تخاصم و مخالفت بودند۔ بصورت رفیق یک دیگر ساختہ۔ بجانب بخت شریف ردال کردند۔ و با وجود آن ہرگز میان ایشان نہ در افتاد طریق و نہ در ان مقامات شریفہ اتفاق و القیام و رفیع کردورت، مورت نہ ست۔ آخر یہ صبری نمود۔ از کہ مظلوم بہ دیار ہند رجوع نمودند۔ فائدہ نہ کرد۔ مخدوم الملک در دیار گجرات فوت کرد۔ و شیخ عبد النبی باز بہ حضرت بادشاہ آمد۔ مدتہا در بندگی غلام مجوس بود۔ در برابر آن ہمہ عزت و جاہ و اعتبار کہ داشت۔ ذلت و حقارت و سبہ انتہائی دید۔ و ایانت و خواری کشید۔ و در حبس فوت کرد۔

تقدیر نے مذہب کو اتنا نہیں بگاڑا۔ جتنا ان کے الحاد اور بے قید اجتماع نے مسخ کرنے کی کوشش کی۔ بلکہ ان کے طریق کار نے دشمنوں اور غیر صالح عناصر کو سر اٹھانے کی سہ دی۔ ان کے اقتدار سے قبل سید محمد مہدی جو نپوری اور ان کے معتقدین شیخ عبد اللہ نیازی

لے جو نپور کے رہنے والے تھے۔ ۸۷ھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام یوسف تھا۔ ایک مجذوب دنیا کے مرید تھے۔ حالت جذب و سکریں انا مہدی کا نعرہ لگایا۔ جب ہوش میں آئے۔ تو دعویٰ مہدویت سے توبہ کر لی۔ اور مہدی موعود کے آنے کا اقرار کیا۔ لیکن معتقدین اور جہلار نے انہیں مہدی موعود بنا دیا۔ اور ایک نیا فرقہ پیدا ہو گیا۔ بعض کا کہنا ہے۔ کہ انہوں نے اگرچہ اپنے آپ کو مہدی کہا ہے مگر اس سے مہدی موعود مراد نہیں تھا۔ بلکہ ہادی و راہ نما۔ انہوں نے اصلاحی تحریک بھی شروع کی۔ کیوں کہ اُس وقت ہندوستان میں سمیت بدعتی اور طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔ کوئی حکومت احکام شرع کے اجرا و قیام کی ذمہ دار نہ ہوتی تھی۔ علمائے حق کم اور علمائے دنیا آور جاہل صوفیاء زیادہ تھے آپ نے احیاء شریعت کا نالغہ بلند کیا۔ اسی کے اثر شدید مخالف بھی معترف ہیں۔ کہ علوم رسمہ کے ساتھ نہ پرورداری اور ورع و تقویٰ میں لا جواب تھے۔ اصلاحی سلسلے میں اس باب اقتدار سے نگرانی۔ جب مخالفت کا بہت زور ہوا تو گجرات چلے گئے۔ لیکن علماء نے یہاں بھی مخالفت کی۔ یہاں سے حجاز کا رخ کیا۔ وہاں سے ایران پہنچے۔ سلطان اسماعیل صفوی کا زمانہ تھا۔ اس نے بھی وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔ دوبارہ ہندوستان کا رخ کیا۔ ابھی راستے ہی میں تھے۔ کہ فراہ کے مقام پر السبیل میں وفات پا گئے۔

۸۷ھ پہلے شیخ سلیم چشتی کے مرید تھے۔ مرشد سے اجازت لے کر حج کو گئے۔ وہاں بڑی ریاضتیں کیں۔ حرمین میں ہی سید محمد مہدی جو نپوری سے ملاقات ہوئی۔ معتقد ہو کر مہدی مذہب قبول کر لیا۔ اور ہندوستان واپس آکر بمقام بیانہ آباد ہو گئے۔ اپنے زہد و تقدس اور وعظ و نصیحت کے باعث بڑی بلندی ہی شہرت حاصل کر لی۔ اسی زمانے میں سلیم شاہ آگرہ سے پنجاب کی طرف آ رہا تھا۔ جب بیٹا کے قریب پہنچا۔ تو مخدوم الملک نے بادشاہ سے کہا کہ شیخ علانی کے فتنے سے تو نجات مل گئی ہے۔ مگر سب سے بڑا فتنہ شیخ عبد اللہ نیازی کا ہے۔ جو علانی کا مرشد اور سادہ سے نیازی پٹھانوں کا سردار ہے (باقی برصغیر)

مگر شیخ علائی نے طریقہ مہدویت کو فروغ دینا چاہا۔ اور مخدوم الملک نے دباننا چاہا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰) اور ہمیشہ دو تین سو مسلح آدمیوں سے بیانہ کے پہاڑوں میں من مانی کارروائی کرتا رہتا ہے۔ سلیم شاہ نے حاکم بیانہ کو لکھا۔ کہ شیخ عبد اللہ نیازی کو فوراً حاضر کرو۔ حاکم بیانہ شیخ کا بڑا معتقد تھا۔ اس نے شیخ کو یہاں سے کسی اور طرف نکل جانے کے لیے کہا۔ مگر شیخ نے نہ مانا اور شکر شاہی میں پہنچ کر نہایت آزادی دے باکی کے ساتھ بادشاہ کو سلام کیا۔ سلیم شاہ نے مخدوم الملک سے پوچھا۔ علائی کا مرشد یہی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ بادشاہ نے آدمیوں کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے ٹکڑیوں اور کوڑوں سے شیخ کو مارنا شروع کیا۔ جب یہ سمجھا کہ دم نکل گیا ہوگا چھوڑ کر گے بڑھ گئے۔ مگر شیخ میں ابھی جان باقی تھی۔ لوگوں نے اسی وقت چمڑے میں پست کر ایک دن رات آگ کی گرمی کے پاس رکھا۔ اس ٹکڑے سے اُن کے پوش و حواس درست ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد بیانہ کو چھوڑ کر سیاحت اختیار کی۔ پہلے افغانستان پہنچے۔ کچھ دیر یہاں قیام کیا۔ پھر پٹن اور بحوارہ کی سرحد میں مقیم ہو گئے۔ آخر میں سرینا آ رہے تھے۔ اور مہدوی مسلک سے توبہ کر لی تھی۔ اور اس عقیدے سے تمام مہدیوں کو باز رہنے کی تلقین کی تھی۔ ۹۰ برس کی عمر میں ستلہہ میں وفات پائی۔

لے والد کا نام حسن تھا۔ ان کے دادا شیخ طاہر ملتان سے بہار آئے۔ اور یہاں شیخ بڑھ سے علم حاصل کیا۔ ان کے باپ بھی ہمیں پیدا ہوئے۔ بنگال کے مشائخ سے تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی نصرا اللہ بڑے صاحب علم و فضل تھے۔ زیارت گنبہ کو گئے۔ وہاں سے لوٹ کر آئے۔ تو بیانہ میں مقیم ہو گئے۔ یہاں ان کے بڑے بھائی پیری مریدی کرتے تھے۔ شیخ حسن کی اولاد میں سے شیخ علائی نے اوائل عمری سے تکمیل علوم کر لی تھی۔ باپ کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہو گئے تھے۔ بھائی بھی ان کے فضل و کمال کی وجہ سے ان کا بڑا ادب کرتے تھے۔ ابتداء میں مشیخت کا بڑا غور اور پاس و لحاظ تھا۔ مگر شیخ عبد اللہ نیازی کا مسلک دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے۔ اور ایسے گرویدہ ہوئے کہ اُن کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر مہدوی مذہب کے پروردگار جانی ہو گئے۔ سلیم شاہ نے مخدوم الملک کے کہنے پر شیخ علائی کو دربار میں بلایا اور علماء کو جمع کیا۔ مہدویت پر بڑا مباحثہ ہوا (باقی برائے)

اور طاقت کا بھی استعمال کیا۔ اُس زمانے کے دیگر علماء و مشائخ نے بھی سید محمد مہدی کے
دعوائے مہدویت کے رد و قبول میں بہت کچھ لکھا۔ مگر یہ تحریک کسی نہ کسی صورت میں چلتی
رہی۔ مولانا شیخ جمال الدین معروف بہ شیخ بہلول دہلوی گو سید محمد مہدی کے دعوائے
مہدویت کے قائل نہ تھے۔ مگر اُن کی ولایت کے ضرور معترف تھے۔ اسی طرح حضرت
شیخ داؤد کرمانی چونی وال کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ انہیں سید محمد مہدی جو پوری کے

(بقیہ حاشیہ ص ۴۱) جس میں میر سید رفیع الدین محدث، میاں ابوالفتح تھانبیری اور مخدوم الملک
بھی شامل تھے۔ بادشاہ اس معاملہ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ مگر شیخ علائی اس ادعا سے باز نہیں آتے تھے۔
مخدوم الملک کہتے تھے۔ دعوائے مہدویت کرتا ہے۔ واجب القتل ہے۔ حالانکہ انہوں نے
خود دعوائے مہدویت نہیں کیا تھا۔ آخر اس روز عیسیٰ خاں کی سفارش سے معاملہ رفع دفع ہوا
مگر بادشاہ نے انہیں دکن چلے جانے کے لیے کہا۔ وہاں بھی ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا یہی عالم رہا
بلکہ اعظم ہمایوں شروانی وہاں کا حاکم ان کا معتقد ہو گیا۔ اور ایک خلق عظیم ان کی گرویدہ ہو گئی
۱۵۷۷ء میں انہیں پھر دربار میں طلب کیا گیا۔ اور عقیدہ مہدویت سے توبہ کرنے کے لیے کہا گیا۔
اس مرتبہ بادشاہ نے شیخ علائی کو اپنے پاس بلایا۔ اور کہا کہ تم میرے کان میں عقیدہ مہدویت سے
توبہ کر لو۔ پھر جہاں جی چاہے رہو۔ مگر شیخ نے اس دفعہ بھی بادشاہ کے کہنے پر عمل نہ کیا۔ اس پر اُس نے
اپنے سامنے کوڑے لگوائے۔ شیخ بیمار و کمزور تھے۔ تیسرے ہی کوڑے پر روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔
لاش کو ہاتھی کے پاؤں کے ساتھ باندھ کر فوج میں تشہیر کی گئی۔ اور حکم دیا گیا۔ کہ دفن نہ کیے جائیں۔
لے دہلی کے رہنے والے تھے۔ مشاہیر علماء اور اصحاب سلوک و طریقت سے تھے۔ سلوک و طریقت کی
تکمیل حضرت شیخ داؤد جہنی وال کی خدمت میں رہ کر کی تھی۔ اور علوم متداولہ میں سید رفیع الدین
محدث شیرازی کے شاگرد تھے۔ جو نویں صد ہجری کے اعظم محدثین سے تھے۔ ان کا سلسلہ تلمذ یہ یک
واسطہ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی تک پہنچتا ہے۔

۱۷۷۷ء۔ آپ کے والد عرب سے ہندوستان آکر پہلے مہبت پور جسے اب پٹی کہتے ہیں آباد ہوئے۔ بعد ازاں
قصبہ چونی وال جولاہور کے مضافات میں سے تھا۔ اقامت پذیر ہو گئے۔ یہاں شیخ داؤد اپنے والد کی
(باقی بر ص ۴۳)

متعلق منکشف ہوا تھا۔ کہ اُن کی ولایت برحق ہے۔ اور جو علماء اُن کی تکفیر کر رہے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ حالانکہ اخبار الانبیاء اور خزینۃ الاصفیاء میں درج ہے۔ کہ شیخ داؤد طریقہ مہدویہ کو طریقہ باطلہ سمجھتے تھے۔ بعض علماء و مشائخ نے سید محمد مہدی جو پوری کے دعوائے مہدویت کے رد و قبول میں بین بین طریقہ اختیار کیا۔ اور اُن کے احوال و مقامات کو جذب و سکر قرار دے کر خاموش ہو گئے۔ مگر اصل معاملہ جوں کا توں رہا

(بقیہ حاشیہ ص ۴۲) وفات کے چند ماہ بعد پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پھر مولانا اسماعیل جو مولانا عبدالرحمن جامی کے شاگردوں سے تھے۔ علوم ظاہری سے مستفیض ہوئے۔ پھر مخدوم شیخ حامد الحسنی الجیلانی اچھی کے مرید ہوئے۔ اور تکمیل سلوک و طریقت کے بعد خرقہ خلافت پایا۔ صاحب حال صحیح و کشف صریح تھے۔ راہ سلوک میں بے حد ریاضت و مجاہدہ کیا تھا۔ ۹۸۲ھ میں وفات پائی اہل عرفان آپ کا سال وفات ہے۔ مخدوم الملک جس زمانے میں بعض اکابر علماء و صلحاء کے درپے آزاد تھے۔ ان کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ سلیم شاہ کا فرمان بھیجا کہ طلب کرایا۔ آپ دو خادموں کو لے کر روانہ ہوئے۔ گوالیار سے باہر ملاقات ہوئی۔ مخدوم الملک شیخ کو دیکھ کر اور اُن کی باتیں سن کر بہت متاثر ہوئے۔ اور عزت و احترام کے ساتھ واپس کیا۔ دوران گفتگو میں شیخ نے مخدوم الملک سے اپنی طلبی کا سبب پوچھا۔ مخدوم الملک نے کہا کہ میں نے سنا ہے۔ کہ وثب ذکر آپ کے مرید یا داؤد یا داؤد کہتے ہیں۔ شیخ نے جواب دیا شاید اشتیاء سماع ہے۔ وہ یا داؤد یا داؤد کہتے ہو گئے۔ صاحب اخبار الانبیاء حضرت سید برہان الدین قطب عالم نمبرہ حضرت سید مخدوم جلال الدین مخدوم جہانیاں کی زبانی تحریر کرتے ہیں۔ کہ حضرت قطب عالم فرماتے ہیں۔ کہ جب میں شیخ داؤد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ کے طریقہ و عطر و نصیحت کے غلبہ کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ شاید شیخ طریقہ مہدویہ کے پیرو ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ نے فرمایا: مہدویہ طریقہ خالص و مبطلہ ہے۔ اُن کی روش بطریق متعارف بہ سند صحیح حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک ثابت نہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ مسئلہ مہدویت موقوف علیہ ایمان و اسلام نہیں ہے۔ تعین علامت مہدی میں سخت اختلاف واقع ہوا ہے۔ اموی و عباسی خانہ جنگی سے لے کر آج تک یہ عقیدہ سیاسی و جماعتی تغلب کیلئے استعمال ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے۔ اپنے اصول مقاصد کے لیے کئی فرقوں کے تعین ذات مہدی کے لیے حدیثیں وضع بھی کیں +

شیخ مبارک بھی آزاد خیال اور آزاد مشرب ہونے کے باعث طریقہ مہدیت کے عمود تھے۔ پھر اس کے مقابلے میں شیعیت بھی کسی نہ کسی طریقے سے فروغ پا رہی تھی۔ اور اُس کا بڑا سبب یہ تھا۔ کہ ۹۵ھ میں جب ہمایوں شیر شاہ افغان سوری سے شکست کھا کر ایران گیا اور وہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد شاہ طہماسپ صفوی کی امداد سے دوبارہ سلطنت حاصل کی۔ تو رخصت کے وقت شاہ طہماسپ نے ہمایوں سے وعدہ لیا تھا۔ کہ ہندوستان میں تبلیغ شیعیت پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ بلکہ خود ہمایوں پر قیام ایران میں شیعیت قبول کرنے کے متعلق بڑا زور ڈالا گیا۔ اگر اُس کی ہمیشہ سلطنام خانم وزیر سلطنت قاضی جہاں اور طبیب شاہی نور الدین کا قدم درمیان میں نہ ہوتا۔ تو شاید ہمایوں ایران ہی سے شیعیت قبول کر کے آتا۔ مگر بدراہوتی لکھتے ہیں۔ اسے شیعہ مذہب قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ اس مسئلہ پر ہمایوں سے بڑے مباحثے ہوئے۔ آخر ہمایوں نے کہا۔ اپنے سارے عقائد ایک کاغذ پر لکھ کر لاؤ۔ جب بادشاہ کے آدمی وہ لکھ کر لائے۔ تو ہمایوں نے اُس کاغذ کے مضمون کو پڑھا۔ اور خطبہ میں شیعوں کے مسلک کے مطابق بارہ اماموں کے نام بھی دہرا دیئے۔ جہانگیر کے عہد میں نور جہاں کے اثر و رسوخ سے شیعہ علماء و شعرا کثرت سے ہندوستان آئے۔ تو شیعیت اور ایرانی تہذیب و تمدن کو زیادہ فروغ دیا۔ اگرچہ اس کی ابتداء ہمایوں و اکبر کے عہد ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ مخدوم الملک اور دیگر علمائے ہند کو فتنہ مہدویت و شیعیت کے ساتھ شیخ مبارک اور اُس کے بیٹوں کی بے راہ رومی اور تصوف کے اُن غیر صالح اور غیر اسلامی تصورات و نظریات کا بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ جو بحیثیت عقیدہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اور شیخ حسین اور شیخ مادھو ایسے آزاد مشرب

۱۔ شیخ بہلول دریائی المتوفی ۹۸۳ھ کے مرید و خلیفہ تھے۔ سرخ لباس پہنتے تھے۔ اس لیے لال حسین مشہور ہوئے۔ ان کا دادا کلجس رائے ہندو تھا۔ اور فیروز شاہ تغلق کے عہد میں مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ حسین کا باپ عثمان نامی دین دار آدمی تھا۔ بافندگی پیشہ تھا۔ شیخ حسین ۹۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ سات برس کے ہوئے۔ تولاہور کے ایک فاضل حافظ ابو بکر کے حلقہ درس میں شامل ہو کر قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا۔ چھ سات پارے حفظ بھی کر لیے تھے۔ کچھ دینیات میں بھی استعداد بہم پہنچائی۔ اس دوران میں طبیعت دبا کی برکت

اور بے شرع لوگ پیدا ہو کر دین کی تضحیک کا سبب بن رہے تھے۔ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی قدس سرہ کا احتجاج انہی غیر اسلامی تصورات اور تصوف کے اسی مقام سکر اور ہمہ دست کے

دبقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴) سلوک کی طرف مائل ہوئی۔ شیخ بہلول دریائی کے مرید ہوئے۔ مدت تک ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ حضرت شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار پر کچھ عرصہ معتکف بھی رہے۔ آخر میں آزاد مشرب ہو کر طریقہ سلامیت اختیار کر لیا۔ شرعی حدود و قیود کو توڑ ڈالا۔ علانیہ شراب پیتے۔ گانا سنتے۔ طوائفیں ان کی مجلس میں آکر رقص و سرود سے محفل کو گرماتیں۔ دائرہ میں بونچھ منڈواتے تھے۔ ان کے مرید و خلیفہ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ جب تک کوئی شخص دائرہ میں بونچھ کا صفایا نہ کر دیتا۔ ان کا مرید نہیں ہو سکتا تھا۔ اپنے مرید کو اپنے ہاتھ سے شراب کا پیالہ دیتے۔ اگر وہ پی لیتا۔ تو مریدوں میں شامل سمجھا جاتا۔ نہیں تو مجلس سے باہر نکال دیا جاتا۔ غرض ان کا ہر عمل قرآن و سنت کے خلاف تھا۔ مگر باہنہ صاحب کرامت سمجھے جاتے تھے۔ ان بدعتوں اور خلاف شریعت باتوں کے باوجود دارا شکوہ نے اپنی کتاب حسنات العارفین میں ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ اور ایک دو کربانتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے کہ جہانگیر اور حرم سرائے اکبری کی اکثر بیگمات شیخ کی عقیدت مند تھیں۔ رسالہ بہارِ اور حقیقت الفقراء شیخ حسین کی سوانح حیات کے قدیم ماخذ ہیں۔ رسالہ بہارِ یہ اکبر کے عہد میں لکھا گیا تھا۔ اس کا مصنف منشی بہار خاں ہے۔ جسے جہانگیر نے شیخ حسین کے روزنامہ لکھنے پر مقرر کیا تھا۔ حقیقت الفقراء شیخ مادھو کے ایک مرید پیر محمد نے شاہ جہان کے عہد میں نظم میں لکھی تھی۔ یہ دونوں کتابیں آج کل نہیں ملتیں۔ مگر ان کتابوں کے اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ محض تقلید ہی اور اعتقادی رنگ کی کتابیں تھیں۔ دارا شکوہ نے حسنات العارفین میں شیخ حسین کو ملائیت گردہ کا سردار لکھا ہے۔ تضحیک کتاب سنت اگر عزمان و حقیقت شناسی ہے۔ تو پھر واقعی ان افعال پر جتنی ملامت کی جائے کم ہے۔ حالانکہ کتاب و سنت کا مقصود تزکیہ ظاہر و باطن ہے۔ اور ولی کی سب سے بڑی کرامت اس کا اتباع کتاب و سنت ہے۔ اسکے علاوہ جو کچھ کہہ سکیں۔ نکسال باہر ہے۔ شیخ حسین پنجابی پراکت کے شاعر بھی تھے۔ ان کا کلام شاہ حسین کی کافیاں کے نام سے مشہور ہے۔ شاعر میں وفات پائی۔ ان کے خلفاء میں سے شیخ مادھو زیادہ مشہور ہیں۔ یہ قوم کے برہمن تھے۔ شاہدہ میں رہتے تھے۔ حسین و جمیل تھے۔ اور شیخ حسین کے منظور نظر تھے۔ اور انہیں کی رغبت و محبت سے مسلمان ہوئے تھے۔ شیخ کی وفات کے بعد ہی ان کے خلیفہ و جانشین ہوئے۔ ۹۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۰۲۵ھ میں فوت ہوئے۔

خلاف تھا۔ جس نے اسلامی معتقدات اور تہذیب و تمدن پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ اگر مخدوم الملک اور ان کے ہم نوا مخالف گروہ کے قول کے مطابق اپنے تعصب و تشدد اور افراط و تفریط کے باعث اسلام کی کوئی خدمت سرانجام نہ دے سکے۔ تو یہ بد مقابل گروہ بھی اپنے فکری اجتہاد اور حکمت و دانش کے پردے میں الحاد و زندقہ ہی کو فروغ دیتا رہا۔ اگر اس وقت کے تمام حالات و واقعات کا جائزہ لیا جائے۔ ورتام اسباب و علل پر روشنی ڈالی جائے۔ تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ مسلمانوں کا مذہبی و سیاسی زوال اکبر ہی کے عہد سے شروع ہو گیا تھا۔ اکبری تعلیمات کا بہترین ثمر شاہ جہان کا آزاد نمایاں بیٹا دارا شکوہ تھا۔ جس کے متعلق علامہ اقبال

لے شاہ جہان کا فرزند اکبر تھا۔ بہترین اساتذہ وقت سے تعلیم و تربیت پائی تھی۔ باکمال شاعر۔ اعلیٰ درجے کا انشا پرداز اور مشاق خطاط تھا۔ ملتانہ بدخشانی قادری کامرید تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس کے مذہبی رجحانات اور معتقدات کی افراط و تفریط اور سیاسی مصلحتیں اس کے قتل کا سبب ہوئیں۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کی شخصیت کو تا حال مورخین نے پوری غیر جانب داری کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا۔ سیاسی مصلحتیں تو خیر اور رنگ زیب عالم گیر جانتا ہوگا۔ ملوکیت میں اکثر ایسے واقعات پیش آتے رہتے تھے۔ حصول اقتدار کے سامنے باپ بیٹا، چچا بھائی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ مگر یہ عجیب بات ہے۔ کہ نظریہ ہمہ اوست۔ جو عقیدہ جبر کی حسین و جمیل تاویلی و تفسیر ہے۔ اس کے قتل کا موجب بنے۔ یہی چیز اگر شیخ محی الدین ابن العربی بیان کریں۔ تو امام مودعا بن جائیں حضرت شیخ محمد میاں میر اور ملا شاہ بدخشان اور دیگر ایسے بزرگ کہیں۔ تو عرفان و حقیقت ہو جائے۔ دارا شکوہ کہے۔ تو اس میں ارتداد نظر آنے لگے۔ اس چہ بواہجیت +

شیخ اکرام اپنی کتاب رود کوثر میں نظریہ ہمہ اوست اور نظریہ ہمہ اوست کا مقابلہ کرتے ہوئے دارا کے قتل کا باعث عقیدہ ہمہ اوست ہی قرار دیتے ہیں۔ اگر واقعی یہ حقیقت ہے۔ تو پھر اس کوچے میں صرف قابل گردن زدن دارا شکوہ ہی نہیں ہے۔ سفینۃ الاولیاء سکینۃ الاولیاء۔ حسات العارفین۔ مجمع البحرین رسالہ حق نما رسالہ معارف۔ دیوان اکبر اعظم۔ اس کا مشہور تصانیف ہیں۔ یہ سیاسی مجرم اور موحارستہ میں قتل ہوا۔

فرماتے ہیں :-

تختم الحاد سے کہ اکبر پر ورید باز اندر فطرت دارا و مسید
جس کی رہی سہی کمی تصوف کے نظریہ ہمہ اور ست۔ اور ملا شاہ بدخشاہی کی صحبت نے
پوری کر دی تھی۔ ملا جی بڑے فخریہ لہجے میں کہتے ہیں :-

پنجرہ در پنجرہ خدا دارم من چہ پروائے مشطقی دارم
دارا شکوہ ابتداء ہی سے اپنے نظریات و معتقدات کے باعث ہندوؤں میں بے حد
مقبول تھا۔ وہ اسے اپنے آئندہ سیاسی عزائم کا آلہ کار بنانا چاہتے تھے۔ مگر قدرت کو ابھی
ایسا منظور نہ تھا۔ عنان اقتدار اور نگ زیب عالم گیر کے ہاتھ میں آ جاتی ہے۔ اس مرد مومن کے
مذہبی و سیاسی اصول واضح تھے۔ یہ کفر و اسلام میں حد فاصل رکھنا چاہتا تھا۔ جس کو کہ اکبر
مٹانا چاہتا تھا۔ اور نگ زیب عالم گیر حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی کی تعلیمات

لے شیخ شاہ محمد نام تھا۔ مگر ملا شاہ بدخشاہی قادری کے نام سے مشہور تھے۔ باپ کا نام ملا عبدی
تھا۔ موضع ارکسان جو بدخشاہ کے مضافات سے ہے۔ وہاں کے رہنے والے تھے۔ علوم متداولہ
کے اکتساب کے بعد راہ سلوک میں قدم رکھا۔ اور طلب حق میں وطن سے نکلے۔ پہلے کشمیر آئے۔
تین سال یہاں قیام کیا۔ پھر ہندوستان کا رخ کیا۔ ارادہ آگرہ جانے کا تھا۔ کہ لاہور میں حضرت
شیخ محمد میاں میر المتونی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ ان کے کمالات سے متاثر ہو کر حلقہ ارادت میں
داخل ہو گئے۔ آپ کی خانقاہ میں بے حد ریاضت و مجاہدہ کیا۔ حتیٰ کہ تجرید و تفرید میں منفرد ہو گئے
دارا شکوہ کے مرشد تھے۔ اس کے قتل اور شاہ جہان کی نظربندی کے بعد کشمیر چلے گئے تھے۔ الحاد سے
بھی متہم ہوئے۔ اور نگ زیب دربار میں غائب کیا۔ مجبوراً آئے۔ اور لاہور پہنچ کر اور نگ زیب کی تخت نشینی کی تاریخ لکھ کر

دہلی بھیجی۔ صبح دل من چو گل خورشید شگفت حق ظاہر شد و غبار باطل رارفت

تاریخ جلوس شاہ اورنگ مرا خل الحق گفت الحق این را حق گفت

اورنگ زیب نے رباعی پڑھ کر دربار میں حاضری معاف کر دی۔ اور لاہور میں رہنے کا حکم دیا۔ ۱۶۵۹ء میں تائب

پائی۔ اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔ تمام اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔ سارا کلام غار نمانہ و موحدانہ ہے۔

اور تجدید و اصلاح سے بے حد متاثر تھا۔ آپ کے فرزند حضرت شیخ محمد معصوم امتونی شہنا کے ساتھ وابہانہ عقیدت و محبت رکھتا تھا۔ عمر بھر امارت میں فقیری کی انہی اوصاف اور محبت اسلام کے باعث ہندوؤں اور انگریز مورخین کا معتبوب رہا ہے۔ ان حالات و واقعات کے بیان کرنے کا مقصد و حید یہ تھا کہ ایک تو اس زمانے کے مذہبی و سیاسی حالات مجمل طور پر سامنے آجائیں۔ اور دوسرے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی عبدالسلام مفتی و مدرس لاہور کے دادا مولانا مفتی غیاث اللہ اور ان کے فرزند مولانا قاضی مفتی محمد طاہر نے اس پُربہ آشوب زمانے میں ان تمام آلودگیوں سے اپنے دامن کو پاک رکھا۔ اور کسی طائفہ کی ہم نوائی نہیں کی۔ بلکہ نہایت خاموشی و اطمینان کے ساتھ علوم دینیہ کی نشر و اشاعت اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔ نیز ارشاد و ہدایت کا جو سلسلہ بزرگوں سے چلا آرہا تھا۔ اس کو بھی جاری رکھا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی عبدالسلام مفتی و مدرس لاہور نے بھی عمر بھر یہ مسلک قائم رکھا۔ اور پچیس برس تک تشنگانِ علم و ہدایت کو سیراب کرتے رہے۔ آپ کا حلقہ درس بڑا وسیع تھا۔ طالبانِ علوم دینیہ و ورور سے آکر اخذ فیض کرتے تھے۔ بعد نور الدین محمد جہانگیر ۳۵ سالہ میں وفات پائی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد امجاد میں سے مولانا مفتی محمد محمود۔ مولانا مفتی برہان الدین اور مولانا مفتی شیخ کمال الدین خورد بعد شہاب الدین محمد شاہ جہاں اور محی الدین اورنگ زیب عالم گیر لاہور کے حید علماء و فضلاء و فقہار سے تھے۔

ملا بایزید۔ ملا عبدالسلام۔ مولوی محمد سعید اعجاز۔ مولوی عبدالحکیم گیلانی

لے گیلان کے ایک سب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان نقل مکان کر کے ملتان آکر آباد ہو گیا تھا۔ اس خاندان کی علمی شہرت سن کر بابر نے ان کے والد کو دہلی بلا لیا تھا۔ ملا بایزید نے وہیں تعلیم تربیت پائی۔ اور فضیلت علمی حاصل کی۔ پہلے دہلی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر لاہور آ گئے۔ طلبہ کے علاوہ اہل علم بھی آپ کے حلقہ درس میں شریک ہو کر مستفید ہوتے تھے۔

یہ معقولات و منقولات میں کامل و اکمل تھے۔ پچاس برس تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔

(باقی برص ۴۹)

مولوی محمد سعید اعجاز۔ مولوی عبدالحمکیم گیلانی۔ مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔
حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی۔

دقیقہ حاشیہ ص ۱۸۰، تفسیر بیضاوی پر نہایت عمدہ حواشی لکھے۔ اکبر کے وزیر مالیات ابیر فتح اللہ شیرازی
سے ریاضی و تفسیر پڑھی تھی۔ شیخ اسحاق کاکو۔ شیخ سعد اللہ بنی اسرائیلی اور قاضی عبداللہ بن جالندری
کے حلقہ درس سے بھی اخذ فیض کیا تھا۔ ملا عبدالسلام دہلوی اور میرک شیخ ہمدانی آپ کے ارشد
تلامذہ میں سے تھے۔

۱۷۰۰ء جہانگیری عہد میں دہلی سے لاہور آئے۔ عمر کا بیش تر حصہ درس و تدریس میں گزارا۔ علوم
دینیہ کے ساتھ معقولات کو بھی بڑی محنت سے حاصل کیا تھا۔ شعر و شاعری میں بھی مذاق سلیم رکھتے
تھے۔ ظاہری و معنوی خوبیوں کے جامع تھے۔

۱۷۰۰ء ملا باغید کے تیسرے بیٹے تھے۔ سب سے زیادہ علمی شہرت انہوں ہی نے حاصل کی۔ جہانگیری دور
حکومت میں اپنے علمی فضل و کمال کے باعث مشہور زمانہ تھے۔ متوکل اور اخلاق حسنہ کے جامع تھے۔
جہانگیر نے کئی مرتبہ دربار میں بلایا۔ مگر نہیں گئے۔ تمام عمر درس و تدریس میں گذاری۔ باپ کے صحیح جانشین تھے۔
حضرت شیخ سید جمال الدین ابو حسن موسیٰ پاک شہید ملتانی المتوفی سنہ ۱۰۸۰ھ کے مرید و خلیفہ تھے۔ انکی وفات
کے بعد حضرت شیخ عبدالوہاب شاذلی حشتی سے اخذ فیض کیا۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل و اکمل تھے۔
شرح مشکوٰۃ عربی و فارسی۔ صراط مستقیم۔ اخبار الاخبار۔ شرح فتوح الغیب۔ جذب القلوب۔

زاد المتقین۔ مدارج النبوت آپ کی شہرہ آفاق تصانیف ہیں۔ جہانگیر کے زمانے میں مقبول خاص و عام
تھے۔ بادشاہ ملاقات کے لیے آپکے مکان پر حاضر ہوا تھا۔ اور آپ نے اپنی مشہور تصنیف اخبار الاخبار تدریجاً
تھی۔ تمام عمر رفع بدعت و الحاد میں کوشاں رہے۔ آپکے عہد اکبری سے لیکر اپنے عہد تک کے تمام حالات و
واقعات کا جائزہ بڑے غور و فکر کے ساتھ کیا تھا۔ اور دینی نصاب تعلیم میں قرآن و حدیث کو مقدم قرار دے کر
ہر طالب علم کے دل میں نقش کر دیا تھا۔ کہ جو شخص قرآن و تفسیر میں اپنی رائے کو دخل دے وہ کفر کا مرتکب ہے۔

وہ علم عام نہیں ہے۔ جو دین و ملت کی تقویت کا باعث نہ ہو۔ بعد شاہ جہان ۱۰۵۱ھ میں وفات پائی
نے شیخ احمد اسم گرامی۔ مجد الف ثانی لقب۔ حضرت شیخ عبدالاحد فاروقی کابل کے نامور قریزند تھے۔
(باقی برص ۵)

دابقہ حاشیہ ص ۱۷) آپ کے بزرگ کابل سے تشریف لاکر بمقام سرہند آباد ہو گئے تھے۔ آپ یہیں ۱۰۰۰ میں پیدا ہوئے۔ دہلی کے مشہور عارف کامل حضرت محمد باقی دہلوی المتوفی ۱۰۰۰ھ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے والد ماجد سے بھی اخذ فیض کیا تھا۔ جامع شریعت و طریقت تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں بے عدیل و بے نظیر تھے۔ تصوف کے تمام سلاسل سے التساب فیض کیا تھا۔ کتاب سنت سے مراد تجاوز کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ اصلاح و تجدید اور تبلیغ اسلام کا آواز اس زور سے بلند کیا کہ جس کی صدا بازگشت آج تک دنیا کے اسلام کے در و دیوار سے آرہی ہے۔ اسی لیے آپ کو الف ثانی یعنی دوسرے ہزار سالہ دور کا مجدد کہتے ہیں۔ عہد اکبری و جہانگیری کے مذہبی و سیاسی حالات و واقعات کا احساں جس طرح حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو ہوا تھا۔ اسی طرح ان نازک حالات کا احساں آپ کو بھی ہوا۔ چنانچہ آپ نے اپنے تمام مریدین و احباب کو لکھا: کہ ہمیں اور تمہیں چاہیے کہ اپنے عقائد کو کتاب سنت کے مطابق جس طرح پر علمائے حق نے سمجھے اور اخذ کیے ہیں درست کریں۔ کیونکہ ہمارا اول تمہارا سمجھنا ان حضرات کی رائے کے مطابق نہیں تو قابل اعتبار نہیں۔ اس لیے کہ ہر بدعتی اپنے خیالات کی بنیاد قرآن و سنت ہی پر رکھتا ہے۔ مکتوب جلد اول۔ آپ کو اس اصلاح و تجدید کے سلسلے میں قیصر ہند کے مصائب بھی اٹھانے پڑے۔ جہانگیر کے دربار میں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ نور جہاں کے اثر و رسوخ کے باعث شیعی علماء کا اقتدار بڑھ گیا تھا۔ آپ جب رفع بدعت و شیعیت میں رسائی لکھے تو ان لوگوں نے آپ کے خلاف شکایتیں کیں۔ اس لیے بھی کہ دربار میں اہل سنت اکابر اور فوج کے بڑے بڑے عہدہ دار آپ ہی کے مرید تھے۔ جہانگیر کے کان بھرنے شروع کیے۔ کہ یہ آپ کے خلاف بغاوت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے ایک مکتوب کی غلط توجیہ تاویل کر کے یہ ثابت کرینی کوشش کی کہ شیخ احمد اپنے آپ کو حضرت صدیق اکبر سے فوق و افضل ثابت کرینی کوشش کرتے ہیں۔ جہانگیر نے آپ کو دربار میں بلا دیا۔ آپ ایک مرد کو کی طرح دربار میں آئے۔ نہ تعظیمی سجدہ کیا اور نہ کسی دوسرے غیر اسلامی طریق کے مرکب ہوئے۔ گو یہ امر جہانگیر پر نہایت گراں گذرا مگر مصلحت وقت کے پیش نظر خاموش رہا۔ آپ نے نہایت حق گوئی اور آزادی و بیباکی کے ساتھ تمام باتوں کی توضیح و تشریح بڑی شرح و بسط کے ساتھ کی۔ کہ جہانگیر مطمئن ہو گیا اور آپ کو بڑی عزت و تکریم کے ساتھ رخصت کیا۔ مگر اس طائفہ کی سازشیں برابر جاری رہیں۔ آخر جہانگیر نے آپ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد خود ہی آپ کو رہا کر دیا۔ اور خدمت میں نذرانہ پیش کیا۔ اور کچھ عرصہ تک اپنے ساتھ رکھا۔ اور شاہ جہاں کو آپ کی خدمت میں رہنے کا حکم دیا۔ ایک دفعہ کشمیر جاتے ہوئے آپ کی دعوت بھی قبول کی۔ جہانگیر شاہ جہاں فیض کمال احمدؒ کے شاگرد ہیں وفات پائی۔

حضرت شیخ محمد طاہر نقشبندی مجددی۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی آپ کے قابل ذکر
معاصرین ہیں۔

سنہ ۱۲۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔ پہلے شاہ سکندر کشتلی کے مرید ہوئے۔ پھر شیخ عبدالاحد والد بزرگوار
حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کی صحبت میں رہے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مجدد کے ہم نشین
وہم صحبت رہے۔ پھر انہیں کے مرید ہو گئے۔ اور حضرت کے دونوں فرزندوں شیخ محمد معصوم اور
شیخ احمد سعید کے اتالیق رہے۔ اپنے وقت کے جید علماء اور مشاہیر صوفیاء میں سے تھے۔ بے حد
ریاضت و مجاہدہ کیا تھا۔ مرجع خلافت تھے۔ حضرت مجدد کے حکم سے لاہور آکر قیام پذیر ہو گئے تھے
کسی معاوضہ کے بغیر وعظ اور درس و تدریس کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ کتب فقہ و حدیث
و تفسیر اپنے قلم سے لکھتے۔ محنتی و فصیح کرتے۔ اور اُس سے جو رزق حلال حاصل ہوتا۔ اُسے اپنے
مصرف میں لاتے۔ اپنی ضروریات کے لیے کسی سے ایک جہ بھی نہ لیتے تھے۔ ”روشن آفتاب“
سنہ ۱۳۱۷ھ میں وفات پائی۔

پیشہ کے اکابر علماء اور جید فضلاء میں سے تھے۔ مولانا کمال الدین کشمیری سیالکوٹی کے
ارشاد تلامذہ میں سے تھے۔ اصلی وطن سیالکوٹ تھا۔ مگر تمام عمر لاہور میں درس و تدریس میں گذاری
تفسیر میضیٰ و سی پر لا جواب حاشیہ لکھا۔

کتاب غنیۃ الطالبین مصنفہ حضرت شیخ سیار عبدالقادر جیلانی کا ترجمہ حضرت شیخ بلاول قادری
المتوفی ۱۳۱۷ھ کے ایما سے کیا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی کو پہلے پہل آپ ہی نے مجدد الف ثانی کے
خطاب سے مخاطب کیا۔ اور انہوں نے انہیں آفتاب پنجاب کے لقب سے ملقب فرمایا۔ جہاںگیر
و شاہ جہان کے عہد میں مقبول خاص و عام تھے۔

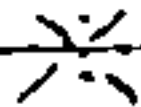
”محزون علم عبدالحکیم“ سنہ ۱۳۶۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت مولانا مفتی شیخ کمال الدین خوروقدس سرہ

اپنے زمانے کے عالم متبحر اور فقیہ کامل تھے۔ اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں قرآن و حدیث تفسیر و فقہ اور دیگر علوم دینیہ کا درس دیا کرتے تھے۔ سلوک و معرفت میں بھی مقام بلند اور درجہ ارجمند رکھتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ کے شیخ الوقت تھے۔ حلقہ درس ہو یا حلقہ ذکر و فکر قال اللہ وقال الرسول کے سوا کسی بات کا ذکر نہ ہوتا تھا۔ اپنے آباؤ اجداد کی تقلید میں کسی امیر و بادشاہ کے دربار میں نہیں گئے۔ نہایت متوکل اور مستغنی المزاج تھے۔ بھر اور نگ زیب عالم گیر اعظم الاولیا سنہ ۱۰۹۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت مولانا حافظ مفتی محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی شیخ کمال الدین خورد کے خلیف اکبر تھے۔ لاہور کے جید علماء و فضلاء سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں مقتدرائے زمانہ مانے جاتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ میں اپنے پدر بزرگوار کے مرید و خلیفہ تھے۔ علوم دینیہ میں سے خاص کر درس حدیث ان کا مشغلہ تھا۔ تمام عمر ظاہری رسوم و قیود سے آزاد رہے۔ امرار سے ملنا پسند نہیں کرتے تھے۔ درس و تدریس میں بے نظیر اور اعلائے کلمہ حق میں بے خوف تھے۔ مستغنی المزاج اور سادہ لباس تھے۔ آپ کو دیکھ کر سلف صالحین کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی تھی۔ بعہد روشن اختر۔ محمد شاہ "مفتی الشرع" رحمہ اللہ ہیں وفات پائی۔



حضرت مولانا حافظ مفتی محمد تقی قدس سرہ

حضرت مولانا حافظ مفتی محمد تقی کے خلف الرشید تھے۔ اپنے والد ماجد ہی کی زندگی میں طلبہ کو درس دیا کرتے تھے۔ علوم دینیہ اور عربی ادب میں پوری دست گاہ رکھتے تھے۔ ادق سے ادق مسئلہ طلبہ کو بہ آسانی ذہن نشین کرا دیتے تھے۔ تمام عمر فقر و توکل۔ تجرید و تقرید اور ایثار و عمل میں گذارے۔ اپنے علمی فضل و کمال کے باعث صاحب فتویٰ تھے۔ اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں درس قرآن و حدیث و فقہ دیا کرتے تھے۔ طلبہ و مریدین کی تہذیب و تکمیل پر خاص توجہ رکھتے تھے۔ بعد اعز الدین محمد عالم گیر ثانی "سنن عالم تاب" ۱۲۶ھ میں وفات پائی۔



حضرت مولانا خواجہ مفتی محمد ایوب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حافظ مفتی محمد تقی کے فرزند ارجمند تھے۔ اپنے دادا اور اپنے والد کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی تھی۔ سلسلہ سہروردیہ میں انہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ خواجہ ایوب کے نام سے مشہور زمانہ ہوئے۔ اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم فقہی فاضل اور صوفی و متکلم تھے۔ آپ کی ذات بابرکات جامع شریعت و طریقت تھی۔ فقر و توکل زہد و ورع اور عبادت و ریاضت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں علوم اسلامیہ کا درس دیا کرتے تھے۔ بے شمار طالبان علم و ہدایت آپ کی ذات گرامی سے اکتساب فیض کیا۔ مثنوی مولانا روم سے خاص شغف تھا۔ اس کے حقائق و معارف بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز حلقہ درس میں مثنوی کے مطالب و معانی بیان کر رہے تھے۔ کہ ایک شخص متعدد بار سمجھانے کے باوجود نہ سمجھ سکا اور اس کی تسلی خاطر نہ ہوئی۔ چنانچہ اس نے اُسی روز حضرت مولانا محمد جلال الدین لدھی قدس سرہ کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ فرما رہے ہیں۔ کہ خواجہ ایوب ہمارے اولیٰ ہیں۔

لے محمد نام جلال الدین لقب سلطان العلماء حضرت مولانا بہاؤ الدین المتونی "غابر متقی" ۷۲۸ھ کے نامور فرزند تھے۔ سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اصل وطن بخارا تھا و خطہ روم ایشیائے کوچک میں نشو و نما پائی۔ اس لیے رومی مشہور ہوئے علوم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کئے۔ حضرت محدث شمس الدین تبریزی قدس سرہ المتونی شمس الدین معلیٰ ۷۴۵ھ سے بھی اخذ فیض کیا تھا۔ آپ کی مثنوی میں جس قدر حقائق و معارف بیان ہوئے ہیں کسی شاعر و فلسفی کے کلام میں نہیں ہوئے۔ اپنے زمانے کے بے نظیر عالم اور بے مثال صوفی و متکلم تھے۔ زہد و تقدس۔ ریاضت و مجاہدہ علم و حلم اور ذوق و شوق میں (باقی برصغیر)

ہماری روح سے انہیں فیض کامل حاصل ہے۔ اشعار کے معانی جو کچھ انہوں نے بیان کیے ہیں درست ہیں۔ صبح کو شخص مذکور حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی ناسمجھی اور نارسائی ذہن کا اعتراف کیا۔ اور حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔

تصانیف (۱) مخزن عشق عارفانہ مثنوی ہے عشق کے احوال و مقامات اور اس کے اسرار و رموز بیان کیے ہیں۔ پیرایہ بیان سادہ و رنگین ہیں۔

(۲) شرح مثنوی مولانا روم۔ جو شرح الیوبی کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا سب سے بڑا علمی شاہکار ہے۔ چنانچہ اس شرح کے متعلق خود فرماتے ہیں۔ کہ جب میں نے مثنوی کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا۔ تو مثنوی ہی سے اس کا اشارہ و اجازت حاصل کی۔ جب مثنوی کھولی۔ تو یہ اشعار سامنے آئے۔

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا اے مقابل روح سلطان ہدا
مثنوی را شرح و مشروح ده صورت امثال او را روح ده
مولانا کی یہ اجازت، پا کر مثنوی کی شرح لکھنی شروع کی۔ جو کئی سال کی محنت شاقہ کے بعد اللہ میں بجز اور نگزید عالم گیر اختتام کو پہنچی۔

(بقیہ حاشیہ ص ۵۵) یگانہ روزگار تھے۔ آپ کی مثنوی صوبہ دکن کی فوجوں کے باعث دنیا کی مقبول ترین اور مشہور ترین کتاب ہے۔ علامہ اقبال آپ کے کلام سے بے حد متاثر تھے "کاشف المفسود" سندھ میں وفات پائی۔ مزار قونیہ میں زیارت گاہ خلق ہے۔

۱۱۔ حسین بن محمد بن حسن بن اخی نام ترکی النسل تھے۔ حضرت مولانا محمد جلال الدین رومی کے اکل خلفاء میں سے تھے۔ مولانا نے اپنی شہرہ آفاق مثنوی آپ ہی کی تحریک پر لکھی تھی۔ ایک وزیر آئے مولانا کی خیریت میں عرض کی کہ آپ الکی نامہ از حکیم سنائی اور منطق الطیر از فرید الدین عطار کی طرز پر ایسی مثنوی تحریر فرمائیں۔ جو اپنے حقائق و معارف کے باعث صفحہ روزگار پر یادگار رہے۔ چنانچہ ان کے کہنے پر مولانا نے مثنوی تحریر فرمائی۔ مولانا نے مثنوی میں کئی جگہ پر انہیں ضیاء الحق حسام الدین کے لقب سے مخاطب فرمایا ہے۔ "آفتاب حق" "سندھ میں وفات پائی۔"

قطعہ تاریخ اختتام مثنوی از حضرت شارح

یافت شرح مثنوی مولوی ! خلعت اتمام از لطف خدا
گفت تاریخش بگویش دل خرد طرفہ شرح مثنوی جہاں فزا
بروز پنج شنبہ ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ بمطابق ۱۵ جون ۱۹۳۵ء بمقام لجنہ اشرفیہ محمد شاہ المتوفی
۱۳۵۵ھ وفات پائی۔ مزار اقدس گورستان بی بی پاک دامنوں نزد مقبرہ بی بی بیچ و
تاج واقع ہے۔

قطعہ تاریخ وفات از مولانا میر محمد علی لاہوری جو آپ کے ارشد تلامذہ و
مریدین ہیں سے تھے۔

زورِ انتقال شیخ ایوب کہ گشتہ روح اواز وصل حق شاد
نہ تنہا اہل عالم را جگر سوخت فلک ہم آہ و زاری کرد بنیاد
بحسب سال وصلش از خرد گفت موحداں بموحسب خداداد
قطعہ تاریخ وفات از حضرت مولانا مفتی غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ۔

خواجہ ایوب مزد اہل دل بود یکتا شیخ حق کامل ولی
سال وصلش بہت مہتاب بہشت نیز فرما شیخ حق کامل ولی !
حضرت شاہ عنایت قادری لاہوری۔

۱۔ حضرت شاہ رضا قادری المتوفی ۱۳۵۵ھ کے مرید و خلیفہ تھے۔ عہدہ تہذیب اپنے مرشد کی
خدمت میں رہ کر علم ظاہری و باطنی سے حصہ وافر حاصل کیا۔ پھر سب ارشاد مرشد قصور جاگر
ہدایت خلق اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبول عام دیا حسین خاں
افغان حاکم قصور آپ کے فروغ سے بہت گھبرایا۔ اور قصور سے نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ لاہور
تشریف لے آئے۔ اور یہاں سلسلہ رشد و ہدایت شروع کیا۔ آپ صاحب تصنیف تھے۔ عنایت الخواشی
اور شرح کنز الدقائق آپ کی مشہور تصانیف ہیں "مشتاق مکرم" ۱۳۵۵ھ میں وفات پائی۔ پنجابی زبان
میں لاہوری شاعر حضرت میر مجاہد شاہ قادری قصوری المتوفی "شیخ مکرم" ۱۳۵۵ھ میں آپ کے مرید و
خلیفہ تھے۔

حضرت شاہ محمد غوث قادریؒ - حضرت مولانا عابد لاہوریؒ - آپ کے قابل ذکر
معاصرین ہیں۔

۱۔ حضرت سید حسن پشاورى کے نامور فرزند تھے۔ جامع کمالات صوری و معنوی اور کاشف
اسرار شریعت و طریقت تھے۔ سلسلہ قادریہ میں اپنے والد ماجد کے مرید تھے۔ ہندوستان
کی بیروسیاحت کے دوران میں حضرت سید محمد سعید المناطیب بہ سید میراں جیکھہ چشتی
المتوفی ۱۳۱۷ھ سے بھی اخذ فیض کیا تھا۔ رسالہ غوثیہ کے مصنف ہیں۔ عارف مخدوم
سالک ۱۵۲ھ میں وفات پائی۔ مزار بیرون اکبری دروازہ لاہور نہ یارست گاہ خلق ہے۔
۲۔ فاضل زمانہ اور عابد زہید تھے۔ پاپیادہ سفر حج کیا تھا۔ قرآن شریف کے مفسر تھے
بڑے لطیف اور نازک معانی بیان فرمایا کرتے تھے۔ تمام عمر درس و تدریس میں گزاری
۱۶۷ھ میں وفات پائی۔



حضرت علامہ حافظ حکیم مفتی رحمت اللہ قدس سرہ

حضرت مولانا خواجہ مفتی محمد ایوب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ اپنے والد ماجد ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی تھی۔ سلسلہ سروردیہ میں بھی انہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے زمانے کے منتخب علماء و فضلاء و اطہار سے تھے۔ تفسیر و حدیث فقہ و ادب معانی و منطق اصول و فروع۔ علم الکلام اور علم طب میں امام وقت تھے۔ اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں درس دیا کرتے تھے۔ اپنے کمال علم اور زہد و ورع کے باعث جامع شریعت و طریقت تھے۔ علم طب میں بھی یدِ طبوبی حاصل تھا۔ تشنگانِ علوم اسلامیہ و علم طب دور دور سے آکر سیراب ہوتے تھے۔ اُس زمانے میں آپ کی ذات بابرکات سرچشمہ علوم ظاہری و باطنی تھی۔ درس و تدریس اور ہنگامہ طب کے ساتھ اپنے آبائی سلسلہ سروردیہ کی بھی تلقین و ہدایت جاری رکھی۔ اور ایک خلقِ کثیر کو اپنے علمی و روحانی فیوض و برکات سے بہرہ ور کیا۔ ”مخزن الاسرار“ ۱۹۱۹ء میں بعد شاہ عالم ثانی المتوفی ۱۲۲۱ھ وفات پائی۔

دو فرزند مولانا حافظ مفتی محمدی اور مولانا مفتی شاہ محمد رحیم اللہ اولاد سے تھے مولانا مفتی شیخ محمد کریم مفتی اعلیٰ لاہور۔

لے آپ کے ہم جد اور اپنے زمانے کے جید علماء و فقہار سے تھے۔ علوم تفسیر و حدیث فقہ و ادب۔ اصول و فروع معانی و منطق میں بڑا پایہ رکھتے تھے۔ اس تبحرِ علم کے ساتھ زہد و ورع اور عبادت و ریاضت میں بھی لاثانی تھے۔ احمد شاہ ابدالی المتوفی ۱۱۸۴ھ نے اپنے فرمانِ محرمہ ۱۱ رمضان ۱۲۵۵ھ میں آپ کو لاہور کا مفتی اعلیٰ مقرر کر کے محکمہ افتاء و قضاء دونوں آپ کے سپرد کر دیئے تھے۔ چنانچہ تیمور شاہ بن احمد شاہ ابدالی المتوفی ۱۲۱۸ھ تک سرکاری حیثیت سے اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ آپ نے طویل عمر پائی تھی۔ چنانچہ رنجیت سنگھ نے ۱۲۱۶ھ میں جب لاہور پر قبضہ کیا تھا۔ اس وقت تک آپ زندہ تھے۔ تلاشِ بیار کے باوجود آپ کی صحیح تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

علامہ صدیق مولانا شہریار۔ مولانا حافظ جمال الدین المعروف بہ حافظ لدھا۔
اور مولانا غلام فرید لاہوری آپ کے قابل ذکر معاصرین ہیں۔

سیاسی لحاظ سے آپ کا زمانہ بڑا پر آشوب تھا۔ طوائف الملوکی کے باعث نظام
حکومت بے حد ابتر تھا۔ سلطنت دہلی کی کمزوری ویسے سی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ پہلے
نادر شاہ ایرانی کی غارت نے اور اس کے بعد احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے

لے آپ کے آباؤ اجداد کا بل سے لاہور کا آباد ہو گئے تھے۔ آپ کے والد مولانا محمد حنیف اپنی فضیلت
علمی کے باعث مسجد وزیر کے امام مقرر ہوئے تھے۔ آپ نے لاہور کے جید علماء و فضلاء سے تعلیم
حاصل کی تھی۔ جن میں مولانا عابد لاہوری اور مولانا شہریار خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان اساتذہ سے
تحصیل علم کے بعد علم حدیث کی سند کے لیے سفر حجاز کیا۔ اور علمائے مکہ و مدینہ سے علم حدیث کی سند لی۔ اپنے
والد کی وفات کے بعد آپ ہی مسجد وزیر خاں کے امام و خطیب مقرر ہوئے۔ امارت کے ساتھ سلسلہ درس
و تدریس بھی تھا۔ ۱۹۳۳ء میں وفات پائی۔

لے فاضلان لاہور میں سے تھے۔ مسجد چینیاں والی میں درس دیا کرتے تھے۔ بڑے جید عالم تھے۔ ہندوستان
تک آپ کے فضل و کمال کی شہرت تھی۔ اعلائے کلمہ حق میں بے خوف تھے۔

لے لاہور کے اکابر علماء و فضلاء سے تھے۔ فن قرأت میں امام مانے جاتے تھے۔ سلسلہ قادریہ میں شیخ آدم
لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ لاہور میں طلبہ کو درس دیا کرتے تھے۔ "حافظ عالم پناہ" ۱۸۸۸ء میں وفات پائی۔

لے لاہور کے مشاہیر علماء و فضلاء و صلحائے دین سے تھے۔ عالم عابد و زاہد اور جمیع کمالات صوری و معنوی
تھے۔ مزاج پر خیر و تقریر کا رنگ غالب تھا۔ تمام عمر درس و تدریس میں گذاری۔ تاج اخیاء ۱۲۱۶ء میں

وفات پائی۔ قوم قرباش کے ایک فرقہ افشار سے تعلق رکھتا تھا۔ خاندان صفویہ کے آخری بادشاہ

طہماسپ کی کمزوری و نااہلیت سے فائدہ اٹھا کر سلطنت ایران پر قابض ہو گیا تھا۔ اپنی بہادری اور

حسن تدبیر سے کابل و قندھار کو بھی فتح کیا۔ اس وقت تخت دہلی پر محمد شاہ متمکن تھا۔ جس نے خاندان

سادات کی اعانت سے جو تاسیخ میں بادشاہ گمراہ شہور میں سلطنت حاصل کی تھی۔ اپنی نااہلیت کی وجہ سے

میں عشرت میں اس قدر غرق ہو گیا تھا کہ ملک و مملکت کی کچھ خبر نہ رہی تھی۔ (باقی بر ص ۶۱)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۰) آصف خاں نظام الملک قمر الدین اس کا وزیر کل تھا۔ ایک مرتبہ اس کے اور محمد شاہ کے درمیان بعض امور میں کدورت ورنجیدگی پیدا ہو گئی۔ نظام الملک نے نادر شاہ کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی چنانچہ نادر شاہ ایک جرار فوج کے ساتھ براہ پشاوہ ہندوستان پر چلا اور ہوا جب لاہور پہنچا تو نواب زکریا خاں صوبہ دار لاہور مقابلے کے لیے نکلا۔ مگر شدید لڑائی کے بعد شکست کھائی اور قلعہ میں محصور ہو گیا۔ نادری فوج نے لاہور کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر نواب زکریا خاں نے اطاعت منظور کر لی۔ اور بیس لاکھ روپیہ نقد اور دس ہاتھی بطور نذرانہ پیش کیے اس کے بعد نادر شاہ دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ فروری ۱۷۳۹ء میں کرنال کے میدان میں محمد شاہ کی دلائی فوج کو شکست دی۔ اور بغیر کسی کشت و خون کے دہلی پر قابض ہو گیا۔ لیکن چند روز کے بعد شہر میں بلوہ ہو گیا۔ جس میں نادر شاہ کے کچھ سپاہی مارے گئے۔ ان کا انتقام لینے کے لیے نادر شاہ نے دہلی کے باشندوں کے قتل عام کا حکم دے دیا۔ جو آٹھ بجے صبح سے تین بجے سہ پہر تک جاری رہا۔ جس میں ایک اندازہ کے مطابق ایک لاکھ دس ہزار آدمی مارے گئے۔ چونکہ نادر شاہ ہندوستان کو اپنی قلمرو میں شامل کرنے کا ارادہ نہ رکھتا تھا۔ اس لیے تاوان جنگ اور مال غنیمت۔ تخت طاؤس۔ جواہر کوہ نور سب کو ملا کر جس کا اندازہ قریباً ۱۲ کروڑ پونڈ کیا جاتا ہے وصول کر کے اور محمد شاہ کو اس دھمکی کے ساتھ تخت پر بٹھا کر کہ اگر ضرورت پڑی تو میں پھر آؤں گا واپس چلا گیا۔ مگر اثنائے راہ میں اپنے امراء دوست محمد خاں قاجاری ایرانی موہنی بیگ افشار خلیجی صالح بیگ وغیرہ کے ہاتھوں گیارہ سال تین ماہ کی حکومت کے بعد ۱۷۴۷ء میں قتل ہوا۔

۱۷۴۷ء افغانوں کے قبیلہ ابدال سے تھا۔ نہایت بہادر و مدبر جرنیل و سیاست دان تھا۔ اسی حسن لیاقت کے باعث نادر شاہ ایرانی کی فوج افغانی کے حصے کا افسر اعلیٰ اور محافظ خزانہ ہو گیا تھا۔ نادر شاہ جب ہندوستان سے اپنے وطن واپس جاتا ہوا اثنائے راہ میں اپنے ہی محتہ علیہ دیہوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ تو اس نے نادر شاہی فوج کو اپنے ساتھ ملا کر خزانہ پر قبضہ کر لیا۔ اور قندھار آ کر شاہی اجلاس کیا۔ اور بادشاہ دران اپنا خطاب رکھا۔ اس لیے تاریخ میں احمد شاہ درانی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اپنے حسن تدبیر اور بہادری کی وجہ سے افغانستان کی وسیع سلطنت پر تائیس ہو گیا ہندوستان پر چھ مرتبہ حملہ آور ہوا۔ سکھوں کی سرکوبی میں تائب امرکان کو شکست کرتا رہا باقی ۱۷۶۱ء

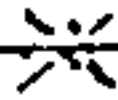
اس کار ہا سہا وقتاری بھی بالکل ختم کر دیا تھا۔ لاہور کے صوبہ دار کبھی سلطنت دہلی کی طرف سے اور کبھی احمد شاہ ابدالی کی طرف سے مقرر ہوتے تھے۔ اس دو عملی نے نظام حکومت کو کلی طور پر تباہ و برباد کر دیا تھا۔ پورا پنجاب سکھوں کی تاخت و تاراج کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ دہلی کے کمزور و مجبور بادشاہ اس داخلی و خارجی ہدانی کو دور کرنے کی تاب نہ رکھتے تھے۔ گو احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان کی تیسری لڑائی میں مرہٹوں کی متحدہ طاقت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا۔ مگر اس سے نہ تو سلطنت مغلیہ کا وقار بحال ہوا۔ اور نہ اُس نئے نظام کو استحکام حاصل ہوا۔ جس کی داغ بیل احمد شاہ ابدالی نے ڈالی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظامی بد حالی کے باعث سکھوں کو کچھ عرصے کے لیے اقتدار حاصل ہو گیا۔ لاہور پنجاب میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لیے بیرونی حملہ آوروں اور سکون کی غارت گری کا زیادہ تھنہ مشق بن رہا۔ احمد شاہ ابدالی اور اُس کی فوجیں جب تک یہاں رہتیں۔ سکھ دور دراز مقامات میں چھپے رہتے۔ ان کی واپسی پر سکھوں کے منتشر گروہ جو ڈر سے روپوش ہو جاتے تھے۔ اکٹھے ہو کر پھر لوٹ مار شروع کر دیتے تھے۔ چنانچہ آخری مرتبہ جب احمد شاہ ابدالی نے خواجہ عبید اللہ گولاہور کا صوبہ دار اور کابلی مل کو اُس کا نائب مقرر کر کے کابل واپس گیا۔ تو سکھوں نے پھر جا بجا شور و شیں برپا کرنی شروع کر دیں۔ خواجہ عبید اللہ نے احمد شاہ ابدالی کو امداد کے لیے لکھا۔ اس نے وہاں سے اپنا ایک سردار امیر نور الدین خاں کو امداد کے لیے بھیجا۔ چناب سے پار اتر کر سکھوں کی ایک

دلیقیہ حاشیہ صلا، ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کی متحدہ طاقت کو ہمیشہ کے لیے ختم کیا۔ محمد شاہ کی دختر کے ساتھ اپنا اور عالم گیر ثانی کی دختر کے ساتھ اپنے رو کے تیمور کا نکاح کیا۔ پنجاب کو اپنی مملکت میں شامل رکھ کر یہاں کے امن و امان کو بحال رکھنے کی کوشش کی۔ مگر اس میں چنداں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ علماء اور اہل علم کا مری و قدر دان تھا۔ اور صوفیاء کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا تھا۔ بیس سال کی حکومت کے بعد ۱۱۸۳ھ میں وفات پائی۔

بڑی جماعت کے ساتھ اس کا مقابلہ ہوا۔ اس اثناء میں خواجہ عبید اللہ بھی پہنچ گیا۔ مگر
 نور الدین شکست کھا کر جموں کی طرف بھاگ گیا۔ اور خواجہ عبید اللہ میدان جنگ میں کام
 آیا۔ اس شکست کے بعد کابلی مل نائب صوبہ دار نے احمد شاہ کو پھر امداد کے لیے لکھا۔ چنانچہ
 وہ ایک مرتبہ اور حرار لشکر کے ساتھ پنجاب میں داخل ہوا۔ سکھ احمد شاہ کی آمد کی خبر سن کر
 ایسے غائب ہوئے۔ کہ گویا پنجاب میں اُن کا وجود ہی نہ تھا۔ کچھ عرصہ لاہور میں رہ کر احمد شاہ
 پھر کابل واپس چلا گیا۔ کابلی مل نائب صوبہ دار چناب تک اس کے ہمراہ آیا۔ لشکر کے نکلتے
 ہی سکھ پھر آ موجود ہوئے۔ اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ حتیٰ کہ کابلی مل بھی شہر میں
 داخل نہ ہو سکا۔ سکھوں کے تین سردار لہنا سنگھ، گوجر سنگھ اور سو بھا سنگھ اکٹھے ہو کر لاہور
 پر چڑھ آئے۔ اور قتل و غارت کے بعد شہر کے مختلف حصوں پر قابض ہو کر حاکم بن بیٹھے
 احمد شاہ ابدالی ۱۷۷۴ء میں بیس سال حکومت کرنے کے بعد وفات پا گیا۔ اس کے بعد
 اس کا بیٹا تیمور شاہ جانشین ہوا۔ اس نے بھی دو مرتبہ پنجاب پر سکھوں کی سرکوبی کیلئے
 حملہ کیا۔ مگر کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اس کی حکومت کابل، قندھار، کشمیر اور کچھ سندھ کے
 علاقے تک رہی۔ ۱۷۹۳ء میں وفات پا گیا۔ اس کے بیٹوں میں سے شاہ زمان نے حکومت
 حاصل کی۔ دو مرتبہ اس نے بھی سکھوں کی بدامنی کو دور کرنے کی کوشش کی۔ پہلی مرتبہ
۱۷۹۷ء میں لاہور آیا تینوں حاکم شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس اثناء میں اسے اپنے بھائی
 محمود شاہ کی بغاوت کی خبر ملی۔ اور یہ بغیر کسی انتظام کے کابل واپس چلا گیا۔ دوسری مرتبہ
۱۷۹۸ء میں آخری مرتبہ لاہور آیا۔ حسب معمول تینوں حاکم پھر شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور
 زمان شاہ بغیر کسی روک ٹوک کے لاہور پر قابض ہو گیا۔ مگر اس دفعہ بھی اسے ویسے ہی
 حالات درپیش آئے۔ اس کے بھائی محمود شاہ نے پھر بغاوت کر دی۔ اور یہ نہایت
 عجلت کے ساتھ کابل روانہ ہو گیا۔ جاتے ہوئے سیلاب کی وجہ سے اپنی کچھ توپیں ساتھ
 نہ لے جاسکا۔ انہیں جہلم کے کنارے چھوڑ گیا۔ یہ توپیں رنجیت سنگھ نے زمان شاہ کے پاس
 بھجوا دیں۔ زمان شاہ نے خوش ہو کر لاہور کی حکومت کا اجازت نامہ لکھ بھیجا۔ مگر خود زمان شاہ
 کا انجام اچھا نہ ہوا۔ اس کے بھائی محمود نے قندھار و غزنی کے علاقے پر قبضہ کر کے کابل پر

حملہ کر دیا۔ شاہ زمان ابھی پشاور ہی میں تھا۔ یہ خبر سن کر کابل روانہ ہوا۔ مگر ہراول
 فوج کی سازش کی وجہ سے گرفتار ہو گیا۔ اور محمود شاہ نے اُسے اندھا کر دیا۔ اندریں
 حالات رنجیت سنگھ نے لاہور پر قابض ہونے کی کوشش شروع کر دی۔ اور اپنے ایک
 معتمد قاضی عبدالرحمن رام نگری کو لاہور بھیجا کہ وہ اہل لاہور کا عندیہ معلوم کرے۔
 اگر حالات سازگار ہوں۔ تو وہاں کے ذی اثر اصحاب سے مل کر ان کی امداد و حمایت
 حاصل کرے۔ چنانچہ قاضی عبدالرحیم نے لاہور پہنچ کر اکابر شہر کے ساتھ گفتگو شروع کی
 جن میں میاں محمد عاشق۔ میاں جان محمد مہر محکم الدین۔ حکیم حاکم رائے۔ بھائی گرد بخش سنگھ
 مولوی محمد سلیم۔ مولانا مفتی شیخ محمد مکرم مفتی اعلیٰ لاہور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات
 نے رنجیت سنگھ کی شاہ زمان کے نمائندہ کی حیثیت سے ان شرائط پر تائید و امداد کا وعدہ
 کیا۔ کہ شہر میں امن و امان بحال کیا جائے گا۔ رعایا کے مال و جان کی حفاظت کی جائیگی
 اور آئینی بد نظمی کو دور کیا جائے گا۔ مذہب کی بنا پر کسی سے دشمنی نہیں رکھی جائیگی
 سب کو آزادی حاصل ہوگی۔ غصب شدہ جائیداد اور مال واپس کیا جائے گا۔
 قاضی عبدالرحمن نے ان اکابر کے دستخطوں سے ایک عرضداشت تیار کی۔ اور حکیم
 حاکم رائے کو ساتھ لے کر رنجیت سنگھ کے پاس واپس گیا۔ یہ سب کچھ اس خاموشی کے
 ساتھ ہوا۔ کہ ہر سہ حاکموں میں سے کسی کو کچھ معلوم نہ ہوا۔ اس کامیابی پر قاضی کو انعام
 و اکرام دیا گیا۔ اور رنجیت سنگھ نے لاہور پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ معمولی مدافعت کے بعد
 رنجیت سنگھ لاہور پر قابض ہو گیا۔ اور ^{۱۷۹۹ء} ۱۷۹۹ء میں اہل لاہور کو تین حاکموں کی ظالمانہ
 و غاصبانہ حکومت سے نجات ملی۔ اور امن و امان بحال ہوا۔ رنجیت سنگھ کا عہد بہت
 حد تک آئینی تھا۔ اس لیے کہ اس کے ارکان حکومت میں مدیر و قاضی مسلمان اور معاملہ
 فہم ہندو شامل تھے۔ رنجیت سنگھ کا دور حکومت ۱۷۹۹ء سے ۱۸۳۹ء تک ہے۔ اسکی
 وفات کے بعد اس کی اولاد میں سے کھرک سنگھ المتوفی ۱۸۴۱ء۔ بشیر سنگھ المتوفی ۱۸۴۳ء
 اور درپ سنگھ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ مگر ۱۸۴۱ء سے لے کر ۱۸۴۹ء تک کا
 زمانہ سکھ امرا کا اپنے اپنے حصول اقتدار کے لیے آپس کی خانہ جنگیوں، خون ریزیوں

اور ایک دوسرے کے خلاف سازشوں میں گذرا۔ انگریزوں سے بھی ان کے تعلقاً بگڑے۔ اور انہوں نے معاہدہ امرتسر کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انگریزی علاقوں پر بھی دست درازی شروع کر دی۔ انگریزوں نے تادیبی کارروائی کرتے ہوئے فروری ۱۸۴۶ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا۔ اب سکھوں اور انگریزوں میں یہ معاہدہ ہوا۔ کہ رنجیت سنگھ کے سب سے چھوٹے بیٹے دیپ سنگھ کے بالغ ہونے تک نظام سلطنت ایک کونسل کے سپرد کر دیا جائے۔ اور کونسل کے نگران انگریز ہوں۔ مگر سکھ فوج کو یہ معاہدہ پسند نہ آیا۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ مارچ ۱۸۴۹ء میں سکھوں اور انگریزوں میں جنگ ہوئی۔ سکھوں نے شکست کھائی۔ دیپ سنگھ کو حکومت کی نگرانی میں انگلستان بھیج دیا گیا۔ اور ایک ہزار پونڈ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ اُسے انگریز می تعلیم دی گئی۔ اور اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ ۱۸۵۶ء کی جنگ کے بعد پورے ہندوستان پر انگریزوں کی آئینی حکومت قائم ہو گئی۔ جس کا خاتمہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہوا۔ اور ہندوستان تقسیم ہو کر پاکستان اور بھارت دو آزاد ملک عالم وجود میں آئے۔



حضرت حق آگاہ مولانا مفتی شاہ محمد رحیم اللہ خلف

حضرت مولانا حکیم حافظ مفتی رحمت اللہ قدس سرہ

تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار کے سایہ عاطفت میں حاصل کی تھی۔ سلسلہ سہروردیہ کے شیخ الوقت عالم علوم شریعت اور محرم اسرار حقیقت تھے۔ تجرید و تفرید اور فقر و استغناء میں بے نظیر و بے عدیل تھے۔ ذاتی محنت سے بقدر حاجت رزق حلال حاصل کرتے تھے۔ اور اس میں سے بھی بقدر احتیاج رکھ کر باقی اہل حاجت میں تقسیم کر دیتے تھے۔ آپ کے برادر مولانا حافظ مفتی محمدی جو اپنے علمی فضل و کمال کے ساتھ امارت و ثروت میں بھی حصہ وافر رکھتے تھے۔ کئی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور التجا کی کہ مجھے کفالت و خدمت کا موقع دیجئے۔ مگر آپ نے سہو بار انکار فرمایا۔ ایک دن کہنے لگے یہ ماں و دولت تجھے سیارک۔ میرے گھر میں اگر کسی وقت کوئی شے ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے۔ تو ذکر و فکر اور توجہ الہی میں کمی محسوس کرتا ہوں۔ اپنی ذات کے واسطے کسی شاگرد و مرید اور ملاقاتی کو تکلیف نہ دیتے تھے۔ تمام عمر اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں قرآن و حدیث و فقہ کا درس دیتے رہے۔ اور طلبہ و مریدین کی تہذیب و تکمیل میں مصروف رہے۔ سیاسی لحاظ سے آپ کا زمانہ وہی تھا۔ جو آپ کے والد ماجد کا تھا۔ آپ کا خاندان بھی دو دفعہ سکھوں کی غارتگری کا نشانہ بنا۔ کوٹلی مفتیاں کو اجاڑ دیا گیا۔ حویلیاں مسمار ہو گئیں۔ حتیٰ کہ غارت گری عمارتوں کی لکڑیاں تک اکٹھا کرے گئے۔ مسجد ویران ہو گئی۔ سینکڑوں سال کا کتب خانہ برباد ہو گیا۔ اس دار و گیر میں خاندان کے اکثر و بیشتر افراد نقل مکان کر گئے۔ مگر آپ کے پائے استدلال کو جنبش نہ ہوئی۔ آپ اس نازک دور میں بھی علم و ہدایت کی ترویج میں ہمہ تن مشغول رہے۔ اور بزرگوں نے جو سجادہ بچھایا تھا۔ اس پر ایسے جم کر بیٹھے کہ مرکز ہی اٹھنے لگا۔ بعد از رحلت شہید اللہ کو پیار سے ہوئے۔ دو فرزند مولانا حکیم

مفتی غلام محمد اور مولانا حافظ مفتی غلام رسول اور ایک دختر زوجه مفتی احمد بخش خلف
مولانا حافظ مفتی محمدی اپنے بعد اولاد یادگار چھوڑی۔ آپ کے قابل ذکر معاصرین مولانا
غلام محمد قادری عرف امام گاموں۔ مولانا حافظ نور محمد لاہوری۔ اور مولانا حافظ روح
اللہ لاہوری ہیں۔ قطعہ تاریخ وفات از حضرت مولانا مفتی غلام سرور قدس سرہ۔

رحیم اللہ چوشتہ مرحوم و مغفور ندازد بہر سال وصل رنواں
کہ تاج القیامہ جمال است عجب تاریخ آل مفتی دوراں

لے مولانا محمد صدیق کے فرزند ارجمند تھے۔ حافظ قرآن اور بلند پایہ عالم تھے۔ اپنے والد کی
وفات کے بعد مسجد وزیر خاں کے امام رہے۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت شیخ عبداللہ بلوچ المتوفی
۱۲۱۲ھ کے مرید و خلیفہ تھے۔ کتابت قرآن سے رزق حلال حاصل کرتے تھے۔ اور اپنا حصہ نکال کر
باقی حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ بڑے شفیق و حلیم تھے۔ درس و تدریس میں طلبہ کا بڑا
خیال رکھتے تھے۔ صاحب تصنیف تھے۔ کتاب شمس التوحید فارسی تشریح ہے۔ اس میں مسئلہ توحید
کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ایک منظوم کتاب تصوف میں گنج مخفی کے نام سے ہے۔
۱۲۱۷ھ میں وفات پائی۔ مرقد مسجد وزیر خاں کی جنوبی دیوار کے باہر واقع ہے۔

لے مولانا جمال الدین المعروف حافظ لدھا کے فرزند اکبر تھے۔ جامع علوم و فنون اور عالم عال
تھے۔ تفسیر و حدیث و فقہ میں فاضل شیعہ بدر تھے۔ سکونت لاہور موضع مزنگ میں تھی۔ تمام
درس و تدریس میں گذاری۔ ۱۲۳۵ھ میں وفات پائی۔

لے مولانا سلیم لاہوری کے شاگرد رشید تھے۔ تفسیر و حدیث۔ صرف و نحو۔ معانی و منطق۔
اور طب میں لاثانی تھے۔ علوم دینیہ میں فاضل ہونے کی وجہ سے صاحب فتویٰ تھے۔ رہنجیت
شگر کے دربار میں آپ کا بڑا احترام تھا۔ جب مکہ معظمہ حج کے لیے گئے۔ تو دہاں ماہ رضا
میں ہر روز ایک سپارہ حفظ کر کے سنایا۔ وطن واپس آ رہے تھے۔ کہ ساحل بمبئی پر ۱۲۳۲ھ
میں وفات پائی۔

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم مفتی غلام محمد خلف حضرت حق آگاہ
مولانا مفتی شاہ محمد رحیم اللہ قریشی اسدی لہاشمی سہروردی

ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا غلام رسول فاضل
لاہور کے حلقہ درس میں شامل ہو کر تفسیر و حدیث اور فقہ و ادب کی تکمیل کی۔ سلسلہ
سہروردیہ میں اپنے والد ماجد کے مرید و خلیفہ تھے۔ اپنے وقت کے جامع علوم و فنون
عالم تبحر اور صوفی با صفا تھے۔ علم و عمل زبرد و ربیع ریاضت و مجاہدہ میں اپنی نظیر آپ
تھے۔ علم طب میں بھی دست گاہ کامل تھی۔ اور اپنے عہد کے طبیب حاذق تھے۔ حضرت
مولانا مفتی غلام سرور مرحوم اپنی مثنوی تحفہ سروری میں آپ کے متعلق یوں رقم طراز ہیں
میں عاجز ایک بندہ کم تر ہیں ہوں
میرے والد خدا حضرت کو بخشے
وہ دیتے تھے دوا ہر لاد واکو
کیا کرتے ہمیشہ حسب عادت
مثالی ماہ شب رہتے تھے بیدار
مریضوں کو دعا سے یا دوا سے
وہ مفتی تھے بعلم و فضل مشہور
سمجھتے تھے انہیں مردان نامی

غلام سرور دنیا و دین ہوں
طبیب نامور لاہور میں تھے
چھڑاتے تھے بلا سے مبتلا کو
ریاضت دن میں اور شب کو عبادت
بشکل مردن کو دست با کار
شفا دلوا ہی دیتے تھے خدا سے
سبھی کرتے تھے فتویٰ اُن کا منظور
محمد کی غلامی سے گرامی

خدا یا اُن کو رکھیو تا قیامت

غرق لجز دریا کے رحمت

اپنی دوسری مثنوی گلشن سروری میں حمد و نعت کے بعد آغاز مضمون سے

پہلے حضرت کی توصیف میں سندرجہ ذیل اشعار لکھے ہیں۔

میں ہوں بندہ نہ راہ کم اقتدار
سرا پا خطا سرورِ خاکسار
میرے باپ تھے مفتی نیک خو
نکو کار مرد نگو نیک رو
بہت عابد و زاہد و باوقار
قریشی نسب صاحب اختیار
زمانے میں اُن کا بصدا احترام
غلام محمد تھا مشہور نام
وہ علم شریعت میں تھے مقتدار
طریقیت میں ہادی راہ ہدا
وہ تھے میرے والد رفیق و شفیق
قدیمی وطن اُن کا لاہور تھا
خدا اُن کو رحمت میں کھے غریق
مگر نام ملکوں میں مشہور تھا

خدا اُن کو جنت میں دیوے مکان

رہیں قرب رحمت میں باعز و شان

ہزار ہا طلبہ نے آپ کی خدمت بابرکات میں حاضر ہو کر علوم دینیہ و علم طب سے بہرہ وافر حاصل کیا۔ آپ جامع شریعت و طریقت تھے۔ اور علوم دینیہ میں نا اعلیٰ ہونے کی وجہ سے صاحب فتویٰ تھے۔ درس و تدریس اور ہنگامہ طب کے ساتھ اپنے آبائی سلسلہ عالیہ سہروردیہ کا فیضان بھی جاری رکھا۔ تمام عمر طلبہ و مریدین کی تہذیب و تکمیل میں گذاری۔ زہد و تقدس کا یہ عالم تھا۔ کہ کتابت قرآن مجید سے رزقِ حلال حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ اپنی عمر شریف میں تین سو سے زیادہ قرآن شریف رقم فرمائے احکام اسلامی کی پابندی نہایت شدت سے کرتے تھے۔ اور امور غیر شرعی پر اظہار ناپسندیدگی کرتے تھے۔ جامع مسجد بلوچاں مزنگ کی امامت و خطابت و تولیت آپ ہی کے سپرد تھی۔ اس مسجد کا بانی عزیز اللہ بلوچ آپ کے دادا حضرت مولانا حکیم حافظ مفتی رحمت اللہ بن حضرت مولانا مفتی خواجہ ایوب قدس سرہ کا مرید و شاگرد تھا۔ اُس نے مسجد کی تولیت اور اپنی حویلی کے حقوق آپ کو تفویض کر دیئے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ مزنگ میں گذرا۔ سلسلہ درس و تدریس اور مطب بھی وہیں تھا۔ حضرت کا روزانہ دستور یہ تھا۔ کہ نماز اشراق سے فارغ ہو کر مریضوں کو دیکھتے اور یہ سلسلہ چاشت تک جاری رہتا۔ نماز چاشت سے فارغ ہو کر کھانا تناول فرماتے

اور ایک گھنٹہ کے لیے قیلولہ کرتے۔ نمازِ ظہر کے بعد کتابتِ قرآن مجید فرماتے۔ اور یہ کتابت نمازِ عصر تک جاری رہتی۔ پھر نمازِ عصر ادا فرماتے۔ اس کے بعد عام طلبہ حاضر ہوتے۔ مغرب تک ہنگامہ درس و تدریس رہتا۔ نمازِ مغرب کے بعد منہتی اور خاص طلبہ حاضر ہوتے۔ جس میں تفسیر و حدیث و فقہ کے حقائق و مصارف بیان کیے جاتے۔ نمازِ عشاء کے بعد مریدین اور یارانِ طریقت کے حلقہ ذکر و فکر میں شریک ہوتے۔ اور شریعت و طریقت کے اسرار و رموز بیان فرماتے۔ کچھ دیر تک یہ مجلس قدسی قائم رہتی پھر دسترخوان لگتا۔ سب کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ اور دعائے خیر کے بعد دسترخوان بڑھایا جاتا۔ اور یہ بابرکت مجلس ختم ہوتی۔ پھر آرام کرنے کے لیے تشریف لے جاتے نصف شب تک آرام فرماتے۔ پھر بیدار ہو کر غسل کر کے نمازِ تہجد ادا کرتے۔

بعد نمازِ تہجد تا صبح درود و وظائف اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ نمازِ صبح کے بعد اشراق تک یہی مشغل رہتا۔ تا دمِ زیست اس پر عمل رہا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے فیضان سے اور اولیائے کرام کی توجہ سے مجھ فقیر سے کبھی کوئی گناہ صغیرہ و کبیرہ سرزد نہیں ہوا تمام عمر امور شرعی پر استقامت فرمائی۔ طبیعت میں درجے کا ذوق و شوق اور سوز و گداز تھا۔ دورانِ تدریس میں اس بات کو ملحوظ رکھتے تھے۔ کہ ہر طالب علم اپنی فطری استعداد و قابلیت کے مطابق پورا پورا فائدہ اٹھائے۔ اسی طرح مریدین پر پوری توجہ رکھتے تھے۔ اور ان کے اخلاق و اعمال کی تہذیب و تکمیل میں کوشاں رہتے تھے۔ کسی سے کوئی نذر و نیاز نہیں لیتے تھے۔ بلکہ جو مستحق ہوتے تھے۔ ان کی حتی الوسع امداد فرمایا کرتے تھے۔ اس معاملے میں اپنے بیگانے سے یکساں سلوک تھا۔ اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت اپنی نگرانی میں کی تھی۔ اور یہ آپ ہی کا فیضانِ نظر تھا۔ کہ آپ کے تمام فرزند علم و فضل میں یکتائے زمانہ ہوئے۔

آپ نے اپنی آبائی محلہ کوٹلی مفتیاں میں جو موروٹی جائداد دست برد زمانہ سے بچ رہی تھی۔ اس کو اپنی اولاد اور اپنے برادرِ اصغر مفتی غلام رسول میں تقسیم کر دیا۔ مسجد مفتیاں

ایک درویش نور احمد نانی کے زیر نگرانی تھی۔ اس نے ہمارا چہرہ نہجیت سنگھ کے پوتے کنور نونہال سنگھ خلیفہ ہمارا چہرہ کھڑک سنگھ کے داروغہ اصطبل مسی دلاور خاں رام پوری کے ساتھ ساز باز کر کے مسجد کے صحن کی کچھ زمین اُسے حویلی تعمیر کرنے کے لیے دے دی۔ اور کچھ مسجد کے حجرے گرا کر اپنے رہنے کے لیے مکان بنالیا۔ آپ ہمارا چہرہ کھڑک سنگھ کی عدالت میں مستغیث ہوئے۔ اس نے اکابر لاہور کی شہادت اور قدیم خاندانی دستاویزات ملاحظہ کرنے کے بعد نور احمد درویش کو سب سے داخل کر کے مسجد و مکان آپ کو واپس دلا دیا۔ اور دلاور خاں رام پوری سے حویلی کی زمین کا کرایہ نامہ لکھوا دیا۔ چنانچہ دلاور خاں ۱۸۵۱ء تک کرایہ ادا کرتا رہا۔ پھر بند کر دیا۔ آپ نے سرجان لارنس چیف کمشنر پنجاب کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا۔ اس نے سابقہ کرایہ اور زمین کی قیمت دلاور خاں سے آپ کو دلا کر مقدمہ داخل دفتر کر لیا۔ اس فیصلے کے تمام کاغذات راقم الحروف کے پاس موجود ہیں اس فیصلے کے بعد آپ نے یہ مکان اپنے فرزند اکبر مولانا مفتی سید محمد راقم کے دادا کو تفویض کر دیا۔ اور مسجد کی امامت و خطابت اور تولیت بھی انہی کے سپرد کر دی۔

۹ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ میں وفات پائی۔ مرقہ شریف گورستان بی بی پاک دامنوں میں ہے۔ قبرستان کی یہ زمین حضرت مولانا مفتی غلام سرور مرحوم نے خریدی تھی۔ خاندان کے اکثر و بیشتر بزرگ اسی جگہ مدفون ہیں۔ حال ہی میں برادر محترم لفٹیننٹ کرنل مفتی محمد افتخار الدین خان مولوی مفتی مظفر الدین نے کچھ اور زمین خرید کر شامل قبرستان کر دی ہے۔ اور اس کے ارد گرد پختہ دیوار بھی بنوا دی ہے۔ برادر محترم کا یہ ہم سب پر احسانِ عظیم ہے۔ ایزد تعالیٰ انہیں اس کارِ خیر کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

اولاد۔ فرزند۔ ۱) مولانا مفتی سید محمد۔

۲) مولانا حافظ حکیم مفتی غلام احمد۔

۳) مولانا مفتی غلام سرور۔

دختر ۱) زبیب النساء بیگم زوجہ حسن علی بن لطف علی قریشی ہاشمی۔

۲) فاطمہ بی بی زوجہ مفتی صدر الدین قریشی ہاشمی سہروردی۔

تلامذہ :- حکیم محمد بخش قریشی۔ حکیم سید مر علی شاہ۔ مولوی عبدالحق لاہوری
آپ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ جو علوم طبیبہ و شرعیہ میں فاضل زمانہ ہوئے ہیں۔
معاصرین :- مولانا غلام رسول فاضل لاہوری۔ مولانا غلام اللہ فاضل لاہوری
مولانا جان محمد لاہوری آپ کے قابل ذکر ہم عصر ہیں۔

لے لاہور کے نامور اطباء میں سے تھے۔ بڑے بڑے فضلاء کے زمانہ نے آپ سے طب پڑھی تھی
جن میں حکیم احمد نعین شارح موجز حکیم مفتی سلیم اللہ خاں اور مولوی حکیم غلام مصطفیٰ خاص طور پر قابل
ہیں۔ ۱۲۹۲ھ میں وفات پائی۔ ”مہربان محمد بخش“ آپ کی تاریخ وفات ہے۔
۱۸۷۶ء
لے مولانا غلام فرید لاہوری کے فرزند اکبر تھے۔ لاہور کے مشاہیر علماء و فضلاء میں سے تھے تفسیر
و حدیث اور فقہ و ادب میں یگانہ روزگار تھے۔ درس و تدریس لاثانی تھے۔ علوم عقلی و نقلی میں
بحر عمیق تھے۔ مبتدی و منتهی شریک درس ہو کر اخذ فیض کرتے تھے۔ ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی۔
”چراغ ولی“ آپ کی تاریخ وفات ہے۔

لے مولانا غلام فرید لاہوری کے فرزند دوم تھے۔ لاہور کے اکابر علماء و فضلاء میں سے تھے
استاد کل اور مظہر کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ جو دو سخا، علم و فضل، محبت و شفقت
اور درس و تدریس میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی ذات جامع علوم و فنون تھی۔ تفسیر و حدیث
فقہ و ادب اور تاریخ و لغت میں بے نظیر و بے عدیل تھے۔ ۱۲۷۳ھ میں وفات پائی۔
”غلام اللہ حق آگاہ“ تاریخ وفات ہے۔

لے لاہور کے جید علماء و مشائخ میں سے تھے۔ بڑے عابد و زاہد۔ کتاب و سنت
کے پابند۔ اور جامع علوم تھے۔ تمام عمر درس و تدریس میں گزاری۔ مسجد ثانی ایمان
والاکشمیری بازار میں درس دیا کرتے تھے۔ صاحب تصنیف تھے۔ زبدۃ التفاسیر۔
رسالہ اثبات خلافت امیر معاویہ۔ شرح قصیدہ بردہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۱۳۶۸ھ
میں وفات پائی۔ ”چراغ دین“ تاریخ وفات ہے۔

قطعہ تاریخ وفات

چوں شد از جہاں در بہشت معلیٰ غلام محمد ابن محمد
 ز سرورہ بتاریخ سال وصالش ندا شد کہ خورشید دین محمد
 اولاد امجاد حضرت مولانا حکیم مفتی غلام محمد عارف باللہ قریشی اسدی الہاشمی
 سہروردی لاہوری قدس سرہ

حضرت مولانا مفتی سید محمد حمزہ اللہ علیہ

فرزند اکبر

اپنے عظیم المرتبت والد کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی۔ سلسلہ سہروردیہ میں بھی
 انہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب علم و عمل تھے۔ تفسیر و حدیث۔ فقہ و ادب اور فروع
 و اصول کے فاضل تھے۔ اپنے والد ماجد ہی کی زندگی میں درس دیا کرتے تھے۔ اپنی آبائی
 مسجد مفتیاں کی امامت و خطابت اور تولیت بھی آپ ہی کے سپرد تھی۔ فریضہ حج اور
 مقامات مقدسہ ہند و عرب کی زیارت کے لیے اپنے برادر نسبتی مولوی عمر بخش قریشی کی
 معیت میں سفر اختیار کیا۔ چنانچہ پہلے اپنے برادر علی حضرت شیخ الاسلام مخدوم بہار الدین
 زکریا ملتانی کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ پھر اچھ گئے۔ اور حضرت سید جلال الدین
 منیر شاہ حیدر رخ بخاری مرید و خلیفہ اعظم حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور حضرت
 مخدوم جہانیاں جہاں گشت مخدوم سید جلال الدین بن سید احمد کبیر مرید و خلیفہ
 حضرت ابوالفتح شیخ رکن الدین ملتانی کے مزارات پر حاضر ہوئے۔ یہاں سے سیوستان
 آئے۔ اور حضرت شیخ سید عثمان مخدوم لال شہباز قلندر کے روضہ پر فاتح خوانی کی۔
 یہاں سے کوٹ مٹھن پہنچے۔ اور ارادہ تھا کہ یہاں سے بذریعہ دخانی جہاز کراچی تک
 سفر کریں گے۔ اور وہاں سے مکہ معظمہ روانہ ہوں گے۔ کہ یہاں سفر دار البقاہ پیش آیا

اور دو ماہ شعبان ۱۲۸۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ جناب مولوی عمر بخش قریشی
نے تجہیز و تکفین کی۔ اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

اولاد:- فرزند (۱) مفتی محمد چراغ دین اور سیر۔

(۲) مولوی حاجی مفتی جلال الدین سہروردی چشتی۔

دختر (۱) حمیدہ بیگم زوجہ مولوی مفتی ضیاء الدین خلف مولانا حافظ حکیم مفتی

غلام احمد مرحوم۔

تصانیف (۱) کتاب خلاصۃ المداہج۔ فارسی کی ضخیم کتاب مدارج النبوت

مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب کا جامع خلاصہ ہے۔

(۲) مخزن الفرائض ۱۔ اس کتاب میں احکام اسلام اور فرائض دینیہ کو بڑی شرح

ویسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

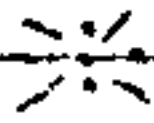
(۳-۴) اصول حدیث اور فقہ محمدی ان دونوں کتابوں میں علم حدیث و فقہ کی

تاریخ اور ان کے اصول و ضوابط کو بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ
کتابیں آج کل نایاب ہیں۔

قطعہ تاریخ وفات از حضرت مولانا مفتی غلام سرور مرحوم۔

سفر ہند چوں سید محمد سوئے دار البقا خوشحال و خوشتر

بصد افسوس تاریخش خرد گفت بگو روح مسافر شد مسافر



مفتی محمد چراغ دین روشن اور سیر

حضرت مولانا مفتی سید محمد مرحوم کے فرزند اکبر تھے۔ ”چراغ دین“ آپ کا تاریخی نام ہے۔ روشن تخلص رکھتے تھے۔ ابھی بارہ برس ہی کے تھے۔ کہ پدر بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نے تعلیم کی طرف پوری توجہ رکھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مسرہ پاک سن جنہوں نے ٹاؤن ہال لاہور کی عمارت کا ڈیزائن تیار کیا تھا۔ اس سے بلڈنگ ڈرائیونگ اور مسرہ بل جن کی نگرانی میں ٹاؤن ہال تعمیر ہوا تھا۔ سر سے سیکھی۔ یہ دونوں حضرات حضرت مولانا مفتی غلام سرور کے شاگرد تھے۔ انہوں نے اُن سے اردو پڑھی تھی۔ ۱۸۷۵ء سے لے کر ۱۸۹۵ء تک لاہور میونسپل کمیٹی کے سروسیر ہے۔ پھر سروے آف انڈیا کے محکمے میں چلے گئے۔ پانچ سال تک وہاں رہے پھر قریباً دس سال تک ریاست ناٹھ اور پٹیالہ کے محکمہ تعمیرات میں اور سیر رہے یہاں سے سیکرٹری ہوئے۔ تو خان بہادر ڈپٹی بشیر علی خاں مرحوم خلف ڈپٹی برکت علی خاں مرحوم نے میاں چنوں ضلع منٹگمری میں اپنی اراضی کی آبادی کاری کے لیے ایک معقول مشاہرہ پر بھیج دیا۔ مگر وہاں سے آپ کو خرابی بنیائی کے باعث واپس آگئے۔ ۱۳۵۰ھ کو ۵ ماہ اپریل میں ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اپنے احاطہ گورستان میانی صاحب میں مدفون ہوئے۔ دو فرزند اور تین لڑکیاں اپنے بعد اولاد یادگار چھوڑی۔

فرزند۔ (۱) مفتی محبوب عالم۔

(۲) مفتی محمود عالم (راقم الحروف)

دختر:- (۱) زبیدہ بیگم۔

(۲) اعجاز بیگم۔

(۳) سرفراز بیگم۔

تصنیف :۔ کتاب سراج الحساب۔ علم ریاضی و مساحت میں ہے۔ کئی بار طبع ہو کر شایع ہوئی۔ شعر و شاعری میں بھی مذاق سلیم رکھتے تھے۔ اپنے غم بزرگوار حضرت مولانا مفتی غلام سرور سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

نمونہ کلام :۔ خیالات سیدھے سادے ہیں۔ اور جذبات کی پوری ترجمانی کرتے ہیں۔ تمام کلام میں محاورہ و روزمرہ کی چاشنی پائی جاتی ہے۔
الود :-

ورد مندوں کا زمانے میں پتہ ملتا نہیں وائے صد حسرت کہ کوئی آشنا ملتا نہیں
اہل دل آہ کو جس دم کہ ہوا دیتے ہیں دامن برق کو اک آگ لگا دیتے ہیں
جلے اک آن میں برق شرر بار اگر دیکھے میرے سوزِ حبسگر کو
فاساسی :-

بہ غم بہ ساز زستی و بہشتی باز آ کہ نیست خانہ دنیاے دوں سرائے سروں
گل از گلزارِ حشش گل بچیند
چوں روئے آن سمن اندام بیند

شاگرد :- سینکڑوں تھے جن میں سے کئی ایک اچھے اچھے عمدوں پر فائز ہوئے۔ شاگرد خان بہادر عبدالعزیز اسسٹنٹ انجینئر نارتھ ویسٹرن ریلوے (حال پی ڈبلیو آر) کشن چند ہیڈ ڈرافٹسمن و چیف سرویئر لاہور میونسپل کمیٹی۔
میاں جلال الدین ایس ڈی او محکمہ تعمیرات ریاست جموں و کشمیر۔
میاں سراج الدین چیف ڈرافٹسمن محکمہ تعمیرات حکومت پنجاب۔

مؤخر الذکر دونوں حضرات نے تادم زبیت اپنے محترم استاد کے ساتھ نہایت عقیدت مندانہ اور فیاضانہ سلوک روا رکھا۔

مفتی محبوب عالم

مفتی محمد چراغ دین روشن آرڈینیشن کے خلیفہ اکبر تھے۔ رنگ محل مشن ہائی سکول سے فارغ التحصیل ہو کر پہلے لاہور میونسپل کمیٹی میں ملازم ہوئے۔ پھر ۱۹۲۲ء میں مشرقی افریقہ ٹانگانیکا ریوے میں ملازم ہو کر چلے گئے۔ ۱۹۲۳ء میں دو ماہ کی رخصت پر وطن آئے شادی کی اور پھر دوبارہ افریقہ چلے گئے۔

دوسری جنگ عظیم میں ریوے کی ملازمت ترک کر کے محکمہ فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔ ۵ جون ۱۹۴۳ء اچانک بیمار ہو کر بمقام سیشل لاولڈ و فائٹ پائی۔ مرحوم بھی اردو کے خوش فکر شاعر تھے۔ ایک دفعہ افریقہ سے اپنی ایک غزل بھیجی تھی۔ جس کے اس وقت صرف دو شعر یاد ہیں۔

میدانِ حشر کی نہ تمنا کرے کوئی	اس فتنہ شباب کے عالم کو دیکھ کر
چہرہ وہ دلفریب کہ دیکھا کرے کوئی	آنکھیں وہ مے فروش کہ توبہ کو توڑ دیں



مفتی محمود عالم

دراقم الحروف مفتی محمد چراغ دین روشن اور سیر کا فرزند دوم ہے۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۰۶ء بروز چار شنبہ فیروز پور میں پیدا ہوا۔

تعلیم :- اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ اور گورنمنٹ ریلوے ٹیکنیکل سکول میں پائی۔ وائی۔ ایم۔ سی لے کالج سے جوئیر انگلش کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۲۳ء میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد دو سال ایم اے میں اور دو سال پی ڈیوڈی میں ملازم رہا۔ ۱۱ فروری ۱۹۲۹ء میں نارنڈ ویٹرن ریلوے (حال پی ڈیوڈی) میں مقابلے کا امتحان پاس کر کے ہیڈ کوارٹر آفس میں ٹیکنیکل ڈرافٹسمن ملازم ہوا اور مارچ ۱۹۶۱ء میں ۵۵ برس کی عمر میں ریٹائر ہوا۔

خاندانی تعلیم و تربیت اور علمی ماحول نے اوائل عمر ہی میں شعر و ادب اور تاریخ و تصوف سے دل چسپی پیدا کر دی تھی۔ اس لیے زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ علمی و ادبی مشاغل میں گزرا۔ دارالعلوم السنہ شرقیہ برائے طلبہ و طالبات میں استاذ محترم جناب آقا بیدارخت ایم اے ایم او ایل ایل بی کے ایماء سے اعزازی طور پر سالہا سال پڑھایا۔ ادبیہ سلسلہ ۱۹۳۵ء سے لے کر تا حال کسی نہ کسی صورت میں بقدر امکان اب بھی جاری ہے نیز کئی سال تک پنجاب کی معروف علمی و ادبی انجمن حلقہ ادب عالم کا سیکرٹری رہا۔ اور کئی ایک علمی و ادبی مقالے لکھے۔ مثلاً :-

۱، غالب بحیثیت شاعر

۲، غالب کا بیان تصوف۔

۳، اردو کا آغاز۔

۴، اکبر الہ آبادی کی طنزیہ شاعری۔

(۵) اردو شاعری میں طنز و مزاح۔

(۶) اقبال اور تصوف۔

(۷) اقبال کا نظریہ وطنیت و قومیت۔

(۸) خواتین اسلام کی علمی خدمات۔

(۹) شوکت علی غانی بدایونی۔

(۱۰) شاعری میں سرقہ و توار کی حیثیت۔

(۱۱) غلط عام اور غلط عوام۔

(۱۲) قافیہ و ردیف کی ضرورت و اہمیت۔

(۱۳) مولانا محمد علی جوہر بحیثیت شاعر۔

(۱۴) مفتی غلام سرور لاہوری اور ان کی تصنیفات۔

(۱۵) مفتی غلام سرور لاہوری۔

(۱۶) بنگال میں اردو شاعری۔

(۱۷) بنگال میں صوفیائے اسلام کی اشاعت اسلام۔

(۱۸) اردو کی نصوص نامہ شاعری۔

یہ تمام مقالات حلقہ ارباب علم میں پڑھے گئے۔ اور مختلف رسائل میں شائع ہوئے۔ علم طب کا بھی شوق تھا۔ اسے بھی پڑھا۔ چنانچہ آج کل طب و دواخانہ اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہے۔ ان دنوں حضرت مولانا مفتی غلام سرور کی شہرہ آفاق کتاب خزینۃ الاصفیاء کا تلخیص و ترجمہ کر رہے ہیں جو سات حصوں میں ختم ہوگا۔ اب تک چار حصے ختم ہو چکے ہیں۔ اس کی ترتیب یوں ہے۔

حصہ اول۔ خلفائے راشدین۔ صحابہ کرام۔ ائمہ دین اور علمائے امت۔

حصہ دوم۔ بزرگان سلسلہ قادریہ

حصہ سوم۔ چشتیہ

حصہ چہارم۔ نقشبندیہ

حصہ پنجم - بزرگان سلسلہ سہروردیہ -

حصہ ششم :- وہ ضوئیہ و صلحہ جہان سلاسل اربع سے تعلق نہیں رکھتے -

حصہ ہفتم :- فارسی وارد و کے ممتاز شعرا -

تمام بزرگوں کے حالات نہایت ایجاز و اختصار مگر جامعیت کے ساتھ لکھے گئے ہیں منظوم قطعات ولادت و وفات بھی ساتھ درج ہیں - یہ کتاب گویا تاریخ و ادب کا ایک مرقع ہوگی -

تین فرزند اور چار لڑکیاں اولاد سے ہیں -

فرزند (۱) مفتی نیر محمود -

(۲) مفتی مظہر محمود -

(۳) مفتی اظہر محمود -

دختر (۱) ندیم فاطمہ زوجہ حمید احمد خاں بی اے بی ٹی -

(۲) نعیم فاطمہ زوجہ حکیم سیبوریات علی شاہ

(۳) طلعت حبیب -

(۴) ثروت جہاں -

نیر محمود محکمہ پی ڈبلیو آر کے شعبہ ٹرین لائینگ میں ملازم ہے - اور مطب و

دواخانہ ہاشمیہ کانگراں ہے - طب بھی پڑھ رہا ہے - عنقریب مستند حکیم ہو جائے گا -

مظہر محمود طب بھی پڑھ رہا ہے - پی ڈبلیو آر انجیرنگ ٹریننگ سنٹر میں اپرنٹس ہے

انشاء اللہ دو سال تک فارغ التحصیل ہو کر ریلوے مکینیکل انجیرنگ سروسز میں آجائے گا -

اظہر محمود - طلعت حبیب اور ثروت جہاں زیر تعلیم ہیں -

ندیم فاطمہ کے دو فرزند وحید احمد اور نوید احمد اور دو لڑکیاں صولت و نرہت

ہیں - حمید احمد خاں بی اے بی ٹی وطن ہائی سکول میں انگریزی و حساب کے معلم ہیں -

نعیم فاطمہ کے چار فرزند سعید۔ رشید۔ فرید اور عرفان ہیں۔ عزیزم حکیم ریاض علی شاہ کا اپنا دواخانہ ہے۔ اور سعید لیبارٹریز کے نام پر کاروبار کا سلسلہ بھی ہے۔ سکونت گوشتان میں ہے۔ اب حال ہی میں لاہور میں مطب و دواخانہ جاری کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ترقی دے۔

مکمل خلف مولوی حکیم ابو سعید مرحوم بن مولوی حکیم علی احمد قریشی بھڑائی ہوشیار پوری راقم الحروف کا خواہر زادہ بھی ہے۔ یعنی میری چھوٹی ہمیشہ سرفراز بیگم کے دو فرزند اور ایک دختر ہے۔ یہ فرزند اکبر ہے۔ اور فرزند دوم فیاض علی ہے۔ دختر عزیز یاسیم فاطمہ زوجہ سید اسلم شاہ خلف سید اقبال علی شاہ ہے۔ عزیزم کے والد مولوی حکیم ابو سعید اپنے زمانے کے فاضل اور مشاہیر اطباء میں سے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں وفات پائی۔ مرحوم موضع بھڑائی ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم پاک و ہند کے بعد پہلے لاہور اور پھر ملتان میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ راقم کی منجھلی ہمیشہ اعجاز بیگم آج کل بمبئی میں اپنی دختر عزیز یاسیم جمیلہ کے پاس ہے۔ عزیز یاسیم جمیلہ کے خاوند ڈاکٹر رشید تقسیم پاک و ہند سے پہلے بہ سلسلہ ملازمت بمبئی میں مقیم تھے۔ عزیز یاسیم کی دولہا کیاں ناہید و تنویر ہیں۔ اور زیر تعلیم ہیں۔ عزیز یاسیم جمیلہ بھی ایک علمی سکول میں معلمہ ہے۔ عزیزہ پنجاب ہی سے ادیب عالم اور ایف اے پاس کر کے گئی تھی۔ ہمیشہ اعجاز بھی ادیب عالم پاس ہیں۔ یہ بھی پہلے ایک سکول میں معلمہ تھیں۔ مگر آج کل نہیں ہیں۔ بڑی ہمیشہ زبیدہ بیگم نے ۲۶ مارچ ۱۹۷۳ء میں وفات پائی۔ مرحومہ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ میری رفیقہ حیات حفیظہ بیگم بنت مولوی محمد دین مرحوم ہے۔ ایزد تعالیٰ بیگم صاحبہ کو اس سے کہیں اور زیادہ ہمت و استقلال اور فہم و تدبیر میں حصہ وافر بخشے۔ تاکہ خاندان و اولاد کے لیے بہترین نمونہ ہوں۔

مولوی حاجی مفتی جلال الدین سروردی چشتی

حضرت مولانا مفتی سید محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند دوم تھے۔ مولانا محمد بخش بلبل مدرس و خطیب مسجد ملا مجید سے عربی و دینیات پڑھی تھی۔ تمام عمر اپنی آبائی مسجد مفتیاں میں امامت اور درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اوائل عمر میں گورنمنٹ پریس میں بھی کچھ عرصہ ملازم رہے۔

۱۸۹۶ء میں اپنے ختم محترم حضرت مولانا مفتی غلام سرور کے ہمراہ حج کے لیے گئے۔ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ جاتے ہوئے راستے میں حضرت مولانا مفتی غلام سرور تو اچانک بیمار ہو کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اور آپ روضہ نبوی کی زیارت سے مسترف ہو کر آئے۔ مکہ معظمہ میں آپ نے اور حضرت مولانا مفتی غلام سرور نے حضرت شیخ العالم مولانا حاجی ابراہیم اللہ قدس سرہ کے ہاتھ پر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد اپنے وطن سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ آپ جامع شریعت و طریقت تھے۔ اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی المتوفی ۱۲۶۳ھ جو حضرت شاہ عزیز محمدی محدث دہلوی کے داماد و شاگرد تھے ان کے ایک مرید و شاگرد مولانا سید نصیر الدین دہلوی المتوفی ۱۲۸۴ھ کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ نیز حضرت شاہ محمد اسحاق کے ایک اور خلیفہ شیخ نور محمد جھنجانوی سے چاروں سلسلوں میں بالعموم اور طریقہ چشتیہ صابریہ میں بالخصوص تکمیل سلوک کی تھی۔ اُس وقت ابھی حضرت شاہ محمد اسحاق بھی زندہ تھے۔ اور حضرت سید احمد بریلوی کی تحریک جہاد کے ناکام ہو جانے کے بعد دہلی سے ہجرت کر کے مکہ معظمہ میں سکونت پذیر ہو چکے تھے۔ حضرت حاجی صاحب نے ان سے بھی براہ راست فیوض و برکات حاصل کیے تھے۔ آپ نے مکہ معظمہ ہی میں ارشاد و اباقی برصغیر

۱۵ جون ۱۹۲۰ء میں ۹ برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔
 رانم کے عم بزرگوار تھے۔

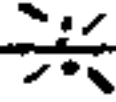
بقیہ حاشیہ ص ۸۷) ہدایت کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا۔ اور حرم شریف میں حضرت امام غزالی
 کی کتاب احیاء العلوم اور ششوی مولانا روم کا درس دیا کرتے تھے۔

غذائے روح، ضیاء القلوب، تحفۃ العشاق۔ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ مولانا فیض الحسن محدث سہارنپور

مولانا اشرف علی تھانوی ایسی اکابر ہستیاں آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھیں۔

۱۳۱۷ھ میں وفات پائی۔



حضرت مولانا حافظ حکیم مفتی غلام احمد قریشی اسدی الہاشمی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حکیم مفتی غلام محمد عارف باللہ قدس سرہ کے فرزند دوم تھے۔ خانہ روایات کے مطابق اپنے والد ماجد ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی۔ علم طب بھی انہی سے پڑھا۔ قرآن شریف بھی انہی کی زیر نگرانی حفظ کیا۔

آپ علوم دینیہ کے فاضل۔ صاحب علم و عمل۔ قاری خوش الحان، فن قرأت کے ماہر اور طبیب حافض تھے۔ سلسلہ سہروردیہ میں بھی اپنے پدر بزرگوار ہی سے بیعت تھے۔

تمام عمر درس و تدریس اور خطابت میں گذاری۔ مسجد محلہ ملتانیاں کی امامت و خطابت اور تولیت بھی آپ ہی کے سپرد تھی۔ درس و تدریس کا سلسلہ اپنے بزرگ والد ہی کی زندگی میں شروع کر دیا تھا۔ آپ کے حلقہ تربیت سے بڑے بڑے حفاظ و قاری فیض یاب ہو کر نکلے۔ ایک بالغ نظر طبیب ہونے کی حیثیت سے بھی ایک خلق کثیر نے آپ کی ذات، گرامی سے استفادہ کیا۔

آپ نہایت ہی متوکل و متورع اور متواضع تھے۔ امور شرعیہ کی پابندی آپ کا شعار خاص تھا۔ سلسلہ سہروردیہ میں صاحب ارشاد تھے۔ خزینۃ الاصفیاء میں مرقوم ہے۔ آپ کے عظیم المرتبت والد نے تین سو سے زیادہ قرآن شریف اپنے قلم سے رقم فرمائے تھے۔ چنانچہ جب آپ قرآن شریف ختم کر لیتے۔ تو آپ ہی سے پڑھوا کر عبارت کی تصحیح کرتے تھے۔ ۱۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

مرقد گورستان بی بی پاک داماں میں ہے۔ تین فرزند اور ایک دختر اپنے بعد اولاد یا دیگر گار چھوڑی۔

فرزند - د۱، مفتی ضیاء الدین -

۲، مفتی مظفر الدین -

۳، مفتی فیض الدین

دختر - ہویدا بیگم -

قطعہ تاریخ وفات از حضرت مولانا مفتی غلام سرور قدس سرہ -

چوں اسپ از جہاں بجلد بریں تیز رہا نہ حافظ کلام اللہ!

دامن ہمت خود از دنیا خوش فشانہ حافظ کلام اللہ

وقت رحلت بیاد خوش آورد آنچه خواند حافظ کلام اللہ

سال تاریخ رحلتش سرور

گو نماں حافظ کلام اللہ

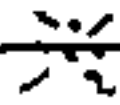
دیگر

چوں غلام احمد آل مرد خدا جاں سپرد آخر بنام احمدی

وقت رحلت یافت از فضل آل بادۂ الفت ز جام احمدی

سرور تاریخ سال رحلتش

گو "محب حق غلام احمدی"



مولوی مفتی ضیاء الدین

حضرت مولانا حافظ حکیم مفتی غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر تھے۔ حمیدہ بیگم بنت حضرت مولانا مفتی سید محمد آپ کے نکاح میں تھیں۔ عین عالم جوانی میں وفات پائی۔ دو لڑکیاں مالک بیگم زوجہ حکیم مفتی محمد انور خلیفہ حضرت مولانا مفتی غلام سرور اولہ مبارک بیگم زوجہ حسین علی شاہ اولاد سے تھیں۔ مشیت ایزدی سے ان دونوں مرحومہ و منغورہ کی بھی کوئی اولاد نہ تھی۔

مولانا مفتی مظفر الدین

حضرت مولانا حافظ حکیم مفتی غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند دوم تھے۔ اپنے والد ماجد ہی کے سایہ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ پدر بزرگوار کی وفات کے بعد مسجد محلہ ملت انیاں ہی میں اپنے بزرگ والد کے جانشین ہونے کی حیثیت سے امامت و خطابت اور درس و تدریس کے فرائض نہایت خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ علم و فضل۔ بزرگانہ شفقت و محبت اور دینداری و پرہیزگاری میں آیت خوبی تھے۔ ۱۹۳۴ء میں ۸۰ برس کی عمر میں سفر دارالبقار کیا۔ مرقد احاطہ بی بی پاک دامنوں میں ہے۔ تین فرزند اور چار لڑکیاں اولاد یادگار تھوڑی ہیں۔

فرزند اول مفتی غلام زین العابدین اسسٹنٹ اکاؤنٹس آفیسر۔

(۲) کرنل مفتی محمد افتخار الدین۔

(۳) مولوی مفتی لامع الدین۔



مولانا مفتی مظفر الدین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ

دختر (۱) ارشاد بیگم زوجہ سردار علی شاہ قریشی -

(۲) متبرک بیگم زوجہ سید غور شید حسن -

(۳) عقیلہ بیگم زوجہ حمید الدین قریشی مرحوم -

(۴) رقیہ بیگم زوجہ سید ریاض الحسن برقی -

مفتی غلام زین العابدین

جناب مولوی مفتی مظفر الدین مرحوم کے فرزند اکبر تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد محکمہ نار تھرو لیسٹرن ریلوے حال (پی ڈیو آر) میں ملازم ہوئے۔ اور بتدریج ترقی کرتے ہوئے اسسٹنٹ اکاؤنٹس آفیسر کے معزز عہدے پر فائز ہو کر ریٹائر ہوئے۔ آپ کی محنت و لیاقت اور حسن قابلیت کو مد نظر رکھتے ہوئے انگریزی حکومت نے آپ کو ”خان صاحب“ کے امتیازی خطاب سے نوازا۔ لیکن آپ اس درجہ مستغنی المزاج تھے کہ اس خطاب کو کبھی اپنے نام کے ساتھ نہیں لکھا۔ حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ۔ بے حد شفیق و خلیق اور مرنج و مرنجاں تھے۔ چھوٹے بڑے آپ کے اوصاف پسندیدہ کے مداح تھے۔ پابند صوم و صلوة اور متقی و پرہیزگار تھے۔ اعلیٰ عہدہ پر پہنچ کر بھی کسی انسانی کمزوری سے ملوث نہیں ہوئے۔ ۱۰ جون ۱۹۵۲ء کو سفر دارالآخرت کیا۔ گورستان بی بی پاک دامنوں میں مدفون ہوئے۔ حق مغفرت کرے ۛ

پانچ فرزند اور چار صاحبزادیاں اولاد سے ہیں۔

فرزند (۱) مفتی محمد اکرام الدین -

(۲) مفتی عبدالسمیع -

(۳) مفتی محمد تقی -

(۴) مفتی محمد ابوبکر -

(۱۵) مفتی انیس الدین -

دختر (۱) محمودہ اختر - زوجہ منظور علی قریشی اسسٹنٹ انجینئر پی ڈبلیو - آر -

(۲) مسعودہ اختر - ایم اے الٹاس جوئیر آفیسر نیشنل بینک آف پاکستان -

(۳) یاسمین اختر - زوجہ قاضی عبید الرحمن ریجنل ڈائریکٹر ٹیلی ویژن -

(۴) تجستہ شاہین - زوجہ خالد قریشی اسسٹنٹ ٹریفک مینجنگورنمنٹ راپورٹ -

برادر معظم کی اہلیہ محترمہ غلام صغریٰ بنت عزیز الدین قریشی سلمہ اللہ تعالیٰ - اپنے

مدیرانہ و شفیقانہ خصائل میں اپنی مثال آپ ہیں - امسال حج کے لیے تشریف لے گئی ہیں

ایزدت تعالیٰ بخیر و عافیت واپس لائے -

مفتی محمد اکرام الدین

مفتی غلام زین العابدین مرحوم کے فرزند ارشد ہیں - ریلوے ورکشاپ میں ملازم
ہیں - بڑے خلیق و انیس ہیں - ایک فرزند اور تین لڑکیاں اولاد سے ہیں -

فرزند (۱) مفتی معین الدین -

دختر (۱) عزیزہ عابدہ نرگس مفتی -

(۲) فریدہ خانم مفتی -

(۳) فرزادہ خانم مفتی -

عزیزہ کی اہلیہ خلدہ سلمہ اللہ تعالیٰ پر خلوس و ملنسار خاتون ہیں -



مفتی معین الدین

مفتی محمد اکرام الدین کے فرزند ہیں۔ اسے جی آفس میں ملازم ہیں۔ جواں ہمت و صالح نوجوان ہیں۔ والی بال کے اچھے کھلاڑی ہیں۔ کئی بار لاہور ڈوریزن کی طرف سے تمایدگی کرچکے ہیں۔ آج کل بی اے کے امتحان کی تیاری کر رہے ہیں۔

مفتی عبدالسمیع

بی ایس سی آنرز۔ بی ایس سی انجینئرنگ
ایم ایس سی۔ اے ایم آئی ای
(منشی فاضل)

مفتی غلام زین العابدین کے فرزند دوم ہیں۔ آج کل محکمہ واپڈ میں ڈائریکٹر پلاننگ کے معزز عہدے پر فائز ہیں۔ منگلا ڈیم کی تعمیر میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ جہاں اعلیٰ درجے کے انجینئر ہیں۔ وہاں نجوم و شطرنج سے بھی انتہائی دلچسپی و شیفتگی رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ ایک ماہر منجم اور شطرنج کے عمدہ کھلاڑی بھی ہیں۔ اس فن میں بڑے بڑے منجم اور شاطر بھی آپ کا لوہا مانتے ہیں۔

اسٹرو لیسرچ افسی ٹیوٹ کے وائس پرنیڈنٹ ہیں۔ غرض ہمہ صفت موصوف اور ظاہری و باطنی خوبیوں کے جامع ہیں۔ دو فرزند اور ایک دختر اولاد سے ہیں۔ جو سب کے سب زیر تعلیم ہیں۔

فرزند (۱) مفتی طاہر عزیز سمیع۔

(۲) مفتی عامر عزیز سمیع۔

دختر۔ عزیزہ خولہ مفتی۔

آپ کی زوجہ رضیہ سلطانہ (منشی فاضل) حسن صورت اور حسن سیرت کی مجسمہ ہیں۔
دینی و دنیوی امور میں پوری دست گاہ رکھتی ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں قوم و ملک کی
پر خلوص اور قابل قدر خدمات سرانجام دیتی رہی ہیں۔ بیڈمنٹن کی چیمپئن ہیں۔ اور یہ شوق
تا حال قائم ہے۔

مفتی محمد تقی

بی لے منشی فاضل

مفتی غلام زین العابدین کے فرزند سوم ہیں۔ آج کل محکمہ واپد میں اکاؤنٹنٹ ہیں
بڑے متین و پر خلوص ہیں۔ تین فرزند اور دو لڑکیاں اولاد سے ہیں۔

فرزند (۱) مفتی عدنان تقی۔

(۲) مفتی عثمان تقی۔

(۳) مفتی نعمان تقی۔

دختر۔ (۱) عزیزہ بیلا مفتی۔

(۲) نبیلا مفتی۔

مفتی محمد ابوبکر

مفتی غلام زین العابدین کے فرزند چہارم ہیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد تجارت کو ذریعہ معاش بنایا ہے۔ دوران تعلیم میں حصول پاکستان میں قابل قدر رضا کارانہ خدمات سرانجام دی ہیں۔ اب بھی رفاہی اور دفاعی کاموں میں سرگرم حصہ لیتے ہیں۔ پیکیج محبت و مودت ہیں۔

ایک فرزند اور ایک دختر اولاد سے ہے۔ عزیزم کی زوجہ خانم کے والد بزرگوار مولانا ابوالخیر عبداللہ ایم اے راقم الحروف کے دیرینہ دوست اور کرم فرما ہیں۔ صاحب علم و عمل ہیں۔ اسلامیہ کالج میں لکچرار ہیں۔

فرزند (۱) مبشر ابوبکر

دختر۔ عزیز بی عظمیا۔

مفتی انیس الدین

بی اے منشی فاضل

مفتی غلام زین العابدین کے فرزند پنجم ہیں۔ آج کل اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایگریکلچر کے عہدے پر فائز ہیں۔ اکونٹسی کے متعدد امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیے ہیں۔ چار ڈاکونٹسی کی بھی ٹریننگ حاصل کی ہے۔ بیڈمنٹن کے نہایت عمدہ کھلاڑی ہیں۔ کئی ایک انعام بھی حاصل کیے ہیں۔ علمی و ادبی مذاق بھی رکھتے ہیں۔ کئی ایک افسانوں کے مصنف بھی ہیں۔ ریڈیو کراچی میں عنقریب سعودی عرب (ریاض) میں جنرل کنٹرولنگ کمپنی کے اکاؤنٹ ہو کر جارہے ہیں۔ آپکی اہلیہ شمیم بیگم سید ارشاد الدین علوی تقابلی مذہبیات میں درجہ اول میں ایم اے ہیں،

لیفٹیننٹ کرنل مفتی محمد افتخار الدین قریشی اسدی لہاشمی چشتی

آر۔ پی۔ ای۔ اے۔ ایم۔ آئی انگریز۔ ایم۔ آئی۔ ای انڈیا۔ ایم آر ایس انگریز

فرسٹ منٹ ماسٹر آف پاکستان

جناب مولوی مفتی مظفر الدین مرحوم کے فرزند دوم ہیں۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایم۔ ای۔ ایس میں ملازم ہوئے۔ اور اپنی خداداد لیاقت و محنت سے روز افزوں ترقی کی۔ دوران ملازمت میں انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ گئے۔ اور انجینئرنگ کے مختلف شعبوں میں امتیازی حیثیت سے کامیاب ہو کر آئے۔

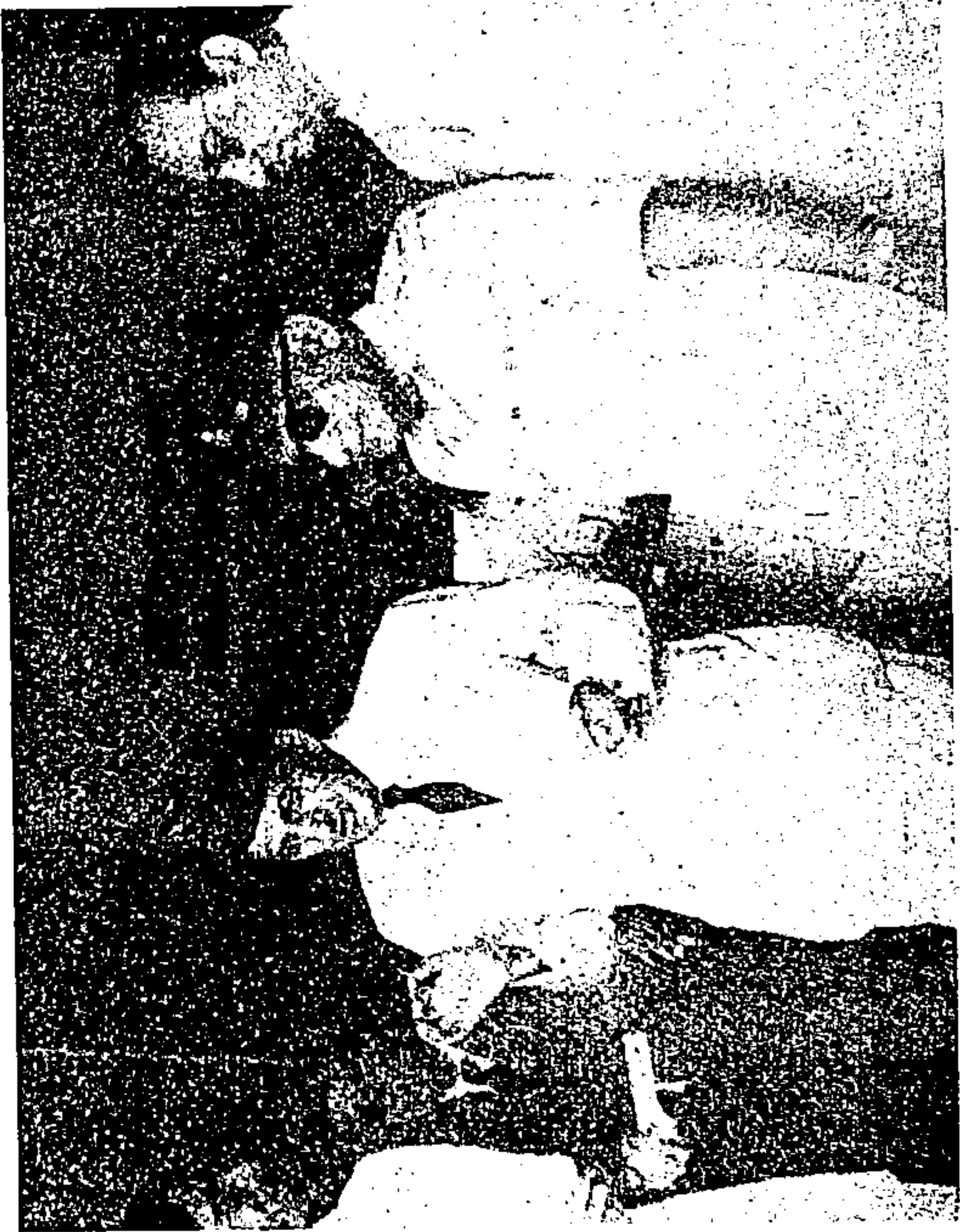
ملازمت کا تمام عرصہ نہایت اقتدار و ناموری اور حسن قابلیت کے ساتھ گزارا اور قابل قدر تعمیری و اصلاحی کاربائے نمایاں سرانجام دیئے۔ جس کے اعتراف میں انگریزی حکومت آپ کو مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز کرتی رہی۔ چنانچہ فہرست ذیل سے آپ کی تعلیمی اسناد اور جن جن عہدہ ہائے جلیلہ پر متمکن ہوتے رہے۔ پوری آگاہی ہو جاتی ہے۔

ENGINEERING AND TECHNICAL QUALIFICATIONS.

DEGREES.

1. EXAMINATIONS PASSED WITH CREDIT AS GRADUATESHIP OF CHARTERED STRUCTURAL ENGINEERS, INDIA. 1935.

2. MEMBERSHIP EXAMINATION OF INSTITUTION OF CHARTERED STRUCTURAL ENGINEERS OF ENGLAND. 1936.



(دائیں جانب سے) کرنل مفتی محمد افتخار الدین لاشی (۲) مرحوم غلام محمد صباغی صدر پاکستان



سید سہیل ریاض
متبنی محترمہ مرحومہ عزیزہ بیگم رحمہا اللہ

3. MEMBERSHIP OF CHARTERED INSTITUTION OF ENGINEERS OF INDIA. 1939.

NOTE-HIGHER QUALIFICATION THAN

B. SC. ENGINEERING.

4. MEMBER OF ROYAL SANITARY ENGINEERS OF ENGLAND 1936.

5. WATER DIVING FROM SUBMARINES ENGINEERS, ENGLAND. 1933-34.

6. QUALIFIED AS A CHEMICAL WARFARE INSTRUCTOR. 1938-39

SERVICE BEFORE PARTION

1. CLASS I CIVIL ENGINEERS IN M.E.S. 1936-38

2. KING'S COMMISSIONED IN INDIA ENGINEERS AND POSTED AS A GARRISON ENGINEER WITH THE RANK OF CAPTAIN IN NOWSHERA. 1941-42

3. GARRISON ENGINEER WITH THE RANK OF MAJOR IN NORTHERN, EASTERN, AND WESTERN COMMANDS OF UNITED INDIA.

4. ASSTT; COMMANDING ROYAL ENGINEERS (ELECTRICAL AND MECHANICAL) BENGAL DISTRICT CALCUTTA. 1938-39

5. ASSTT; COMMANDING ROYAL ENGINEERS (WORKS), BENGAL DISTRICT CALCUTTA

6. RESPONSIBLE FOR THE REVISION OF MILITARY

ENGINEERING SERVICES HANDBOOK VOLUME I.

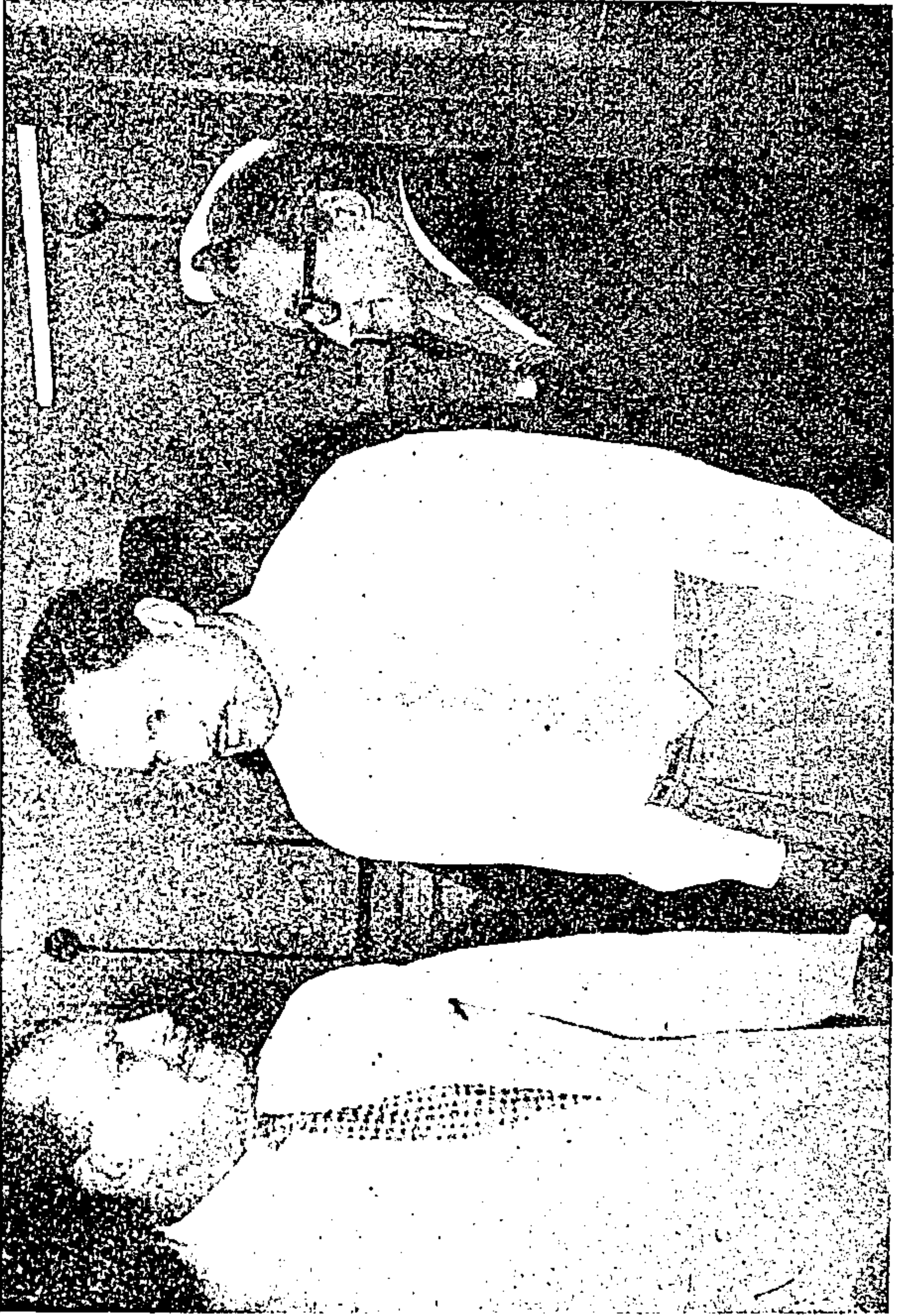
7. SERVICE WITH TROOPS OVERSEAS IN MIDDLE EAST INCLUDING IRAQ AND PERSIA. (LINE OF COMMUNICATION IN IRAQ & PERSIA. 1942-43.
8. ACTIVE SERVICE IN SOUTHERN COMMAND WITH THE RANK OF MAJOR. 1943-45
9. STAFF OFFICER FIRST INDIAN MUSLIM, WITH ROYAL ENGINEERS IN SOUTHERN COMMAND. 1943-45
10. CHIEF INSPECTOR OF WORKS AND STORES, (FIRST INDIAN MUSLIM) IN CENTRAL, EASTERN AND NORTHERN COMMANDS IN UNITED INDIA IN THE CAPACITY OF SENIOR ROYAL COMMANDER ENGINEERS WITH THE RANK OF LT. COL. 1944-46.

AFTER PARTITION.

1. FIRST PERMANENT SUPERINTENDING ENGINEER WITH M.E.S. 1940-45
2. FIRST (PAKISTANI) COMMANDER ROYAL ENGINEERS COMMANDER MILITARY ENGINEERS SERVICE WITH THE RANK OF LT. COL. R.P.E. IN 10 DIV.
3. SUPERIOR CIVIL SERVICE AS FIRST MINT - MASTER OF PAKISTAN AND COMMANDANT OF BATTALION, SELECTED BY THE FEDERAL PUBLIC SERVICE COMMISSION 1948-53 COMMANDANT OF MINT BATTALION (55-P-N6.)



ڈاکٹر سید ریاض علی شاہ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی



(۱) ڈاکٹر ایس۔ نریدہ صدیقی (۲) ڈاکٹر سید ریاض علی شاہ (۳) خرم محبوب صدر پاکستان

1948-52

DECORATIONS

1. AWARDED HIS MAJESTY'S CORONATIONS MEDAL

2. STAR AND MEDAL.

1939-45

3. DEFENCE AND WAR MEDAL

1939-43

4. M.B.E. (MILITARY DIVISION.)

1939-40

JOINED ROTARY ON-3-1939 IN CALCUTTA.

JOINED ROTARY ON 1-5-1953 IN LAHORE.

NOW SENIOR ACTIVE MEMBER.

MEMBER OF THE TRIBUNAL FOR LAHORE DISTRICT (1967-68.)

JIRGA MEMBER

OFFICE HELD IN ROTARY

1. 4 TIMES IN ROTATION SINCE 1954 AS A BOARD MEMBER.

2. CHAIRMAN OF A MAJOR COMMITTEE 5 TIMES SINCE 1954

CLUB DIRECTORS OF

1. CLUB SERVICE.

2. VOCATIONAL SERVICE.

3. INTERNATIONAL SERVICE

4. COMMUNITY SERVICE

4 TIMES IN ROTATION.

CLUB SECRETARY.

1. 3 TIMES IN ROTATION, 1954-55 1956 AND IN PART 1957.

2. DISTRICT CONFERENCE ATTENDED THRICE IN INDIA.

3. CONSTITUTION AND BYE-LAWS COMPILED IN THE

YEAR 1955-56

SOCIAL SERVICE.

IN CHARGE OF CONSTRUCTION OF WORK ON BEHALF OF THE
ROTARY CLUB OF LAHORE.

PRESIDENT OF ROTARY CLUB LAHORE 1967-68.

ان عہدہ ہائے جلیہ پر متمکن ہونے کے بعد دسمبر ۱۹۶۸ء میں منٹ ماسٹر ڈنگل پاکستان کے حاکم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ چنانچہ آپ پہلے پاکستانی ہیں جو اس منصب بلند پر فائز ہو کر ۱۹۵۳ء میں بڑی مصروف کامیاب اور ہمہ گیر زندگی گزارنے کے بعد ریٹائر ہوئے۔

یہ سلسلہ فوجی ملازمت آپ کو یورپ و ایشیا کے مختلف ممالک میں بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ مثلاً یورپی ممالک میں سے انگلینڈ، فرانس، جرمنی، بلجیم، پراگ، آسٹریلیا، ہنگری، اٹلی وغیرہ۔ اور ایشیائی ممالک میں سے ایران و عراق اور مصر و شام گئے۔ اور مقامات مقدسہ کی زیارت سے شرف و سعادت حاصل کی۔ اسی طرح اثنائے ملازمت میں سرحد، بنگال، آسام، بمبای، کلکتہ، آڑیسہ، پونا، بمبئی، بنگلور اور یوپی وغیرہ میں بھی رہنے کا اتفاق ہوا۔ اس چیز نے بھی آپ کے تجربہ و مشاہدہ میں بے حد ترقی دی۔ یہ کہنا نہ بے جا ہے۔ اور نہ مبالغہ۔ بلکہ مبنی بر حقیقت ہے کہ آپ ایسے جامع علوم و فنون سر زمین پاک و ہند میں بہت کم پیدا ہوئے ہوں گے۔ سچ ہے ایسے دیدہ و دانسان قدرت صدیوں بعد پیدا کرتی ہے۔

خاندان آپ کی ذات پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔ جہاں آپ کے آباؤ اجداد نے علوم اسلامیہ، فقہ و ادب، تاریخ و حکمت اور شعر و فلسفہ کی صدیوں تک خدمت کی ہے۔ وہاں اُن کی اولاد و احباب میں سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوا جس نے سائنسی علوم کے خاص شعبہ انجینئرنگ میں اپنی ذاتی قابلیت سے گہرے نقوش مرتسم کیے ہیں۔ ان فنی قابلیتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انتظامی اور اصلاحی صلاحیتوں سے بھی حصہ وافر بخشا ہے۔



سید سلیم پرویز حسین بی تالے

جس کا اعتراف قائد اعظم محمد علی جناح اور قائد ملت لیاقت علی خاں نے اپنے مکتوبات میں کھلے لفظوں میں کیا ہے۔ چنانچہ قائد اعظم نے اپنے ایک مکتوب میں انہیں "بہترین حج" لکھتے ہیں۔ آج کل آپ جرگے کے ممبر ہیں۔

غرض جس طرح آپ نے دوران ملازمت میں اپنی قطری قابلیتوں اور صلاحیتوں سے اپنی انفرادیت کو قائم رکھا۔ اسی طرح آپ اپنے ذاتی اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ میں بھی بے نظیر و بے عدیل ہیں۔ بلکہ اس میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں اور بیگانوں میں اسے شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس کے ساتھ آپ حسن مروت اور حسن اخلاق کے ساتھ پیش نہ آئے ہوں۔ اور اپنی فراخی قلب و نظر کے باعث حد ممکن تک اس کی اعانت نہ کی ہو۔ بلکہ تاحال اپنی عادت قدیم کے موافق اُسی طرح اخلاص و مروت کی شاہراہ پر گامزن ہیں۔ اور دوست و دشمن کے ساتھ روشن حسن مراعات چلی جا رہی ہے۔ ان گوناگون اوصاف کے ساتھ قدرت کی بے نیازی دیکھیے۔ کہ آپ کی کوئی اولاد نہ رہی ہے۔ صرف دو صاحب زادیاں عزیز بی بی اختر بیوی اور عزیزہ فرحت ہیں۔

(۱) عزیز بی اختر بیوی زوجہ ڈاکٹر سید ریاض علی شاہ ایم اے ڈکنولوجی، بی ایچ ڈی۔ ڈائریکٹر ریسرچ کونسل گورنمنٹ آف پاکستان (کراچی) عزیزہ نے ایف۔ ایس۔ سی پاکستان میں کیا۔ پھر جب اپنے شوہر کے ساتھ انگلینڈ گئیں۔ تو وہاں موشل سروسز کی ڈگری لی۔ اور تین سال سے زیادہ عرصہ وہاں رہ کر وطن مالوف واپس آئیں۔

(۲) دختر دوم عزیزہ ڈاکٹر فرحت ایم بی بی ایس زوجہ پرویز حسین بی اے آفیسرون پیشل ڈیوٹی ہوم ڈیپارٹمنٹ۔ عزیز بی پہلے سرگنگرام ہسپتال میں ڈاکٹر تھیں۔ آج کل عظمہ جناح میڈیکل کالج میں لکچرار ہیں۔

برادر محترم کی اہلیہ محترمہ عزیز بیگم ۱۱ اپریل ۱۹۶۵ء میں اللہ کو پیاری ہوئیں۔ فردوس مکان نہایت حلیم و مخلص اور شفیق و انیس تھیں۔ حق مغفرت کرے مرحومہ کا مدفن حضرت شیخ محمد عارف بہ حضرت میاں میر کی درگاہ کے احاطہ میں ہے۔

مولوی مفتی لایع الدین

مولوی مفتی مظفر الدین مرحوم کے فرزند سوم ہیں۔ صاحب علم و عمل اور متدین و متقی ہیں۔ تمام عمر ملازمت کے بکھیڑوں اور کاروبار کے الجھیڑوں سے اپنی آزادی طبع کے باعث آزاد رہے۔ مسبب الاسباب نے غیب سے سامان بھی ایسے پیدا کر دیے کہ ساری عمر خوش حالی و فارغ البالی سے گذر گئی۔ خاندان میں صرف آپ ہی مسلک اہل حدیث رکھتے ہیں۔ سات فرزند اولاد سے ہیں۔

(۱) مفتی فہم الدین۔

(۲) مفتی وحید الدین۔

(۳) مفتی سعید الدین

(۴) مفتی فخر الدین۔

(۵) مفتی نجم الدین

(۶) مفتی ظہیر الدین

(۷) مفتی نصیر الدین۔

ماشاء اللہ سب کے سب فارغ التحصیل۔ صالح۔ سعادت مند اور

جواں ہمت ہیں۔

مولانا حکیم مفتی فصیح الدین

حضرت مولانا حافظ حکیم مفتی غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سوم تھے۔ اپنے والد ماجد کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی۔ طب بھی انہی سے پڑھی۔ اندرون کشمیری دروازہ مسجد میاں حاجی محمد رمضان مرحوم کی امامت و تولیت بھی آپ ہی کے سپرد تھی۔ ان فرائض کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور طبابت کا سلسلہ بھی تھا۔ اپنے وقت کے اچھے معالج تھے۔ قدرت نے دستِ شفا بھی بخشا تھا۔ ۱۲ مئی ۱۹۱۸ء میں وفات پائی۔ مدفن گورستان میانی صاحب میں ہے۔ دو فرزند مفتی غلام محمد اور مفتی محمد بشیر اولاد سے تھے۔

مولوی مفتی غلام محمد

مولوی مفتی فصیح الدین مرحوم کے فرزند اکبر تھے۔ اپنے پدر بزرگوار ہی سے تعلیم و تربیت پائی تھی۔ ان کی وفات کے بعد اسی مسجد میں امامت و تولیت اور درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ جون ۱۹۵۴ء میں وفات پائی۔ ایک فرزند اور تین لڑکیاں اپنے بعد اولاد یادگار چھوڑی۔

فرزند - مفتی سید جلال۔

دختر (۱) صغریٰ زوجہ عبد المجید اکاؤنٹنٹ۔

(۲) نجمہ زوجہ محمد عبدالرؤف۔

(۳) شریانہ زوجہ بشیر محمد۔

مفتی سید جلال

مولوی مفتی غلام محمد مرحوم کے فرزند رشید ہیں۔ فارغ التحصیل۔ کم سخن۔ کم آمیز اور صالح نوجوان ہیں۔ گورنمنٹ میڈیکل سٹور میں ملازم ہیں۔ اپنے دادا مرحوم کی مسجد کے متولی بھی ہیں۔ چار فرزند اور دو لڑکیاں اولاد سے ہیں۔ اور سب کے سب زیر تعلیم ہیں۔

فرزند ۱۱ مفتی سید جمال۔

۱۲ مفتی سید کمال۔

۱۳ مفتی سید افضال۔

۱۴ مفتی حفیظ الدین۔

دختر ۱۱ روح افزا

۱۲ منیرہ۔

عزیزم کی والدہ حال ہی میں فریضہ حج ادا کر کے آئی ہیں۔ بڑی پاکیزہ نفس خاتون ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔

مفتی محمد شبیر

مولوی مفتی فیض الدین مرحوم کے فرزند دوم ہیں۔ ذریعہ معاش کاروبار ہے۔ مشروبات کی بھی دکان ہے۔ بیرون کشمیری دروازہ سکونت پذیر ہیں۔

اولاد۔ فرزند ۱۱ محمد لطیف۔

۱۲ محمد نذیر۔

حضرت علامہ حاجی حکیم مفتی غلام سرور قریشی اسدی الماشی

سہروردی چشتی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حکیم مفتی غلام محمد عارف باللہ قدس سرہ کے فرزند سوم تھے۔
 ۱۲۶۴ھ میں اپنے آبائی محلہ کوٹلی مفتیاں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے عظیم والد
 بزرگوار سے حاصل کی۔ طب بھی انہی سے پڑھی۔ سلسلہ سہروردیہ میں بھی انہی سے
 بیعت تھی۔ پھر حضرت مولانا غلام اللہ فاضل لاہوری کے حلقہ درس میں شامل ہو کر
 علوم تفسیر و حدیث، فقہ و ادب، صرف و نحو، معانی و منطق، اصول و فروع اور تاریخ
 و لغت کی تکمیل کی۔ اور اپنے زمانے کے عالم نبیل، فاضل جلیل، بے مثال ادیب، بلند
 پایہ شاعر، بے نظیر تاریخ گو، مستند مؤرخ، شہرہ آفاق سوانح نگار، ماہر علم لغت، اور
 معلم اخلاق ہوئے۔ ایسے طباع، عالی دماغ، جامع علوم و فنون، حامل کمالات صوری
 و معنوی سر زمین پاک و ہند میں شاذ ہی پیدا ہوئے ہوں گے۔ آپ نے اپنی پیش ہوا
 اور بلند پایہ تصانیف سے علم و ادب کے ہر شعبہ کو مطالب و معانی اور حقائق و معارف
 کے گل ہائے رنگارنگ سے بھر دیا۔

تمام عمر تصنیف و تالیف میں گذاری۔ زندگی کا کچھ اوائل حصہ ملازمت میں بھی
 گزارا۔ چنانچہ پہلے کچھ عرصہ سردار بھگوان سنگھ رئیس لاہور و جاگیردار فتح گڑھ چوہان
 کی جائداد کے نگران و مہتمم رہے۔ پھر رائے بہادر گنھیا لال ایگزیکٹو انجینئر لاہور ڈویژن

لہ لاہور میں آنریری مجسٹریٹ تھے۔ ان کا والد راجہ ہرنیس سنگھ خلف راجہ تھپا سنگھ رنجیت سنگھ
 کے امرا میں سے تھا۔ جس کے سپرد کچھ عرصہ نظامت کشمیری بھی رہی تھی۔

یہ کائنات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اصل وطن جلیسر ضلع ایبہ تھا۔ ہندی تخلص کرتے
 تھے۔ شعر و سخن میں کچھ عرصہ مولوی احمد بخش بیدل سے بھی اصلاح لی تھی۔ فارسی و اردو میں بقیہ

جو آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھا۔ اپنے محکمہ میں ایک معقول مشاہرہ پر ملازمت دلا دی تھی۔ مگر آپ نے ٹھوڑے ہی عرصے میں یہ ملازمت بھی چھوڑ دی۔ درحقیقت آپ ایسی بلبلیعت لے کر آئے تھے۔ جو تصنیف و تالیف اور شعر و ادب ہی کے لیے موزوں تھی۔ چنانچہ اسی فن میں شہرت و ناموری حاصل کی۔ اور اسی شغل میں عمر عزیز صرف کر دی۔ آپ کو حج بیت اللہ اور زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد اشتیاق تھا۔ چنانچہ آپ نے جو نختیں عشق رسول میں ڈوب کر کھیں ہیں۔ وہ آپ کے دلی جذبات کی آئینہ دار ہیں۔

آخر آپ کی یہ دیرینہ آرزو برآئی۔ اور آپ ماہ جون ۱۸۹۰ء کو اپنے حقیقی برادر زادہ مفتی جلال الدین خلیفہ حضرت مولانا مفتی سید محمد کی معیت میں حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ پہلے آپ حضرت خواجہ بزرگ محبین الدین حسینی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔ ایک روز یہاں قیام کیا۔ پھلا خط آپ نے یہیں سے اپنے فرزند مفتی غلام صغیر وکیل مرحوم کے نام تحریر کیا۔ خیر و عافیت کے بعد لکھتے ہیں:-
”راہ میں کھانے کی تکلیف ہوئی۔ بازاری کھانا بالکل اچھا نہیں۔ خر بوزے بھی پھیلے جو شخص مصیبت کا مارا حضرت خواجہ بزرگ کے مزار کے احاطہ کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ مجاور اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ تمام دن میرے ساتھ رہے۔ حالانکہ نذرانہ دے چکا تھا۔“

دقیقہ ص ۱، بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مثلاً:-

(۱) رنجیت نامہ منظوم فارسی میں ہے۔ رنجیت سنگھ کے حالات و واقعات بیان کیے ہیں۔

(۲) نگارین نامہ قصہ ہیر و رانجھا، یہ بھی فارسی نظم میں ہے۔

(۳) تاریخ پنجاب (۴) تاریخ لاہور اردو نثر میں ہیں۔ اور زیادہ مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ

اخلاق ہندی، ہندوگی نامہ، نصیحت نامہ، گلزار ہندی، فارسی و اردو نظم میں ہیں۔ زبان سیدھی سادی

ہے۔ خیالات اتنے بلند نہیں۔ فارسی کلام اوسط درجے کا ہے۔ اور تصوف و اخلاق کا رنگ غالب ہے۔

دیوان صاحب سجادہ نشین بڑے تپاک سے ملے۔ دیر تک باہم مجلس رہی۔ ایک لاکھ کے قرض وادہ ہیں۔ طبع تشیع کی طرف مائل ہے۔ چوکفراز کعبہ برنیر و..... ہمارا قیام مہمان خانہ میں ہے۔ دیوان صاحب نگرانِ حال ہیں۔ آئندہ پیر کے روز جہانِ روانہ ہوگا۔ روانگی کے وقت روزمرہ کے حالات کی خبر دوں گا۔
بمبئی پہنچ کر دوسرا خط لکھا۔ تحریر کرتے ہیں:-

”ہم قاضی عبدالکریم رئیس بمبئی کے مہمان ہیں۔ کھانے میں ابھی تک تکلف باقی ہے۔ مکان ہمارے ٹھرنے کے لیے ایک عالی شان کوٹھی باغ میں ہے۔ ہر قسم کا سامان آرام و آسائش موجود ہے۔ ملازمت خدمت کے لیے ہر وقت حاضر ہے۔ غرض قاضی صاحب کے کیا کیا احسانات بیان کروں۔ شام کے وقت ایک دوستانہ جلسہ ہوتا ہے۔ جس میں مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی ہے۔

جہاز میں مسبب الاسباب دیکھیں۔ کیا سبب پیدا کرتے ہیں۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں آرام کی کیا صورت نکلتی ہے۔ یقین ہے کہ فضل الہی ہوگا۔ حج کے بعد بیس ذی الحج کو آپ مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ تیسری منزل پر پہنچ کر مسافروں میں اچانک وبائے ہیضہ پھوٹ پڑی۔ پانچویں منزل میں آپ بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اور ساتویں منزل کے قریب پہنچ کر جمعرات کے روز چوبیس ذی الحج ۱۳۸۹ء مطابق ۱۴ اگست ۱۸۹۷ء کو دارالبقار کا سفر اختیار کیا۔

آپ نے وفات سے دو گھنٹہ پیش فرمایا تھا۔ کہ میری نعش مدینہ منورہ لے جا کر جنت البقیع میں دفن کی جائے۔ اس امر کے لیے کوشش بھی کی گئی۔ لیکن موسم کی خرابی اور بیماری ہیضہ کے پھیل جانے کی وجہ سے نعش کا وہاں تک لے جانا مشکل تھا۔ اس لیے مجبوراً منزل بیربالاحسانی جو مضافات جنگ بدر میں سے ہے۔ سپرد خاک کیے گئے۔ مقدر ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے نعیم تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

جناب مولانا غلام دستگیر قصوری نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس طرح آپ کی
یہ دلی آرزو پوری ہوئی۔ کہ حجاز جاؤں تو واپس نہ آؤں۔ فرماتے ہیں کہ
ارادہ ہے کہ جب بیشرب کو جاؤں یا رسول اللہ وہاں سے باز پس ہرگز نہ آؤں یا رسول اللہ
آپ کے آخری دیوان وصال سرور میں ایک نعتیہ غزل ہے جس کا عنوان ہے۔

غزل در اظہار زیارت حرمین الشریفین

اس نعتیہ غزل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے مکہ معظمہ میں متعدد
نعتیہ غزلیں لکھی تھیں جنہیں آپ روضہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
حاضر ہو کر پڑھنا چاہتے تھے۔ مگر قدرت نے اتنی مہلت نہ دی۔ اور آپ کی یہ پیش گوئی
یوں پوری ہوئی۔

ہے پہنچا سرورِ عالم کے آج گھر سرور۔ کھڑا ہے صورت دیوانہ زبرد سرور۔
اب اپنے درپہ رکھو اسے کہ آئندہ پھرے جہاں میں نہ آوارہ در بدر سرور۔
زیارت روضہ اطہر کے متعلق بھی ایک قطعہ تاریخ لکھا تھا۔ کہ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھوں گا۔ لیکن یہی قطعہ
تاریخ آپ کی تاریخ وفات بن گیا۔

”ابھی سرور نے کی ہے سرورِ عالم کی پابوسی“

دیگر قطعات تاریخ وفات۔

از مفتی غلام صفدر فو قانی وکیل

در رہ بیشرب یہ شوقِ روضہ پاک رسول۔ سرورِ آن شیدائے احمد یافت در جنت مکان
سالِ ترحیلش سرورش غیب در گوشِ دلم۔ زود اندر سرورِ معالیٰ منزلت رفت از جہاں“

۱۔ قصور کے رہنے والے تھے علوم معقول و منقول میں ماہر تھے۔ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری
سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ تمام عمر اتحاد و زندیقہ کے خلاف زبان و قلم سے جہاد کیا۔ متعدد کتب کے
مصنف ہیں۔ ۱۳۱۵ھ میں وفات پائی۔ مزار قصور میں ہے۔ ”شغفر لہ“ تاریخ وفات ہے۔

از مفتی محمد چراغ دین روشن اور سیر
مفتی غلام سرور چوں رفت از جہاں
گفتیم بدل کہ روشن تاریخ آں بگو
بعد از تالے پئے تاریخ رحلتش !
از ڈاکٹر سید علی آفت

رفت ز دنیا چوں سوئے عقبی
عاشق روئے پیمبر سرور
الفت غمگین سال و فاقش
گفت یتیم مسافر سرور
از مفتی غلام اکبر وکیل

عاشق صادق جناب رسول
گئے دنیا سے جانب عقبی !
سال تاریخ رحلت اکبر نے
شمس علم عاشق رسول لکھا
از حکیم مفتی محمد انور

کرد سرور چوں سفر اندر سفر
سوئے حق زیں عالم ناپائیدار
بہر سال ارتحالش انور
گو وصال شہزادہ عالی تبار
از مولانا پیر غلام دستگیر نائی !

جو کہ مفتی غلام سرور تھے
چاہیے ان کی بر ملا تاریخ
چل دیا عاشق رسول خدا
آج سرور ہے نامیا تاریخ

اے غلام دستگیر نام نائی تخلص والد کا نام پیر حامد شاہ تھا۔ حضرت شیخ عبدالجلیل چوہدری
بندگی قریشی سرور دی المتوفی ۱۲۹۱ھ کی اولاد میں سے تھے۔ ۱۲۸۲ھ کو موضع رتہ پیراں
ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم لاہور میں حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۲۹۵ھ
سرکاری ملازم ہو گئے۔ عرصہ تک سنٹرل ٹریننگ کالج میں خزانچی رہے۔ ۱۲۳۵ھ میں ریٹائر
ہوئے۔ اعلیٰ درجہ کا علمی و ادبی مذاق رکھتے تھے۔ نظم و نثر اور تاریخ گوئی میں پوری دستگاہ
رکھتے تھے۔ مسائل وراثت پر پورا عبور حاصل تھا۔

انیس الوارثین، اسلامی قانون وراثت، تاریخ جلیلہ، بزرگان لاہور آپ کی مشہور
تصانیف ہیں۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۶۱ء میں وفات پائی۔

دیگر

گئے راہِ مدینہ میں گزرا آہ
ہوا القار پئے تاریخ نامی
تو تھے اک شہرہ آفاق سرور
قلم لے کر لکھو مشتاق سرور

اولاد - فرزند (۱) مفتی غلام حیدر

(۲) مفتی غلام صفدر

(۳) مفتی غلام اکبر

(۴) مفتی محمد انور

دختر (۱) اقبال بیگم

اپنے بعد اولاد یادگار چھوٹی سی

اخلاق و طرز زندگی: شگفتہ مزاج - خلیق و شفیق - مرنج و مرنجاں - عابد و
زاهد اور صوفی باصفاء تھے۔ تمام غیر تصنیف و تالیف میں گزاری۔ عشق رسول آپ کی زندگی
کا مقصد تھا۔ صحابہ - بزرگان دین اور اولیائے کرام سے بے حد محبت و عقیدت تھی۔
حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے والہانہ ارادت تھی۔ چنانچہ دیوان سروری
آپ کی منقبت میں پورا دیوان لکھا ہے۔ آپ کے خاندان کے تمام بزرگ اہل سنت
حنفی المذہب مفتی وقت اور جامع شریعت و طریقت ہوئے ہیں۔ اور اصلاح باطن کے
صوفیانہ طریقوں کو آپ کے خاندان میں ہمیشہ ممتاز جگہ حاصل رہی ہے۔

علوم شریعت و طریقت - تفسیر و حدیث - تاریخ و ادب کا کوئی بھی مسئلہ ہو اس پر
بے تکلف گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ مسئلہ کے اسرار و رموز مع تمام جزئیات
کے اس طرح بیان کرتے تھے کہ ادق سے ادق مسئلہ بھی نہایت خوبی کے ساتھ فہم
نشین ہو جاتا تھا۔

بات بات پر تاریخ کتنے تھے۔ حلقہ احباب بڑا وسیع تھا۔ چھوٹے بڑے
سیرانکھیوں پر بٹاتے تھے۔

ملیج عالی میں حد درجے کا استغناء تھا۔ حکام وقت سے ملنا ناپسند کرتے تھے۔

تمام عمر اسی مسلک پر قائم رہے۔ پنڈت بیچ ناتھ۔ فقیر شمس الدین اور ڈاکٹر لائبرٹ جیسٹریل
پنجاب یونیورسٹی نے کئی بار کوشش کی کہ آپ حکام وقت کے ساتھ راہ و رسم رکھتے ہیں
گریز نہ کیجئے۔ آپ ایسے فاضل مصنف کی حکومت کو بے حد ضرورت ہے۔ نیز حکومت
آپ سے متعدد کتابیں مختلف علوم میں لکھوانا چاہتی ہے۔ اس ضمن میں مولانا محمد حسین آزاد

۱۷ دیوان اجودھیا پر شاد انتونی ۱۸۷۱ء جو رنجیت سنگھ کی فوج میں دیوانی عہدہ رکھتے تھے۔
اُن کے فرزند تھے۔ انگریزی عہد میں تحصیل دار تھے۔ ۱۸۷۲ء میں پنشن لے لی تھی۔ آخری عمر میں جوالا
کی یا تیرا کو گئے۔ اور وہیں ہیضہ میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔

۱۸ فقیر نور الدین انتونی ۱۸۷۵ء جو رنجیت سنگھ کے دربار کے رکن رہے تھے۔ اُن کے فرزند
دوم تھے۔ انگریزی عہد میں تحصیل داری کے عہدہ پر فائز تھے۔ پھر پنشن لے لی تھی۔ کچھ عرصہ ہو
کے آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔ اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ میں اپنی مثال آپ تھے۔
۱۹ ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لائبرٹ ایم اے پی ایچ ڈی نہایت با ذوق اور صاحب علم و فضل انسان
تھے۔ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر میں ترک کی چلے گئے تھے۔ وہاں عربی، فارسی اور
ترکی زبان سیکھی۔ ۱۸۵۶ء میں برطانیہ کی فوج میں مترجم کی حیثیت سے ملازم ہو گئے
تھے۔ مگر تھوڑے ہی عرصے کے بعد ملازمت ترک کر کے پادری بن گئے۔ پھر اسے بھی چھوڑ
کر اسلامی قانون پر لکچر دینے لگے۔ ۱۸۶۲ء میں ہندوستان آ گئے۔ پہلے گورنمنٹ کالج پھر
اورینٹل کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ پھر جیسٹریل پنجاب یونیورسٹی ہو گئے۔ عرصہ دراز
تک اسلامی ممالک کی سیاحت کی تھی۔ اس دوران میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور اپنا
اسلامی نام ملا عبد الرشید سیاح رکھا تھا۔ اور اسلام کی تصدیق میں بخارا و سمرقند
کے علماء سے تصدیق نامہ حاصل کر لیا تھا۔ لاہور کے زمانہ قیام میں تاریخ اسلام
دو جلدوں میں اردو زبان میں مولوی کریم الدین کی انداز سے لکھی تھی۔ ۱۸۸۶ء میں
لاہور سے چلے گئے تھے۔ دوکنگ لنڈن کی مسجد انہوں ہی نے بنوائی تھی۔ ۱۸۹۹ء
میں جرمنی میں وفات پائی۔

اور مولانا الطاف حسین حالی کی مثالیں دے کر قائل کرنے کی کوشش کی۔ مگر آپ نے فرمایا: ”نہ تو مجھے خطاب و جاگیر کی ضرورت ہے۔ اور نہ میں اپنی تصانیف کو حکومت کے زیر اثر لکھنا چاہتا ہوں۔ ان لوگوں کی تصنیف و تالیف کا مقصد کچھ اور ہے۔ اور میرا اسٹنہ ان سے الگ ہے۔“ حتیٰ کہ ڈاکٹر لائٹز کے اصرار کے باوجود پنجاب یونیورسٹی کا اعزاز ہی فیلو بھی بننا منظور نہ کیا ہوا۔ اور نہ کرنل ہالڈن ڈاکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کی اس نئی ادبی تحریک میں شامل ہوئے جو انگریزوں کے ایما اور ان کی

۱۸۶۸ء سے ۱۸۹۰ء تک ڈاکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب رہے۔ ۱۸۶۷ء میں انگریزوں کے ایما سے انگریزی زبان و ادب کو فروغ دینے کے لیے جدید شاعری کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اسی زمانے میں طلبہ مدارس کے لیے انگریزی سے اردو میں کتابیں ترجمہ کی گئیں۔ ان کتابوں کی زبان درست کرنے کے لیے مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا الطاف حسین حالی کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ایک بزم مشاعرہ قائم ہوئی۔ اس مشاعرہ میں مختلف عنوانات پر نچرل اور اخلاقی نظمیں پڑھی جانے لگیں۔ انہی تراجم کے ذریعے سے مولانا آزاد اور مولانا حالی کو انگریزی ادب سے واقفیت ہوئی۔ وہ بھی نیم نچتہ جس کے سامنے ان بزرگوں اور ان کے ہم نواؤں نے نیاز پاشی شروع کر دی۔ ظاہر انظر میں کرنل ہالڈن کا عہد اردو زبان کی توسیع میں ایسا ہی قابل قدر ہے۔ جیسا کہ فورٹ ولیم کالج میں ڈاکٹر جان گلکریڈ اور دوسرے انگریز مستشرقین کا۔ مگر ہمیں اس خوش فہمی کے ساتھ یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے۔ کہ یہ ادب نوازی محض سیاسی استحکام کے لیے تھی۔ ۱۸۶۷ء میں اردو ہندی کا جھگڑا انگریز مستشرقین اور انگریز حکمرانوں ہی نے پیدا کیا تھا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں میں زبان کی آڑ میں دائمی افتراق کا بیج بویا۔ جس نے آگے چل کر مکمل سیاسی صورت اختیار کر لی۔ یورپی میں اردو کی مخالفت سرسید مرحوم کی وفات کے قریب زمانے ہی میں پیدا ہو گئی تھی۔ جو رفتہ رفتہ زور پکڑتی گئی۔ ۱۸۹۵ء میں جب سرانٹونی میکڈنالی صوبے کے گورنر ہوئے۔ تو ہندی کے حامیوں کے حوصلے بڑھے۔ اس کے تعاون کی وجہ سے اردو زبان کی بجائے ہماری زبان اردو فارسی حروف کے بجائے کبھی حروف رائج ہوئے۔ ۱۸۹۵ء میں رہا باقی برہما

سعی و انداد سے سندھ میں ادبی تحریک کے پردے میں سیاسی مقاصد کے استحکام کیلئے شروع ہوئی تھی۔ جس کے روح رواں مولانا محمد حسین آزاد اور مولانا حالی تھے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس وقت جو تعلیمی نظام رائج کیا جا رہا تھا۔ وہ کسی حیثیت سے بھی مسلمانوں کے قومی مزاج کے موافق نہ تھا۔ انگریز مسلمانوں کے سیاسی زوال کے ساتھ ان کا دینی۔ تہذیبی۔ تمدنی۔ معاشرتی اور علمی زوال بھی چاہتا تھا۔ اور اس کے بغیر وہ کامیابی کے ساتھ حکومت نہیں کر سکتا تھا۔

اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا تھا کہ جب تک اسلامی تعلیم اور اسلامی مدارس کو بتدریج ختم کر کے اُس کی جگہ انگریزی تعلیم و تمدن اور

(بقیہ حاشیہ ص ۱۰۸) صوبے کے معزز ہندوؤں نے پھر ایک عرضداشت پیش کی۔ کہ تمام سرکاری عمارتوں اور کچھریوں میں بجائے اردو زبان اور فارسی رسم الخط کے ہندی بھاشا اور ناگری رسم الخط جاری کیا جائے۔ سندھ میں سرانٹونی میکڈانل کی حکومت نے حکم صادر کیا۔ جس کی رو سے اردو کے ساتھ ساتھ ہندی کا استعمال جائز قرار دے دیا گیا۔ نواب محسن الملک کے زمانے میں جب کہ وہ علی گڑھ کالج کے سکریٹری تھے۔ اردو کی حمایت و حفاظت کے لیے ایک انجمن قائم ہوئی۔ جس کا ایک عظیم الشان جلسہ لکھنؤ میں ہوا۔ اس میں نواب محسن الملک نے بڑی پر جوش تقریر کی۔ جس کا لوگوں پر بڑا اثر ہوا۔ اور اردو کی حمایت میں جوش کی ایک لہر دوڑ گئی۔ سرانٹونی میکڈانل اس وقت صوبہ گورنر تھے۔ اور ہندی کے بڑے حامیوں میں سے تھے۔ انہوں نے اہل انجمن کو کچھ ایسی دھمکی دی کہ انجمن ٹوٹ گئی۔ اردو کی تحریک کو ختم کر دیا گیا۔ لیکن اس کشمکش کا ہندوستان کی سیاسی تاریخ پر گہرا اثر پڑا۔ اور حکومت کی وفاداری کی وہ عمارت جو سرسید مرحوم اُن کے رفقاء نے کارنے بڑی کوشش سے قوم کے دلوں میں تعبیر کی تھی وہ بالکل گرے سے توڑ پھوٹ گئی۔ نگر اس میں شکاف ضرور پڑ گئے۔ یہ ہے انگریزوں کی اردو ادب و نوازی کا سیاسی پس منظر۔ بلکہ موجودہ مصنوعی ہندی جس کو بھارت اپنا رہا ہے۔ انگریز مستشرقین نے ہندی ادب سے اُنکا جذبہ قومیت ابھار کر پیدا کرائی ہے۔ انہوں نے صرف یہ کیا کہ عربی و فارسی کے وہ عام فہم الفاظ جو عربیوں سے اردو زبان میں استعمال ہو رہے تھے۔ نکال کر اُنکی جگہ بھاشا و سنسکرت کے غیر مانوس الفاظ داخل کر دیئے۔

معاشرت کو اس طرح راسخ کیا جائے۔ جو ذہنوں کو بالکل مسخ کر دے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی اکثریت اپنے دینی، تہذیبی اور علمی و ادبی تفوق کو یکسر فراموش کر گئی۔ اکتسابِ علوم و فنون کی افلاہیت اپنی جگہ مسلم۔ نہ اس سے کوئی منکر اور نہ اس سے کسی زمانہ میں مفر۔ اس لیے کہ معاشرہ جادو ساکن نہیں ہے۔ مسائلِ حیاتِ علوم و فنون کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ مگر اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ کہ سانی و معاشرتی تقلید سے احساس برتری کو ضرور نقصان پہنچتا ہے۔ ابتداء میں علماء نے جو انگریزی کی مخالفت کی تھی۔ اس میں درحقیقت یہی جذبہ کالہ فرما تھا۔ نہ اکتسابِ علوم جدیدہ کی مخالفت تھی۔ اور نہ محض انگریزی پڑھنے کی۔ بلکہ اس تمدن و معاشرت کی مخالفت کی۔ جو انگریزی ذریعہ تعلیم سے پھیلائی جا رہی تھی۔

چنانچہ اس وقت مدارس کے لیے جو علمی و ادبی کتابیں انگریزوں نے ترجمہ کر لیں یا تصنیف و تالیف ہوئیں۔ ان کی تعلیم اس قسم کی تھی۔ کہ اپنا سب کچھ بھول جائے۔ اپنی تاریخ کو فراموش کر دے۔ اور تاریخ انگلستان کو یاد کرو۔ اپنے علم و ادب سے بیگانہ ہو جائے۔ اور انگریزی ادب کے سامنے اسے مہمل، غیر فطری اور بے معنی سمجھو مسلمان حکمران ظالم اور متعصب تھے۔ اب انگریزی راج کی برکتیں یاد کرو۔ اور پہلا سبق یہ پڑھو۔ "ماں بچے کو گود میں لیے بیٹھی ہے۔ باپ حقہ پی رہا ہے۔ اس نظام تعلیم کا نتیجہ علامہ اقبال مرحوم کی زبانی سنئے۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا کہاں سے آئے صدرا لا الہ الا اللہ

انگریزوں کو اس وقت ایسے اہل قلم اور ایسے مدیرین کی ضرورت تھی۔ جو

انہیں تعلیمی نظام کے راج کرنے میں بھی مدد دیں۔ اور ان کے سیاسی استحکام کا بھی

سبب بنیں۔ حضرت مولانا مفتی غلام سرور ان دونوں جامعوں میں سے کسی کے ساتھ

کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ آپ تادمِ زیست اس اپنے مسلک پر قائم رہے۔ اور حکومت

کے ساتھ کسی قسم کا ادبی و سیاسی اتحاد نہ کیا۔

۱۸۸۲ء میں سرسید مرحوم نے علی گڑھ کالج کی مالی امداد کے لیے پنجاب کا دورہ کیا اور اپنے دیرینہ دوست خان بہادر ڈپٹی برکٹ علی کے ہاں فروکش ہوئے۔ خان بہادر نے اکابر لاہور کا ایک نمائندہ جلسہ اپنی کوٹھی واقع بیرون موچی دروازہ میں بلایا جس میں مفتی صاحب بھی مدعو تھے۔ خان بہادر نے آپ کا تعارف سرسید سے کرایا۔ سرسید آپ کی ذات سے بڑے متاثر ہوئے۔ کہنے لگے نام سنا ہوا تھا۔ آج مل لیا۔ پھر اپنے مشن کا کچھ کام آپ کے سپرد کرنا چاہا۔ مفتی صاحب نے فرمایا۔ سید صاحب میں اس کام کے لیے موزوں نہیں ہوں۔ میرا شغل تصنیف و تالیف ہے۔ آپ نے جن لوگوں کی جماعت اپنے گرد اکٹھی کرنی ہے۔ یہ اس مقصد کے لیے بہت مفید ہے۔ اور پھر جماعتی اتحاد کے لیے عقائد کے اتحاد کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ چیزیں یہاں نہیں دیکھتا۔ سرسید آپ کا جواب سن کر خاموش ہو رہے۔

تصانیف

کل اکیس ہیں۔ ان میں سے بعض اپنے موضوع کے لحاظ سے نہایت بلند پایہ اور اہم ہیں۔

نذہبی مباحث میں کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اپنے دماغ و قلم کو شعر و ادب تاریخ و سوانح نگاری اور علم لغت تک ہی محدود رکھا ہے۔

۱۱ گلدستہ کرامات : ۱۸۷۷ء میں تحریر ہوئی۔ مطبع نول کشور لکھنؤ سے چار بار دہلی سے دوبار اور لاہور سے سات بار چھپ کر شایع ہوئی۔ یہ کتاب اردو نظم و نثر میں ہے۔ حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ المتوفی ۷۵۶ھ کے مناقب میں ہے۔

لہ انجمن اسلامیہ کے بانی۔ لاہور میونسپل کمیٹی کے وائس پریذیڈنٹ۔ پنجاب یونیورسٹی کے فیلو۔ سرسید کے معاون و مددگار۔ اور علی گڑھ کالج ٹرسٹی تھے۔ ۱۸۸۲ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ اور اپنی تمام مرگرمیاں مسلمانوں کی تعلیمی و معاشرتی حالات کو بہتر بنانے کے لیے وقف کر دیں۔ نہایت خلیق حلیم اور صاحبِ مروت تھے۔ اصلی وطن شاہ جہان پور تھا۔ ۱۸۹۱ء میں وفات پائی۔

اس میں کل اکیانوے منافق ہیں۔ کیوں کہ حضرت کی عمر شریف بھی اکیانوے سال تھی اس حساب سے فی سال ایک کرامت بیان کی ہے۔ اور ہر باب کے خاتمہ پر ایک غزل منقبت میں لکھی ہے۔ جیسا کہ خود فاضل مصنف نے دیباچہ میں رقم فرمایا ہے۔

سب تعریف اس مالک الملک۔ خالق الخلق کو شایان ہے۔ کہ جس نے انبیائے عظام کو معجزات و آیات واضح عنایت کیں۔ اور اولیائے کرام کو کرامات اور خوارق عادات لایح مرحمت فرمائیں۔ جن کے فیض عام سے انسان ضعیف البیان ظلمات شک سے نکل کر نور یقین کو پہنچا۔ اور مشعل ایمان اُس کی خانہ دل صداقت منزل میں روشن ہوئی

لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له

حمد

اَلْخِداۃُ خَالِقِ ہر دو جہاں
حاکم و عادل کریم است و رحیم
شاہ مے گرد و گداز حکم لہ
مشت خاک آدم از الطاف او
شد قلم از وصف او یک سر قلم
شد ز انسان زیب در روئے زمین

شد از و پیدازمین و آسماں
رازق ہر وحش و طیر و انس جہاں
مردہ گرد و زندہ اندر یک زمان
شد شریف از جملہ مخلوق جہاں
لال مے گرد و ز تعریفش زبان
گشت روشن چرخ از سیارگان

سرور بیچارہ را بخش اسے کریم
بر سرش ہست از گناہ بارگراں

نعت

و تحفہ و درود۔ بر اہل محمود۔ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی ذات بابرکات و وجود جامع الصفات کی طفیل سے مشت خاک انسان بدرجہ عالیہ اسلام پہنچ کر اکسیر بے نظیر و کیمیائے خالص ہوئی۔ اور راہ خلافت سے دارالامان ہدایت پر پہنچا۔ الحمد للہ الذی ہدانا الی الاسلام بطیفیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

و سبحان من سلیمان و اسمیاء مسلمین

آن بنی فخر البنی فخر الامم شد از د فخر عرب فخر عجم
خیر دنیا خیر دین خیر الانام اہل علم و اہل حلم و اہل علم
از رخس پر نور شد رفیع زمین شد فلک اعلیٰ نہ پابوس قدم
صاحب لولاک و الامرتبت رحمتہ للعالمین بحر کرم

سرور ارخواہی شوی مقبول حق

وزد کن نام محمد و مہدم

مدح خلفائے راشدین

اور ہزاراں ہزاراں مدح و توصیف بے شمار ہر چار اصحاب کیا رتاج بنیان
کفار کو لائق ہے۔ کہ جن بابرکات نے کمرستی بہ کمر بند محبت باندھ کر جان و مال سے امداد
و اتقیا و جناب رسالت مآب کی کی۔ اور بعد وفات آن حضرت خلیفہ وقت ایسی جاں
فشانی اور عرق ریزی کی۔ کہ ستارہ اسلام کو چرخ ہدایت وارہ شاد پر مانند آفتاب روشن
کر دیا۔ اور کفار نابکار کو ایسا بے دریغ تہ تیغ کیا۔ کہ نام گنہام کفر کا جتنے الامکان
نام کو بھی نہ پھوٹا۔ ان ہر چار حضرات کو اگر چہ استون خانہ دین کہا جائے تو حق۔
بلکہ اگر چہ عنصر عالم اسلام لکھا جائے۔ تو بجا ہے۔

یار حق ہے جو کوئی ہے دل سے یار چار یار دوستدار مصطفیٰ ہے دوستدار چار یار
اُن کا جو مداح ہے ممدوح عالم ہو گیا ہر جگہ مخدوم ہے خدمت گزار چار یار
خار غم کھاتے ہیں ہر دم دشمنان ہو قوف ہے شگفتہ حشر تک باغ و بہار چار یار
جو کوئی آیا وہاں لے کر گیا نقد مراد شاہد مطلوب ہے اندر کنار چار یار
روح چاروں کی غریق بحر رحمت ہے مدام نور حق بر سر ہے ہر دم بر مزار چار یار
عزت اصحاب ہی ہے عزت خیر الانام افتخار مصطفیٰ ہے افتخار چار یار
داغ کھاتے ہیں ہمیشہ دشمنان اہل بیت دیکھ پاتے ہیں جو خند ال لالہ زار چار یار

سرور نادر ہے دل سے غلام اہل بیت

اور دلی و جاں سے ہے وہ ہر دم شاد چار یار

منقبت

وشتائے بے انتہا و مناقب لا تعداد و لا تحصى اس جناب فلک رکاب قطب لاقطاب
 غوث الثقلین۔ قدس دریاے مجمع البحرین۔ نور العین حسین۔ عارف حقانی۔ ولی لاثانی۔
 واقف اسرار صمدانی۔ محرم رازہمہ دانی۔ غوطہ خور بحر عرفانی۔ محبوب ربانی۔ معشوق یزدانی
 باقی ہر بانی افسر اولیا۔ سر دفتر اصفیاء۔ مقتدرائے اقلیاء۔ فرزند سیمیر۔ دل بند حیدر۔
 غوث الدنیا والدین ابو محمد محی الدین۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وعن اتباعہ کو
 سزاوار ہے۔ کہ جس نے بہ حمایت دین محمدی و پیروی صراط مستقیم احمدی گمراہان بے راہ
 کو راہ راست پر لا کر مرید خاص اپنا کیا۔ اور مریدی لا تخف ان کے حق میں ارشاد فرمایا
 افسر اہل صفا حضرت غوث الثقلین
 جلوہ گر نور بخش گشت بحالم چوں ماہ
 محزون لطف و کرم مطلع انوار قدم
 مرشد اہل صفا ہادی اقلیم ہدا
 گشت محبوب خدا حضرت غوث الثقلین
 ماہ رواہ بقا حضرت غوث الثقلین
 معدن جود و سخا حضرت غوث الثقلین
 منظر نور خدا حضرت غوث الثقلین

گر تو خواہی کہ شوی اہل صفا لے سرور

پس بگو صبح و مساح حضرت غوث الثقلین

من بعد خاک پائے غلام جناب عبدالقادر غلام سرور خلف حضرت مولانا مفتی
 الشریع الامجد غلام محمد قریشی الاسدی الماشمی۔ غفر اللہ لہ و ذلوبہ و سر عبوبہ فی الدنیا و الآ
 ذیک مرید بارادت دربار شہنشاہ گیلانی ہے۔ مدت سے اپنے دل نیاز منزل
 ارادہ معمم و دیبل مستحکم رکھتا تھا۔ کہ گل ہائے مناقب آن حضرت معدن برکت بدست
 ارادت جمع کرے۔ مریدان یا اعتقاد و خادمان حق باد کے لیے ایک گلدستہ عجیب تیار
 پس ان دنوں میں کہ اس حقیر نے کتاب مناقب غوث شہید کہ بہ عبارت فارسی من تالیف
 شیخ محمد شیدائی ہے۔ ایک محب باتوفیق سے پائی۔ تو باوجود کم فہمی و تلاش معاش ص
 کے کمر ہمت چست باندھ کر ترجمہ اس کا بزبان اردو قریب الفہم خاص و عام کیا۔ کہ اس کے
 مطالعہ سے عوام الناس۔ محبت اساس۔ ثواب عظیم و اجر عظیم حاصل کریں۔ اور مجھ گند گار

نامہ سیاہ کے حق میں دعائے مغفرت مانگیں۔ اور چونکہ اس کتاب کرامت مآب میں فقط ذکر کرامات حضرت غوث الاعظم ہے۔ لہذا بگلدستہ کرامات موسوم ہوئی۔ اور ظاہر ہے کہ انسان ضعیف بنیان ہر اس مرکب یہ خطا و نسیان ہے۔ یہ ہیچ مدان۔ سراپا نسیان۔ بھی امید والہ احسان نظارہ گیان والا شان ہے۔ کہ اگر قلم یا نثر اس کتاب میں مہویا خطا جانب مؤلف سے وقوع میں آئی ہو۔ تو یہ چشم عنایت چشم پوشی کو کام فرمائیں۔ یا یہ خامہ غنہ شمامہ قلم اصلاح اس پر فرما کر انگشت نمائی سے ہاتھ اٹھائیں۔ اس کتاب گلدستہ کرامات میں کل اکانوے مناقب جناب فلک رکاب محبوب سبحانی قدس اللہ سرہ السامی کی درج ہیں۔ اور عمر شریف بھی آں حضرت معدن برکت کی اکانوے سال تھی۔ اگرچہ کرامات و خوارق عادت آں جناب کرامت مآب کی بے حساب ہیں۔ قلم اور زبان کا کیا امکان ہے۔ کہ تحریر اور تقریر کرے۔ مگر اس حساب سے فی سال عمر شریف آں حضرت کی ایک ایک کرامت و مناقب شمار میں آگئیں۔ اور جس قدر غزلیں تعریف آں جناب میں خاتمہ ہر منقبت پر لکھی ہیں۔ وہ فقط اس حقیر کے قلم عجز رقم سے تحریر ہوئی ہیں۔

قطعات تاریخی

چوں ایں باغ کرامات جناب غوث صمدانی
عجب نور علی نور ہیچ گلزار بہشت آمد
یہ روئے عالم دنیا شگفت از فصل یزدانی
کہ از نظارہ اش چشم نظر گردید نورانی
یہ لطف غوث اعظم حضرت محبوب سبحانی
شدہ پر گل ز مشکش سینہ گلزار بہستانی
چو سرور سال تالیفش بہ جست از عند لیب دل
جو لبش گفت رضواں باغ محی الدین گیلانی

جس دم کہ یہ مجموعہ عالی ہوا تیار
باندھا گیا گلدستہ گل ہائے کرامات

سرور سے وہیں وقت رقم بیل خوش گو
بولایہ ہے "گلدستہ" گل ہائے کرامات

قطعہ تاریخ از مولوی فرید الدین فرید لاہوری

از فیض یاغبان گلستان کائنات
تاریخ نوشگفتن آں چوں فرید جست
شاداب گشت دین چمنستان سروری
جبریل گفت: گلشن عرفان سروری

دیگر

سرور ملک سخن چون نقبت ہازد رقم
پس فرید از بہر تاریخ چو کردم جستجو
یعنی وصف غوث سرور بوستان حیدری
گفت خضرؑ سبزہ نادر بوستان حیدری

(۲) خزینۃ الاصفیاء - تاریخی نام ہے - نہایت فصیح و بلیغ - رواں و شستہ فارسی
نثر میں ہے - اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - خلفائے راشدین اور متقدمین و متاخرین
صوفیاء و علماء شہرار کے حالات نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ درج کیے ہیں - اور ساتھ
ساتھ ماخذ بھی بیان کیے ہیں - جس سے مصنف کے وسیع مطالعہ کا پتہ چلتا ہے - اس سے
پہلے کوئی ایسا جامع تذکرہ نہ تھا - جس میں مفصل حالات ان بزرگوں کے ملتے ہوں - اس
میں کئی ایسے تاریخی واقعات بھی آگئے ہیں - جو عام تاریخوں میں نہیں ملتے - یہ عظیم
تذکرہ دو جلدوں میں ہے - اور ۱۱۸۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے - پھر ہر ایک صوفی کی
تاریخ ولادت و وفات بھی نظم میں لکھی ہے - سنہ ۱۲۸۰ھ میں شروع ہوا - اور سنہ ۱۲۸۱ھ میں
مکمل ہوا -

تمام کتاب سات مخزنوں پر تقسیم ہے - جیسا کہ خود فاضل مصنف نے آغاز کتاب میں
سبب تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے - حمد و نعت کے بعد تحریر کرتے ہیں :-
مے گوید بندہ احقر المحقر - سراپا عیب خالی از ہر غلام سرور خلف مفتی الشرح الامام
غلام محمد بن مولانا مفتی رحیم اللہ قریشی اسدی الہاشمی سہروردی لاہوری غفر اللہ عنہ
و ستر عیوبہ فی الدنیا و الاخرہ - کہ چوں ایں خاکسار سراپا انگسار بعنایت پروردگار
تصنیف و تالیف کتاب گلستہ کرامات اعمی مناقب حضرت محبوب سبحانی - قطب ربانہ
غوث صمدانی - سید سلطان ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی الحسینی و الحسینی الحنبلی
سره العزیز فراغت یافت بعضہ دوستان صداقت آئین محبان - محبت گزین مکلف

نیاز مآلی شدند۔ کہ مجموعہ دیگر در احوال المشائخ دین و اولیائے اہل یقین جمع آورده بہ
تسویہ حالات و ترقیم خوارق و کرامات آل حضرت جد اجد اسلسلہ وار پر دازد۔ تا سالک
طریقت و طالبان ہدایت را بوقوف حالات مشائخ عظام فیض عام و نائندہ تام حاصل
گردد۔ و شوق بر شوق و ذوق بر ذوق بیفزاید۔ و محبت بر محبت ترقی پذیرد۔ و برائے
مؤلف یادگارے بر صفحہ روزگارے بماند۔ چوں رخت زندگانی ازیں سرائے فانی بریند
بفاتحہ خیر یاد شود۔ لهذا این کم ہمت بگفتہ مخلصان اخلاص مند و مجبان محبت پسند
و علی الخصوص بامید آنکہ شنیدم کہ در روز امید و بیم۔ بدال را بہ نیکاں بہ بخشد کریم۔
توسل نجات بوسیلہ جمیلہ حضرات تصور نمود و بہ ہزار محنت و سنج با جتماع این گنج مشغول
شد۔ و باحوال ہر یک بزرگ از کتب و الارتب متقدین و متاخرین جمع آورده بنیاد
این گنج گوہر سنج نہاد و بہ خزینہ الاعفیاء کہ نام تاریخی است۔ موسوم ساختہ بہ
ہفت مخزن تقسیم نمود۔

مخزن اول۔ در ذکر خاتم المرسلین۔ شفیع المذنبین۔ احمد مجتبیٰ۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ
عالیہ وسلم و خلفائے راشدین و انکہ دین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مخزن دوم۔ در ذکر مشائخ خاندان قادریہ اعظمیہ۔

مخزن سوم۔ در ذکر حضرت خانوادہ چشت اہل بہشت۔

مخزن چہارم۔ در ذکر پیران سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ۔

مخزن پنجم۔ در ذکر بزرگان سہروردیہ عالیہ۔

مخزن ششم۔ در ذکر خانوادہ ہائے متفرقات۔

مخزن ہفتم۔ مشتمل بر چہار حصہ

حصہ اول۔ در ذکر ازواج مطہرات سرور کائنات علیہ السلام۔

حصہ دوم۔ در ذکر والادرجات بنات حضرت شاہ رسالت پناہ علیہ السلام و السلام

حصہ سوم۔ در ذکر درات مالمحات و عارفات کہ از اہل ولایت و کرامت

بودہ اند۔

حصہ چہارم۔ در ذکر مجاہدین و مجاہدین زمانہ سلف و حال و خاتمہ کتاب و چون بیچ
مدان سراپا نسیان و در فن تنظیم نظم و نثر ہمارے و لیاقتے ندارد۔ بنا بر آں از شعرا کے
نامدار و منشیان با وقار امیدوار است۔ کہ در عبارت نثر یا قطعات منظومہ مندرجہ
این کتاب کہ در خاتمہ احوال ہر یک بزرگ و مادہ ولادت یا وفات ایشان نوشتہ
شدہ است۔ بر سوسے یا خطائے دست یا بند بدست عطا پوشیدہ دست از نگشت
نمانی باز دارند۔ بلکہ بر بتوانند اصلاح فرمایند۔

من دریں دنیا خطا دار آدم	بندہ خاکی گنہگار آدم
چوں سراپا عیسم و یکسر خطا	در جنابت دارم این عرض دعا
گر خطائے رفتہ باشد در کتاب	پروہ پوشی کن تو از راہ ثواب
گر توفی یہ عیب از راہ کرم	از سر اصلاح راں بر من قلم
لطف و احسان کن کہ رب العالمین	ضایح نکند اجر پاک محسنین

قطعة تاریخ

جلوہ گر شد چو این خزائن فیض	در جہاں مثل ماہ پیدانوار
در نظر ہائے خلق شد منظور	گشت مقبول ہر صفار و کبار
مستعد فیض و منیع فضل است	کان معنی است مخزن اسرار
دامن طالبان حق ز شد	پر گہر مثل ابر گوہر بار

سال او خانہ بن خود فرمود

گو مقدس خزینہ ابرار

دیگر

گشت چو آغانہ از فضل آکہ	مخزن عالی بند کہ اصفیاء
ہر کہ دیدش همچو ز شد سرخرو	ہر کہ خواندش گشت خنداں چوں طلاء
چشمہ فیض است بہر خاص و عام	سر بسر گنج است گنج بے بہا
معدن نور است از انوار حق	مخزن سرایت از اسرار حق

در هزار و دویست و شصت و گشت
جمع این کنز معانی با صفا
باد تا باشد زمین و آسمان
جلوه گرای گنج معنی جا بجا

خازن دل گفت سرور سال او

مخزن اسرار گنج اولیاء^{۱۲۸۰}

خاتمه الکتاب

الحمد لله والمنة که این مخزن عجیب و غریب با اندیشه و توفیق لاریبی با اختتام
و مدعائے دل با انجام رسید و منظور نظر اصحاب و پسند خاطر احباب گردید. هر چند
که فراہمی این گنجینه و اجتماع این خزینہ کار این کمینہ نبود. لیکن بتوجہات حضرات اولیاء
و انداد مشائخ عظام. دولت این گنج بے محنت و بے رنج مفت باین مدارج شیخ حاصل
شد و در مدت دو سال و در ماه شوال یک ہزار و دویست و شصت و یک^{۱۲۸۱} حلیہ اختتام
پوشیدہ و حالات بعض حضرات کہ در سال ہزار و دویست و شصت و دو و سہ و ناست
یافتہ اند. بعد از اختتام کتاب داخل کردہ شد. کہ خالی از لطف نہ بود. و بندہ بے ہنر
غلام سرور مدعی آل نیست کہ در فن نظم یا نثر و توسلے وارد. اما چوں در دنیا و عقبی
وسیلہ نجات بجناب و اہب العطا یا نداشت. و حیران و سرگردان مان کار خود بود. بنا
بر آل حضرت سرور کائنات علیہ السلام و الصلوٰۃ و النعمہ ذی درجات و اولیاء و الاصفاء
و الشفیع المجربین و ہادی المفلین و حبل المتین در دنیا و دین تصور نمود. و دست ارادت
و یقین بدوام حق تو راں ایشان زد. و چند اوقات بجماعتی آن حضرت صرف نمود. و
کتابے در احوال آل اہل کمال جمع آورد. بدین امید کہ شاید حشر این روسیاء سراپا گراہ
بروز حشر از غلامان در گاہ و خادمان اولیاء و قدیم آید. و از کمترین خادمین ایشان
بشمار آمدہ بہ مغفرت رسد. و بشد الموفق و المعین.

قطعه تاسیخ و آغاز و اختتام از مؤلف

گشت پر از عطائے ایزد پاک
کنز خوبی و گنج محسوبی !
ابتدایش خزینہ خواب است^{۱۲۸۰}
انتمسایش خزائنہ خوبی !^{۱۲۸۱}

دس گنجینہ سروری معروف باسم تاریخی گنج کتابی

تمام کتابہ نظم و نثر فارسی میں ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر خلفائے راشدین۔ خلفائے بنو امیہ۔ خلفائے بنو عباس و دیگر سلاطین اسلام اور مشاہیر صوفیاء و علماء و شعراء کی ولادت و وفات کی تاریخیں لکھی ہیں۔ اور حاشیہ پر شخصیتوں کے تعارف کے لیے مختصر حالات لکھے ہیں۔ جس سے کتاب کی اہمیت اور اس کی افادی حیثیت اور پردہ گئی ہے۔ اس کتاب میں کم و بیش دس ہزار مادہ ہائے تاریخ ہیں۔ تاریخ گوئی ایک مشکل فن ہے۔ اور خاص خاص قادر الکلام شعراء ہی اس میں اپنا کمال دکھاتے ہیں۔ اب تک مومن و ناسخ ہی اس فن میں باکمال سمجھے جاتے تھے۔ مگر گنج تاریخ اور خزینۃ الاصفیاء دیکھنے کے بعد ان اساتذہ کمال اس فن میں بے حقیقت نظر آتا ہے۔ اکثر و بیشتر مادہ ہائے تاریخ حسبِ حالی ہیں۔ اور یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ پھر سب سے بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ مادہ ہائے تاریخ میں شرحہ یعنی کچھ الفاظ خارج کرنا اور تحمیل یعنی کچھ الفاظ جوڑنا۔ اس کا کچھ جھگڑا نہیں۔ پورا مادہ تاریخ ایک لفظ یا دو لفظوں یا نصف مصرع یا پورے مصرعے سے حاصل ہوتا ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وصال لفظ تھا اور احب سے نکالی ہے۔ مثلاً:-

چوں محمد از جہاں پوشیدہ	مثل خورشید جلوہ گر اندر جہاں
محو ہو بود است ذات پاک او	گشت از ہوا سال تر حیلش عیاں
بود ذاتش محزون حب خدا	سال تر حیلش احب اے جواں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات احد۔ وجد۔ جہاد۔ ولی سے

نکالی ہے۔ مثلاً:-

حضرت صدیق اکبر یار غدار	عالم دیں والی کون و مکان
صادق و صدیق و غم خوار نبی	دردش عشق محمد ہم چو جاں
یار دلدار جناب مصطفیٰ	شد چو از دنیا بخلد جاوداں
و جہد کن تخریب یا لفظ جہاد	یا احد یا جود و صلش کن بیاں
باز چوں جہم وصال پاک او	شد ندرا از دل ولی از جہاں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات لفظ پاک^{۲۳} وحی^{۲۴} ہدیہ^{۲۵} جادید^{۲۶} سے نکالی ہے۔ مثلاً:-

چوں عمر چوں گنج نہیر خاک رفت روح پاکش بر سر افلاک رفت
پاک شد سال وصال او عیاں یعنی پاک آمدید دنیا پاک رفت

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات الہ اور اہل سے اور حضرت

علی رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات زائد پاک اور ہادی ہادی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی محبوب اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی حبیب ازل حضرت شیخ مخدوم علی بھجوری وانا گنج بخش کی تاریخ وفات پیر لاہوری۔ شمس دین اور گلشن دین ہے۔

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کی تاریخ ولادت رہبر دین اور تاریخ وفات امیر المؤمنین ہادی دین ہے۔ غرض اس قسم کے بے شمار مادہ ہائے تاریخ اس کتاب میں ملیں گے۔ آئناز کتاب میں نہایت پرسوز اور فصیح و بلیغ حمد باری تعالیٰ۔ نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور منقیب اصحابہ رضی اللہ عنہ تحریر کی ہے۔ اس کے بعد تشریح و تقسیم کتاب کو بیان کیا ہے۔ جو آٹھ ابواب پر منقسم ہے۔

حمد باری تعالیٰ

خالق اکبر تعالیٰ شانہ	وحدہ سبحانہ سبحانہ
صاحب لطف و کرم رب کریم	مالک و رزاق و رحمان و رحیم
اولئیں اندر مکاں و لامیکاں	جانشین اندر زمین و آسماں
دایما روشن نظر از نور اوست	جلوہ گر شام و سحر از نور اوست
راست و چپ پیش و پس زیر و زبر	مستغنیض از فیض دیدارش نظر
دالی عالم خبر گیر جسمناں	وقت مشکل و سنگیر بندگاں
واحد و یکتا و رب العالمین	غافر الذنب و غفور المذنبین
ذات لاثانی جناب کبریا	منازع لوح و قلم ارض و سما
آدم و دیو و پری جن و ملک	فرش و عرش و کوہ و دریا و فلک

ہرچہ هست از دام و دود و وحشی و طیور
 جملہ از ان واحد بہ کثرت آندند
 عالم ہر علم و علام النجیر
 از وجود او وجود ہر وجود
 رنگ آن رنگیں عیاں از رنگ ہا
 چون مہ و مہر است پیدانور او
 گوش زد و شنو از باں گویا ست زد
 جلوہ او شد عیاں بر زوئے گل
 خواں بقراں قل ہوا اللہ احد
 باد و خاک و آب و آتش بار و مور
 قطرہ زان بحر حقیقت آندند
 قادر مطلق بصیر است و قدیر
 بود او شد باعث ہر اہل بود
 نقش آن نقاش پیدا جا بجا
 از چراغ دل ہویدا نور او
 دیدہ اہل نظر بینا ست زد
 بوئے او پیدا ست اندر بوئے گل
 بے زن و فرزند اللہ احد

کن نظر سرور بحشم دور بین -

تا نظر آید ترا نور یقین

نعت سرور کائنات خلاصہ موجودات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 سید کونین ختم الانبیاء
 باج گرفت از سلاطین تاج او
 ہادی گم گشتگان و گمراہان
 جامع دین و شفیع المذنبین
 چیز لولاک است زیبا بر سرش
 از احد کردست این احمد ظہور
 از میانش میم چون برداشتند
 در ثنائش از زمین تا آسمان
 نام نامیش محمد مصطفیٰ
 احمد مرسل محمد مصطفیٰ
 تا جداران جہاں محتاج او
 خانہ دار خانہ کون و مکان
 ابر رحمت رحمتہ للعالمین
 خلعت الارسول اندر برش
 نور عین آند عیاں از عین نور
 ذات احد را احد بنکاشتند
 ہست بر اہل زبان رطب اللسان
 وہ چہ خوش نام خدا صلی علی

صد صلوة و صد درود و صد سلام

باد بر وحش الے یوم القیام

مدح ہر چہار اصحاب کبار حضرت سید ابراہیم علیہ السلام

کان صدق و مخزن لطف و کرم

یار غار مصطفیٰ با صد فصاحت

اذہما فی الغار در شاننش بس است

بعد پیغمبر بنی راجان نشین

از زبانش حق عیاں گشتہ مدام

ہست این قول نبی بے قال و قیل

یافت دین حق بعالم نام زد

جانشین ثالث خیر الورا

آفتاب دین شد کونین دوست

شاہ والا جاہ یا حلم و سخا

ابن عم احمد مختار بود

والی عالی علی المرتضیٰ

بادشاہ دین سخی و متقی!

در تشریح و تقسیم این کتاب کہ بہ ہشت مخزن متقسم است

یافتہ این گنج تاریخ انتظام

دادہ ام این گنج خود را افتخار

طرفہ تر در نظم گوہر سفتہ ام

گنج تاریخ آئندہ اندر حساب

تا بیانی حصہ بے دست رس

گشت در ذکر شہ خیر الالاتام

شد در و ترقیم اے عالی وقار

ختم شد گنج نخستین و السلام

(۱) اولاً صدیق آل والاہم

صادق و اصدق محب کبریا

شاہد اوصاف قرآنش بس است

(۲) و آل عمر والا گہ غازی دین

بندہ حق اہل حق حق القیام

بر کلامش منطبق الحق شد دلیل

در جہان شد عزت اسلام زد

(۳) حضرت عثمان شدہ اہل صفا

مخزن النور و ذوی النورین است

مجمع البحرین دریائے سخا

(۴) حمید صفدر شدہ کرام بود

پہلوان شیر دل شیر خدا

عاشق اللہ و محبوب نبی

در تشریح و تقسیم این کتاب کہ بہ ہشت مخزن متقسم است

بہر ذکر خیر پیران کرام!

نیز در ذکر شہدای با وقار

جا بجا تاریخ ہر یک گفتہ ام

نام تاریخ نہ برای کتاب

کردہ ام تقسیم اندر ہشت گنج

(۱) مخزن اول رقم اے نیک نام

نیز سالی فوت اصحاب کبار

باز در ذکر امان کرام!

در بیان ادبیائے قادری
 یہ ذکر خاندان اہل چشت
 ذکر خیر اولیائے نقشبند
 شرح حال سہروردیہ عیاں
 ہفتمین ذکر نسا و عارفات
 کردہ ام دریا زوہ حصہ رقم
 بحرہ زو و ادم بنی اُمیہ را
 شد بنی عباس را در وے بیان
 شد در و ذکر شہان غزنوی
 گشت در وے ذکر غوریہ رقم
 تعلق ششم بدایاے باوقار
 ہشتمی لودیہ لے والا گہر
 نیز تیموری و چغتائی بگوا
 حالت شایان متفرق بیاں
 گفتہ ام در ذکر امرا لے زمین
 شد بیان در وے بطرز دل پسند
 بتدہ پر عیب و خالی از ہنر
 زیبہ در تاج غلامی بر سرم
 دعوائے شاگردی ام بس سر میر
 بلکہ چون خاشاک پیش بحر آب
 در جناب حضرت شاہ التجا
 خامہ اصلاح را اندانہ ثواب
 بر خطائے پر خطا دست عطا

۱۲ گنج ثانی شد ہیپا سے اخی
 ۱۳ گنج ثالث آمد لے نیکو سرشت
 ۱۴ در چہارم شد بہ طرز دل پسند
 ۱۵ کردہ ام در مخزون پنجم عیاں
 ۱۶ گنج ششم ہست در متفرقات
 گنج ہشتم را من لے والا ہم
 حصہ اول چو کردم ابستدار
 حصہ ثانی چو شد از من عیاں
 حصہ ثالث نہ روئے آگہی
 حصہ چہارم چو آمد بر قلم
 پنجہیں خلیجہ آمد در شمار
 خضر خانی را بہ ہفتم کن نظر!
 در ہم چنگیزی است لے نیک خو
 شد رقم اندر دہم لے نوجواں
 حصہ احدی عشر لے جان من
 نیز ذکر شاعران ہوش مند
 جامع این جملہ گنج مختصر!
 سرورم نے نے غلام سرورم
 ہست پیش شاعران باہنر
 ذرہ ام در پیش نور آفتاب
 زیں سبب دارم بصد عجز و ندا
 بر خطا ہائے کہ باشد در کتاب
 و نہ ہند از سر لطف و سخا

ہر کہ بر این پر خطا احسان کند و ایمار بروے خدا احسان کند
 پردہ پوشی کن کہ ستارایعوب بند گان را بہست غفار الذنوب
 یا الہی بہر آل فاطمہ و وقت رحلت کن بر ایمان خاتمہ
 یا الہی بہر اولاد عسلی دار مارا از محبان نبی !
 یا الہی بہر اصحاب رسول کن دعائے سرور بیدل قبول

یا الہی بہر پیران کرام
 دار مارا درد و عالم نیک نام

(۴) تاریخ مخزن پنجاب :- یہ ملک پنجاب کی بسیط تاریخ اور جغرافیہ
 دونوں کی حامل ہے۔ اس میں پنجاب کے مشہور شہروں، قصبوں، دریاؤں، پہاڑوں
 نیز مسلمانوں اور ہندوؤں کے مشہور تاریخی مقامات اور مختلف فرقوں کے حالات
 درج ہیں۔ ساتھ ہی تاریخ کشمیر، لداخ و کشنوار بھی شامل ہیں۔ اس تاریخ کی تحریک
 گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے ہوئی تھی۔ ڈپٹی کمشنر لاہور نے دیوان بیچ ناٹھ اور فقیر شمس
 الدین کی وساطت سے یہ تاریخ لکھوانی چاہی۔ اور ان حضرات نے آپ کو ہزار مشغل آمادہ
 بھی کر دیا۔ مگر اتفاق ایسا ہوا کہ آپ بعارضہ تپ و آشوب چشم بیمار ہو گئے۔ اور صوت یاب
 ہونے میں تین چار مہینے لگ گئے۔ گورنمنٹ اس کتاب کی تالیف جلدی چاہتی تھی۔ اس لیے
 یہ کام قاضی تلج الدین لاہوری کے سپرد ہوا۔ انہوں نے نہایت عجلت کے ساتھ نامکمل
 ہی تاریخ لکھ کر پیش کر دی۔ چونکہ حکومت کو پسند آئی اور نہ مقبول عام ہوئی۔ آپ نے
 محنت یاب ہونے کے بعد بطور خود ایک سال کی تحقیق و تدقیق کے بعد حالات فراہم کر کے
 مکمل کیا۔ چنانچہ کتاب مذکور کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

لے خاندان قاضیان لاہور میں سے تھے۔ ان کے والد قاضی امام الدین، قاضی مسیح الدین قاضی
 لاہور کے بھائی تھے۔ انگریزی عہد میں قاضی سراج الدین سر مشنہ دار تھے۔ اور ان کے بھائی
 قاضی نقیہ الدین داروغہ نزل تھے۔

بندۂ احقر غلام سرور خلف مفتی الشرع الامجد مولانا مفتی غلام محمد قریشی اسدی
الہاشمی سہروردی لاہوری خدمت صاحبان علم و ہنر کے بیان کرتا ہے۔ کہ جب راقم
کتاب گذشتہ کرامات - خزینۃ الاصفیاء - گنج تاریخ کی تالیف و تصنیف سے فراغت
پا چکا۔ فارغ نہ بیٹھ سکا اور ارادہ کیا کہ اور کتاب پنجاب کے ملک کے احوال میں
بہ زبان اردو لکھی جائے۔ اس شوق میں ایک سال کامل تلاش کتب درپیش رہی۔ اور
بہت سی سعی کے بعد جس قدر احوال بذریعہ کتب فارسی و انگریزی کے حاصل ہوا۔
زیب اندراج پایا۔ مخزن پنجاب نام رکھا۔ پانچ حصوں اور پچیس تقسیموں میں منقسم
پہلا حصہ۔ ستلج پارے سے میدانی ملک کے حال میں جو فی زمانہ گورنمنٹ پنجاب
کے متعلق ہے۔

دوسرا حصہ۔ دریائے ستلج کے داہنے کنارے سے لے کر پنجاب کے میدانی
اور مغربی پہاڑ اس میں آٹھ تقسیمیں ہیں۔
تیسرا حصہ۔ پنجاب کے کوہ شمالی اور اُن علاقوں کے احوال ہیں۔ اس میں پانچ
تقسیمیں ہیں۔

چوتھا حصہ۔ پنجاب کے حاکموں اور فاتحوں کے ذکر میں۔ سلاطین غزنوی سے
چغتائی و درانی سلطنت کے آخر تک۔

پانچواں حصہ۔ پنجاب کے میدان اور کوہستان۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کی
عبادت گاہوں اور مزارات و مقابر کا ذکر۔ ہندو اور مسلمان قوموں کا بیان اور
مذہب و عقائد کی تفصیل۔

ششماں حصہ میں لکھی گئی۔ لاہور اور مطبوع نول کشور سے کئی مرتبہ چھپ کر شائع ہوئی
”عجب ہے مخزن حالات پنجاب“ اس کا مادہ تاریخ ہے۔

(۵) گلشن سرور می :- منظوم کتاب ہے۔ اخلاقی مضامین پر مشتمل ہے۔ تونڈی
اخلاق اور سیاست مدن کے تمام مسائل سلیس اور فصیح و بلیغ انداز میں تحریر کیے ہیں۔
طرز بیان نہایت مؤثر ہے۔ نیک اعمالی اور بد اعمالی کا شاید ہی کوئی باب چھوڑا ہوگا۔

۱۲۸۹ء میں لکھی گئی۔ لاہور، لکھنؤ اور دہلی میں متعدد بار چھپی۔ محکمہ تعلیم پنجاب اور وائس ریاست ہائے پنجاب و ہند نے مصنف سے سینکڑوں جلدیں خریدیں۔
 ”گلشن تازہ سرور“ اس کا مادہ تاریخ ہے۔

(۱۴) دیوان سرور سی :- اردو نظم میں ہے۔ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کی منقبت میں ہے۔ لاہور، لکھنؤ اور دہلی میں کئی مرتبہ چھپا۔ ۱۲۹۰ء میں تخریر ہوا۔
 (۱۵) حدیقۃ الاولیاء :- اردو نثر میں ہے۔ اور صرف انہی اولیائے کرام کا ذکر ہے۔ جو پنجاب میں گزرے ہیں۔ سبب تالیف اس طرح رقم طراز ہیں۔
 ”دراختہ با اثر تالیف کتاب حدیقۃ الاولیاء“

اس کتاب کی تالیف سے پہلے بھی اشعرا المحقر غلام سرور خلاف مولانا مفتی نظام محمد قریشی ہاشمی سرور دی لاہوری اولیائے کرام و پیران عظام کے حال میں ایک کتاب خزینۃ الاصفیاء بہ زبان فارسی تالیف کر چکا ہے۔ جو دوسرے لاہور اور لکھنؤ میں چھپ کر تحفہ نظر ارباب شوق ہو چکی ہے۔ اس میں ہر ایک سلسلہ اور خاندان کا ابتداء سے اس زمانے تک ہے۔ اب میرے واثق محبوب قدیم و صادق دوستان صمیم میں سے امام الدین حکیم مدح خواں رسول کریم میرے مکلف حال ہوئے۔ کہ ایک در مجموعہ مختصر اندوز زبان میں لکھے۔ جس میں ملک پنجاب کے اولیاء کا حال ہو۔ یعنی دہلی سے پشاور تک جس قدر علاقہ اس وقت پنجاب کے ساتھ متعلق ہے۔ اور مشہور اولیاء کے مراد اس میں ہیں۔ سب کا حال ضروری ضروری اس میں تحریر ہو۔ پس ایک دوست کے فرمانے اور دلی محبت جو قدیم سے مجھ کو اولیاء اللہ کے ساتھ ہے۔ اس کام پر مجھ کو آمادہ کیا۔ اب خداوند تعالیٰ سے امداد چاہتا ہوں۔ کہ یہ کام بخیر و خوبی انجام پائے اور بعد میرے یہ کتاب دنیا کے فانی میں یادگار رہ جائے۔ آمین۔ اس کتاب کا نام حدیقۃ الاولیاء رکھا گیا۔ اور سات جہنوں پر تقسیم ہوئی۔

پہلا چین مشائخ قادریہ کے احوال میں۔ دوسرا چین مشائخ چشتیہ کے احوال میں تیسرا چین مشائخ نقشبندیہ کے احوال میں۔ چوتھا چین مشائخ سرور دیہ کے احوال میں

پانچواں چین مشائخ متفرقات - چھٹا چین - مجاہدین و مجاہدین کے احوال میں -
ساتواں چین عورات صالحات کے ذکر میں -

قطعہ تاریخ

یہ کیا اچھا ہے سرور کا حدیقہ یہ کیا باغ و بہار اولیاء ہے
نہیں داخل خزاں اس بوستاں میں کہ باغ اقیانیا و اصفیاء ہے
کہاں ہے باغ کوئی اسکے ہم رنگ کہ یہ گلزار فیض کبریا ہے
یہ ہے سرسبز باغ اہل عرفاں کہ جس پر عندلیب دل قدا ہے
کہیں سبزہ کہیں غنچہ کہیں گل کہیں سنبل کہیں لالہ کھلا ہے
غرض روئے زمین پر مثل فردوس بنا سرور کا یہ بستاں سرا ہے

کہاں رضواں نے ہر سال تالیف

کہ گونا گوں حدیقہ خوش نما ہے

خاتمہ تالیف کتاب منجانب مؤلف

الحمد للہ والہم شہد کہ یہ کتاب حدیقہ بے خار و گلزار تازہ بہار بفضل کردگار
یعنی تذکرہ ابراہی اخبار حضرات الانبیاء علیہم السلام کے وقت پھل پھول لایا۔ مؤلف
نے اپنا دلی مطلب پایا۔ مقام شکر و تسلیم ہے۔ کہ خداوند کریم نے مجھ عاصی و روسیاء
گنہ گار کو اپنے دوستوں کا مشتاق بنایا ہے۔ محبت کا راستہ دکھایا ہے۔ اور یہ
توفیق دی ہے۔ کہ میں کسی قدر اپنے وقت عزیز کو حضرات اولیاء کے ذکر میں صرف
کروں۔ اور ان کی الفت سے بہرہ پاؤں۔ اگرچہ میں ناکارہ کجا اور یہ کار کجا۔ مگر یہ شوق
مجھ کو صرف حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی۔ قطب ربانی۔ سید سلطان محی الدین
عبد القادر جیلانی کی محبت میں حاصل ہوا۔ اور محض یہ حضرت محبوب کی توجہ ہے
کہ مجھ بے کار آدمی سے ایسے ایسے کارساز ہوئے۔ بلکہ ایک عاجز و ناتواں کو
یہ قوت بخشی گئی۔ کہ پہلے اس سے کتاب خزینۃ الاصفیاء تمام بزرگوں کے حال میں اس
نے لکھی۔ مگر وہ کتاب فارسی تھی۔ اور بہت بڑی تھی۔ اور شائقین ملک پنجاب کا

مطلب حاصل نہیں ہوتا تھا کہ کتنے بزرگ پنجاب کے ملک میں صاحب طریقت گذرے ہیں۔ اب اس مختصر اردو زبان کی کتاب لکھتے ہیں وہ وقت رفع ہو گئی۔ خداوند تعالیٰ مجھ کو اور تمام مسلمان بھائیوں کو اولیاء اللہ کی محبت کا شائق کرے۔ اور خدا کرے کہ اس زمانہ میں کوئی ایسا ہادی پیر طریقت مل جائے۔ کہ اُس کی راہ نمائی سے میرے جیسے گمراہ راہ پر آئیں۔ خدا کی محبت کا راستہ پائیں۔ کیوں کہ اب یہ لوگ عنقا ہو گئے ہیں۔ اور محبت کا حرف لوگوں کے لوح سینہ سے ہو گیا ہے۔ باطنی تو کجا ظاہری محبت کا بھی نام و نشان باقی نہیں رہا۔ جو مسلمان پہلے اپنی زبان سے دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ فرما سے اپنے فائدہ کے لیے دوستوں سے ایسے روگرداں ہوتے ہیں کہ منہ دکھانا اور دیکھنا نہیں چاہتے۔ خیر۔

قطعہ

مردمانے کہ اندرین حسین اندر گے ملائک گے شیاطین اندر
 بہ ہمیں مردماں بیاید ساخت چہ تو راں کرد مردماں این اندر
 حضرات اہل محبت و عرفان کی محبت ہے۔ ایسے ناپرساں وقت میں جس کو خداوند تعالیٰ نصیب کرے غنیمت ہے۔ گو بظاہر کوئی صاحب محبت نہیں ملتا۔ مگر باطنی نسبت اُن خدا دوستوں کے ساتھ جو اس ناپرساں وقت سے اول گذر چکے ہیں۔ رکھتی ایک ضروری امر ہے۔ اور یہ بھاری ذریعہ گنہ گاروں کی بخشش کا خدا کے حضور میں ہوگا بقول سعدی علیہ الرحمۃ :-

شنیدم کہ در روز امید ویم بدماں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم
 قطعات تاریخ خاتمہ اس کتاب جو میرے عزیزوں نے لکھ کر دیئے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

رائے بہادر کنیا لال ہندی
 بہ سال خاتمہ ہندی سے ہاتف
 پکارا گلشن بے خار و دیں ہے ۱۲۹۲ھ

ڈاکٹر سید علی شاہ اُلفت

یہ سال خاتمہ ہے اس کا اُلفت کہ یہ کیا گلستان بے خزاں ہے

مفتی محمد چراغ دین تدوین

ہا تقم روشن بسال اختتام گفت نادر گلستان ۱۲۹۲ھ سروردی

مفتی غلام صفدر

مصرع تاریخ کر صفدر رقم حرز جاں تازہ بہار عاشقان ۱۲۹۲ھ

یہ کتاب لاہور۔ لکھنؤ۔ کان پور اور دہلی سے متعدد بار چھپ کر شائع ہوئی

(۸) مدنیۃ الاولیاء :- یہ بھی اولیائے کرام کے حالات پر مشتمل ہے۔

۱۲۸۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ چار سال میں مکمل ہوئی۔ اردو نثر و نظم میں ہے۔

مطبع نول کشور، لکھنؤ۔ کان پور اور دہلی سے تین بار شائع ہوئی۔ اب نایاب ہے۔

(۹) مناقب غوثیہ :- حضرت شیخ محمد صادق شیبانی کی فارسی کتاب کا سلیس

اردو ترجمہ ہے۔ یہ بھی آج کل کم باب ہے۔

(۱۰) تحفۃ الاولیاء :- پندنامہ شیخ فرید الدین عطار کا منظوم ترجمہ ہے۔

(۱۱) اقوال الآخرت :- پنجابی نظم ہے۔ حشر کے دن کے حالات لکھے گئے ہیں۔

مذہب اسلام کے اعتقاد کے بموجب قیامت کے دن کا پورا نقشہ دکھایا ہے۔ لاہور میں

متعدد بار چھپ کر شائع ہوئی۔

(۱۲) بہارستان تاریخ معروف بہ گلزار شاہی :- ایک مؤرخ کی حیثیت

سے بھی آپ کا درجہ بہت بلند واقع ہوا ہے۔ اور یہ تاریخ اس کا بین ثبوت ہے۔ تین

حصوں پر منقسم ہے۔ پہلا حصہ ہندوستان کے ہندو راجوں کے ذکر میں ہے۔ اس میں

دو چین ہیں۔ یہ حصہ خاص طور پر آئریل سروگی سنگھ بہادر کے سی ایس آئی والی

گرام پورہ کی تحریک پر لکھا گیا تھا۔ کچھ حالات احسن التواریخ مؤلفہ سید آقا حسن رضوی

لکھنؤ سے لے گئے ہیں۔ جو مہاراجہ کے خاص امراء میں سے تھے۔ اور باقی منشی

جوہر سنگھ جوہر شاگرد غالب نے جو مہاراجہ کے حضور نویس تھے۔ انہوں نے فراہم کیے

اور آپ نے مختصر کر کے درج تاریخ کیے۔ مہاراجہ خود بھی اچھے شاعر تھے۔ شعراء علماء و فضلاء کے مرتب تھے۔ اپنا دیوان خاص اہتمام کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا تھا۔ چنانچہ آپ دیوان کے مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں ”مہاراجہ شاعر ہیں۔ راجہ تخلص کرتے ہیں۔“ دیوان مخزن فصاحت ”جو اسم با مسمیٰ ہے۔ مہاراجہ کی تصنیف ہے۔ غلطیہ مہاراجہ راقم کے مطالعہ سے گذرا۔ ایک ایک مصرع دیوان کا بجائے خود دیوان ہے۔ سچ پوچھو تو دیوانوں کی جان ہے۔ کیوں نہ ہو۔ کلام الملوک ملوک الکلام ہے۔ دوسرا چمن اُن والیان ریاست کے فوکریں ہے۔ جو حکومت ہند کے تحت اپنے اپنے علاقوں اور ریاستوں پر متصرف تھے۔

دوسرا حصہ مسلمان سلاطین کے حال میں ہے۔ عہد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے زمانے تک ہے۔ یہ حصہ ۳۵ جمنوں پر مشتمل ہے۔ اسلامی حکمرانوں کا کوئی معروف خاندان ایسا نہیں چھوڑا۔ جس کا ذکر نہیں کیا۔ تمام خاندانوں کے حالات مستند عربی و فارسی تاریخوں سے اخذ کر کے نہایت ایجاز و اختصار کے ساتھ بیان کیے اسے تاریخی قلموس کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ آخر میں اُن مسلم ریاستوں کا ذکر ہے۔ جو سلطنت مغلیہ کے ضعف کے بعد ہندوستان میں قائم ہوئیں۔

تیسرا حصہ سلاطین انگریزی کے حالات میں ہے۔ ابتدائے سلطنت سے لے کر ملکہ وکٹوریہ تک کے حالات اختصار کے ساتھ درج ہیں۔

یہ تاریخ پہلی بار ۱۲۹۰ھ میں لاہور سے شائع ہوئی۔ دوسری بار مطبع نول کشور لکھنؤ سے اضافہ و تصحیح کے بعد ۱۲۹۲ھ میں شائع ہوئی۔ دیباچہ میں سبب تالیف بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:-

بعد حمد کردگار و نعت سید ابراہیم سرور عالم روح مجسم صلی اللہ علیہ وسلم۔
 احقر المحقر غلام سرور خلف مفتی الشرع الامجد حضرت مولانا مفتی غلام محمد خلف
 حضرت مولانا مفتی رحیم اللہ قریشی اسدی الہاشمی سرور دی لاہوری شائقین علم تواریخ
 کی خدمت میں ملتئم ہے۔ کہ اگرچہ پہلے ہی سلاطین روئے زمین کے ذکر سے صد ہا کتابیں

سینکڑوں تاریخیں، مورخان سلف زبان عربی و فارسی وغیرہ لکھ چکے ہیں۔ مگر بسبب طوالت و طویل کتاب کے دیکھنے کو ایک مشکل تصور کر کے اس کے مطالعہ سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ اس واسطے بندہ نچیت و مور ضعیف غلام سرور نے اُن تاریخوں میں مطالعہ کر کے یہ چھوٹا سا مجموعہ لکھا۔ اور وہ مشکل جو شائقین تواریخ کو رٹری کتابوں میں پڑتی تھی۔ رفع کر دی۔ اور نام کتاب کا بہارستان تاریخ المعروف گلزار شاہی لکھا۔ اور کتاب کے حصص علیحدہ علیحدہ مقرر کر کے ہر ایک حصہ کے الگ الگ چین ٹھہرائے۔ ہر ایک چین ایک ایک خاندان و اولیاء ملک کا حال جدا جدا لکھا۔ جس کی فہرست میں مفصل تفصیل ہے۔ "بہارستان تاریخ" کے مادہ سے سنہ ۱۲۹۳ ہجری حاصل ہوتا ہے۔ جس سال اس کی تالیف ختم ہو کر پہلی دفعہ چھاپی گئی تھی۔ اس دوسرے چھاپے کے وقت کسی قدر حالات سلاطین نادر کے ایزد ہوئے۔ خداوند تعالیٰ میری اس عرق ریزی کو قبول فرما کر پڑھنے والوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔

قطعہ تاریخ

ہو اتریمیم جس دم دوسری بار یہ نسخہ معتبر گلزار شاہی
رقم کر مصرع تاریخ سرور کتاب نامور گلزار شاہی
مثنوی فی الخاتمہ

بہ لطف ایزد و فضل الہی ہوئی سرسبز پھر گلزار شاہی
سحاب فیض حق برسا یہ تکرار پھلا پھولا یہ لیستان دوسری بار
نیا یہ باغ رنگیں رنگ لایا نہی طرز اور زرا لا ڈھنگ لایا
سنے گلزار میں پھولے نئے پھول ہوئی بلبل بہ سیر باغ مشغول
یہ مجموعہ بہت اچھا بنا ہے کتاب اچھی ہے نسخہ دلربا ہے
یہ ہے تاریخ تاریخ سلاطین یہ ہے ذکر شہنشاہاں حق بین
کہیں ہے ہندوؤں کا ذکر مذکور کہیں ہے حالت اسلام مسطور
کہیں لکھا گیا ہے حال انگریز بنی نادر کتاب فرحت انگیز

خدا سے اب یہ سرور کی دعا ہے
یہی بندہ کے دل کا مدعا ہے
کہ دنیا میں رہے خنداں یہ گلزار
خدا اُس کو نہ دکھلائے کوئی خا
کبھی ہووے نہ دخل اس میں خزاں کا
رہے خوش دل ہمیشہ باغباں کا
یہ بستان فصاحت و تاقیامت
رہے سرسبز مثل باغ جنت
سدا اس سے زمانہ فائدہ پائے
جو مانگے حق سے وہ فی الفور ہو جائے

بحق اہل بیت شاہ ابرار

پذیرا ہو دعائے سرور زار

(۱۳) مخزن حکمت :- اردو نثر و نظم میں ہے۔ ۱۲۸۸ھ میں دو مرتبہ چھپ کر
شایع ہوئی۔ پھر ۱۲۹۵ھ میں تیسری مرتبہ تصحیح کے بعد مطبع نول کشور سے آٹھ بار چھپ کر
شایع ہوئی۔ اس میں حکماء متقدمین و متاخرین اور فضلاء و صوفیاء کے تاریخی حالات۔
ان کے اقوال اور پند و نصائح کا ذکر ہے۔ فاضل مصنف نے دیباچہ میں سبب تالیف
اس طرح رقم کیا ہے۔

حمد و ثنا کے لائق وہ قادر بے چوں۔ صانع گوناگوں۔ خالق بقولمیں۔ حق جل و
علاہ ذات کبریا۔ والی بے ہمتا۔ جس نے ایک کن کے امر سے دونوں جہاں۔ زمین
و آسماں۔ جن و انساں۔ کل حیواں۔ سب سامان بنایا۔ قدرت کا جلوہ دکھایا۔ سب سے
اعلیٰ و اشرف انساں کو کیا عقل کا چراغ اُس کے ہاتھ میں دیا۔ جس کے نور سے
انسان کے دل نے روشنی پائی۔ آنکھوں میں بینائی آئی۔ حق کو پہچانا۔ خالق کو برحق
اور حق کو حق جانا۔ حقیقت کا راستہ پایا۔

نام حق۔ نام خدا کیا نام ہے سارے ناموں سے ہے جسکو بڑی

اسلام کے امام۔ حضرت خیر الانام۔ سید ابرار۔ احمد مختار۔ محمد مصطفیٰ سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم ہیں زمین کی ہدایت سے لاکھوں گمراہ سینہ سیاہ۔ سیدھی راہ پر آئے
مسلمان کہلائے۔

ذات پر جن کی نبوت ختم ہے ہیں محمد مصطفیٰ صل علی

لوگ سب پڑھتے ہیں انکے نام کو
 روز و شب صبح و مساعیل اعلیٰ
 ہو گھر ریزی سے اس کی باہ و سال
 پُر گہروا مان ہر اہل کمال
 رکھے حق روشن اسی سے صبح و شام
 سرور گمنام کا دنیا میں نام
 آسماں جب تک زمین ہے جب تلک
 مہر و مہ کر سی نشیں ہے جب تلک
 فائدہ اس سے کرے حاصل جہاں
 مستفید اس سے ہے دور زماں

قطعہ تاسیخ از مصنف

ہو اظاہر بفضل ایزدی جب
 یہ فضل و علم و حکمت کا دینہ
 بساں خاتمہ ہاتھ نے سرور
 کہا ہے عمدہ حکمت کا خزینہ
 قطعہ تاسیخ از رائے بہادر کہنیا لال اکبر لکھنؤ انجینئر لاہور ڈویژن
 چہ نادر مخزن است این مخزن ہوش و خرد و مبتدی
 سراسر بحر فضل و عین علم و معدن حکمت
 چہ بستانی ست این بستان سرائے فیض حقانی
 چہ گلبن گلبن عرفاں چہ گلشن گلشن حکمت
 مدد جسم زار و اح کیماں بہر تار و خیش !
 نذر از دجبان افلاطوں مکمل مخزن حکمت

(۱۴) تحفہ سروری :- منظوم کتاب ہے۔ سات حصوں میں منقسم ہے۔ منظومانہ و اخلاقی
 مضامین پر مشتمل ہے۔ ۱۲۹۷ء میں لکھی گئی۔ مطبع نول کشور سے کئی مرتبہ چھپ کر شایع ہوئی
 پہلا حصہ۔ عبادت و خاکساری اور عجز و نیاز میں ہے۔
 دوسرا حصہ۔ اختتام وقت و بے اعتباری عمر کے متعلق ہے۔
 تیسرا حصہ۔ نیک نامی حاصل کرنے اور ترک علائق کی تعلیم میں ہے۔
 چوتھا حصہ۔ شجاعت و مروت کے فوائد میں ہے۔
 پانچواں حصہ۔ خیرات و مبرات کی توصیف میں ہے۔
 چھٹا حصہ۔ توبہ کرنے اور گناہ پر پشیمان ہونے کے بیان میں ہے۔

ساتوں حصہ۔ اتفاق و ہمدرہ دھکے فوائد اور نفاق و تعصب و عداوت کے نقصان میں ہے۔

حمد و نعت کے بعد لکھتے ہیں :-

یہ اب لکھا گیا دلچسپ نامہ بنوک خامہ عنبر شہنامہ

من بعد احقر المحقر۔ سراپا عیب خالی از ہر غلام سرور خلف مفتی الشرح الامجد مولانا مفتی غلام محمد ولد حقیقت آگاہ مولانا مفتی رحیم اللہ قریشی ہاشمی سرور دی عرض پر دل ہے۔ کہ جب کمترین پہلی کتابوں گلدستہ کرامات خزینۃ الاصفیاء گنج تاریخ کی تحریر سے فراغت پائی۔ تو مناسب سمجھا کہ ایک اور مختصر کتاب حکماء متقدمین و متاخرین کی تاریخ اور ان کے اقوال و افعال۔ اخلاق و آداب۔ نکات و حکایات۔ حکمت و پند و نصائح میں جمع کر کے طلبہ کو فائدہ پہنچاؤں۔ دنیائے فانی میں اپنے نام سے یہ نشان چھوڑ جاؤں۔ جس کے مطالعہ سے ہر ایک شائق فیض پائے۔ دیکھنے والا حظ اٹھائے۔ مؤلف کے حق میں دعائے خیر کرے۔ نام اس کا مخزن حکمت رکھا۔ اور تین حصوں میں تقسیم ہوئی۔

پہلا حصہ :- قدیم زمانہ کے حکیموں کے احوال اور ان کے وعظ و پند و حکمت و نصائح و اقوال و افعال۔ نکات و حکایات حکمت کے بیان میں۔

دوسرا حصہ :- اسلام کے ظہور کے بعد کے حکماء و فضلاء اور ان کے اقوال و افعال و نصائح و حکایات حکمت کے بیان میں۔

تیسرا حصہ :- بعض بادشاہوں کے حالات و حکایات و اقوال و افعال و اخلاق و عدل کی تشریح میں۔

پہلے یہ مخزن دو مرتبہ ۲۸۸ء میں چھپ کر تحفہ نظر ارباب بصیرت ہوا۔ جب تیسری بار میرے دوست قدیم عالی جناب منشی نول کشور صاحب مالک مطبع اودہ اخبار لکھنؤ نے خود اس کے چھاپنے کا مصمم ارادہ کیا۔ تو کمترین نے اس کی نظم و نشر کو بھروسہ کیا۔ اور اپنی رائے ناقص سے حتی الامکان اس کی اصلاح کی۔ چونکہ انسان ضعیف البنیان بہمو و خطا سے کبھی خالی نہیں ہے۔

ناظرین باتمکین کی خدمت میں نہایت عجز کے ساتھ التماس کرتا ہوں۔ کہ اگر وہ
عندالمطالعہ اس کی نظم و نثر میں کوئی نقص پائیں۔ اصلاح فرمائیں۔ ورنہ خاموش رہیں۔ عیب
جوئی و انگشت نمائی نہ کریں۔

گناہ سے آدمی کوئی نہیں پاک کوئی انسان نہیں نسیاں سے خالی
ہے کام اس کا جب آخر بھول جانا تو پھر کیوں کہو یہ نقصاں سے خالی
مثنوی درخاتمہ کتاب

سرور اب بس کرنے کر زیادہ کلام تاکہ ہو یہ مخزنِ حکمت تمام
ہو یہ گنجینہ بہ فضل کردگار دائم مطبوع طبع روزگار
مقرر اس کا تحفہ سروری نام کہا سرور نے بہ اعزاز و اکرام
ہوایہ تحفہ سات حصوں میں تقسیم بہ تعدا و حساب ہفت اقلیم
برائے انکشافِ حال تاریخ پئے اظہار سن و سال تاریخ

یہی جملہ سرورش غیب بولا

کہ کیا نادر ہے یہ سرور کا تحفہ

۱۵) اخلاق سروری :- یہ کتاب بھی علم اخلاق میں اردو نظم و نثر میں ہے اخلاقی
مضامین پر ایک نادر چیز ہے۔ اس میں اخلاق کی اصلاح اور دوسرے اخلاقی نکات
روشناس کرایا گیا ہے۔

اندازِ بیان نہایت سادہ و دل نشین ہے۔ گلشن سروری تحفہ سروری اور اخلاق
سروری ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ یہ تینوں کتابیں اس پایہ کی ہیں۔ کہ ان کوٹ بٹوٹ
بے معنی و بے مغز نظموں کی بجائے مدارس میں داخلِ نصاب کی جائیں۔ ان سے جہاں طلبہ
زبان و بیان کی خوبیوں سے آگاہ ہوں گے۔ وہاں تہذیبِ اخلاق و اعمال کے اسرار و رموز
سے بھی بہرہ ور ہوں گے۔ پھر خوبیِ کلام یہ ہے کہ یہ کتابیں طلبہ و اساتذہ دونوں کے لیے
یکساں مفید و بہ کار آمد ہیں۔ یہ ایک علمی خدمت بھی ہوگی۔ اور مذکورہ کتابیں نایاب ہوں
سے بھی بچ جائیں گی۔ اسی طرح بہارستانِ تاریخ اور تاریخ مخزن پنجاب اردو زبان میں

اعلیٰ درجہ کی مستند تاریخیں ہیں۔ اگر ان کتب کو بھی عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ایڈ کر کے تصحیح و حواشی کے ساتھ شائع کیا جائے۔ تو یہ بہت بڑی تاریخی و علمی خدمت ہوگی۔ نیز خزینۃ الاصفیاء گنج تاریخ فارسی زبان میں اور حلیۃ الاولیاء اردو زبان میں۔ ایسی نادر کتابیں ہیں جو فن تاریخ و سوانح نگاری میں سنگ میل کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور پاک و ہند میں آج تک جتنی کتابیں اس فن میں شائع ہوئی ہیں۔ ان سب کے اکثر و بیشتر ماخذ یہی تینوں کتابیں ہیں۔ اگر ان کتب کی حفاظت کے لیے بھی کوئی قدم نہ اٹھایا گیا۔ تو کچھ عرصے کے بعد یہ کتابیں بھی بالکل کم یاب ہو جائیں گی۔ اس لیے جہاں ہمارے علمی اداروں کو ان کتب کے تحفظ کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ وہاں خاندان کے ذمی علم و صاحب ثروت حضرات پر بھی یہ اخلاقی فرض عاید ہوتا ہے۔ کہ وہ خاندان کے علمی نوادر کی حفاظت کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں۔ تاکہ آباؤ اجداد کے یہ عملی شاہکار محفوظ ہو کر آئندہ نسلوں کے لیے دلیل راہ بن سکیں۔

(۱۶) دیوان حمد ایزدی۔ ۱۸۸۰ء میں چھپ کر شائع ہوا۔ حمد باری تعالیٰ میں ہے مضامین متصوفانہ و عارفانہ ہیں۔ لاہور۔ لکھنؤ اور کانپور میں کئی مرتبہ چھپ کر مقبول خاص و عام ہوا۔

(۱۷) دیوان نعت سرور:- ۱۸۸۱ء سے لے کر ۱۸۸۲ء تک ہزاروں کی تعداد میں اس کے نسخے چھپ کر مشہر ہوئے۔ اردو نظم میں ہے۔ بعض فارسی غزلیں بھی ہیں لاہور میں چھ دفعہ اور لکھنؤ و کانپور میں دو مرتبہ چھپا۔ ۳۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ (۱۸) انشائے یادگار اصغری:- اردو نظم و نثر میں ہے۔ حضرت مغفور نے اپنے چھوٹے بیٹے کے نام پر لکھی تھی جو بارہ برس کی عمر میں ۱۲۸۸ھ میں وفات پا گیا تھا۔ علمی و ادبی مضامین پر مشتمل ہے۔ بعض مضامین اپنی نوعیت کے لحاظ سے دلچسپ اور انوکھے ہیں۔ ہر مضمون سے کوئی نہ کوئی اخلاقی و اصلاحی نتیجہ نکالا ہے۔ اسلوب بیان دلکشی ہے۔ زبان سادہ و پُر تاثیر ہے۔

(۱۹) لغات سروری:- اس کا تاریخی نام زبدۃ اللغات ہے۔ عربی۔ فارسی

اور ترکی الفاظ پر مشتمل ہے۔ معانی اردو میں بیان کیے ہیں۔ پانچ سال کی محنت شاقہ کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچی۔ یہ لغت شعراء کے لیے قوافی کا بیش بہا خزانہ ہے۔ ہر ایک حرف لغت میں آخری ردیف کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ تاکہ قوافی کی ترتیب قائم رہے۔ لاہور اور مطبع نول کشور لکھنؤ سے کئی مرتبہ چھپ کر شائع ہوئی۔ دیباچہ لغت میں سبب تالیف بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

بعد حمد و ثناءے رب العالمین و نعت سید المرسلین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ۔
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و مدح خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔
احقر غلام سرور خلف مفتی الشرح الامجد مولانا مفتی غلام محمد قریشی الاسدی الہاشمی
سہروردی۔ خدمت میں ارباب دانش و سنش و اصحاب اہل بصیرت کی یہ عرض کرتا ہے
کہ اس سے پہلے میں نے چند کتابیں مثلاً گلستانہ کرامات۔ بہارستان تالیخ جلیقۃ الاولیاء
۔ دیوان سروردی۔ نعت سروردی۔ گلشن سہروردی، تحفہ سروردی لکھی ہیں۔
جو بالہ بار چھپ کر تحفہ نظر احباب ہو چکی ہیں۔ اب یہ ارادہ ہوا۔ کہ ایک مفید نسخہ لغت
کے علم میں ایسے طرز سے لکھا جائے۔ کہ شعراء کو قافیہ و ردیف میں مدد دے۔ اور شائقین
لغت کو لغت میں۔ اور ردیف ہر ایک لغت کے اخیر حرف پر رکھی جائے۔ پہلے حرف
کی ردیف کی تغیر و تبدل بھی اردوئے حروف تہجی لحاظ رہے۔ فارسی و عربی و ترکی
لغات کے معانی اردو زبان میں تحریر ہوں۔ چنانچہ پانچ سال کی محنت کے بعد یہ مفید
نسخہ تحریر میں آیا۔ اور بڑی کتابوں مثلاً برہان قاطع۔ منتخب رشیدی، صراح اور غیاث
وغیرہ سے انتخاب ہو کر اس میں درج ہوئے۔ اور لغات سروردی نام رکھا گیا۔ اور اٹھایا
باب پر اس کی تقسیم عمل میں آئی۔

فصلیں ہر ایک باب کی پہلے حرف تہجی کی رعایت سے جدا جدا قرار پائیں۔ اور
ابواب اخیر حروف کے شمار پر قائم ہوئے۔ اور نشان ہر ایک زبان کا ہر ایک لغت کے ساتھ
تحریر ہوا۔ یعنی جو عربی کی لغت ہے اس کے واسطے عین۔ فارسی کے ساتھ فا۔ ترکی کے ساتھ
تا۔ اور یونانی کے ساتھ تا۔ علی ہذا القیاس تحریر ہوا ہے۔

(۲۰) جامع اللغات :- یہ آپ کی آخری اور بہت ہی قابل قدر تصنیف ہے۔ یہ مستند لغت منشی نول کشور مالک مطبع نول کشور لکھنؤ کے ایما پر لکھی گئی تھی۔ یہ اپنی طرز کی نئی لغت ہے۔ اور فن لغت میں اپنی ندرت و جامعیت اور انداز بیان کے لحاظ سے ایک خاص درجہ رکھتی ہے۔ ۸۹۰ صفحہ میں تیار ہوئی۔ اس کے پانچ باب ہیں۔

باب اول :- عربی، فارسی، ترکی الفاظ ہیں۔ معانی اردو میں تحریر ہوئے ہیں۔

باب دوم :- اردو الفاظ اور عربی و فارسی کے وہ الفاظ جو اردو میں رائج و مستعمل ہیں۔

باب سوم :- فارسی محاورات و اصطلاحات اور سند میں اساتذہ کا کلام ہے۔ اور جہاں کہیں کسی استاد کا شعر بطور سند نہیں مل سکا۔ وہاں اپنا شعر بطور محل استعمال لکھا ہے۔ محاورات و اصطلاحات کے معانی اردو میں بیان کیے ہیں۔

باب چہارم :- اردو محاورات و اصطلاحات کی تشریح اور سند میں اساتذہ کا کلام۔

باب پنجم :- علم ادویہ کے بیان میں ہے۔ تمام ادویہ کے عربی، فارسی اور ہندی نام اور ان کے مزاج و خواص درج کیے ہیں۔ فاضل مؤلف لغات کے آغاز میں سبب تالیف اور مذکورہ بالا باتوں کی توضیح بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

خوشہ چین، خرمن، ارباب فضل و ہنر، غلام سرور، خلف مفتی الشریع الامجد مولانا مفتی غلام محمد قریشی اسدی الباشمی سہروردی کی یہ گزارش ہے۔ کہ کمترین نے علاوہ اپنی اور تصانیف و تالیفات نظم و نثر اردو و فارسی کے پہلے بھی زبدۃ اللغات المعروف یہ لغات سروری لغت کے علم میں لکھی تھی۔ جواب تک دوبارہ چھپ کر بدیہ نظر اہل بصیرت ہو چکی ہے۔ اب پھر میرے محب قدیم عنایت فرما۔ کرم گستر۔ قدردان علم و ہنر، منشی نول کشور مالک مطبع اودھ اخبار لکھنؤ خاص طور پر میرے مکلف حال ہوئے۔ کہ ایک اور ایسا کتاب جامع اللغات عربی و فارسی و ترکی و اردو الفاظ و محاورات سلیس اردو زبان میں لکھی جائے اور لغات و محاورات کتب معتبرہ و معتدین و متاخرین سے لیے جائیں۔ پس تعمیل ارشاد اپنے

مرہی کے کمرہت کی چست باندھ لی۔ الحمد للہ کہ دن رات کی محنت۔ صبح و شام کی عرق ریزی اور ساعت کی جاں فشانی سے یہ کام بہ انجام پہنچا۔ جامع اللغات نام رکھا گیا ہے۔ اور تیس ابواب پر تقسیم ہوئی۔ اور ہر ایک باب میں پانچ پانچ فصلیں ہیں۔ اگرچہ اس کتاب کے ہر باب کی تقسیم ردیف وار پہلے حرف پر تقسیم ہوئی ہے۔ مگر ہر ایک فصل میں آخری حرف کی رعایت پر بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ غیاث اللغات نے دونوں ردیف اولیں و آخریں سے زینت بخشی۔ وہی طریقہ اس جامع نسخہ میں ملحوظ رہا۔

فرہنگ آصفیہ از مولوی سید احمد دہلوی۔ امیر اللغات از امیر مینائی لکھنوی۔ نور اللغات از مولوی نور الحسن منیر کاکوروی۔ نقاس اللغات از مولوی ابو الحداد بن بگرامی اگرچہ اسی صدی کی تصانیف ہیں جو ہندوستان میں یکے بعد دیگرے اسی زمانے میں شائع ہوئیں۔ مگر پنجاب میں اس سے پیشتر کوئی ایسی مستند اور جامع لغت نہیں لکھی گئی تھی۔ مولوی کریم الدین نے ایک مختصر سی لغت کریم اللغات کے نام سے لکھی تھی۔ جس کی اس جامع اللغات کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ اس ہی کو آپ نے پورا کیا۔ اس کے بعد پنجاب میں جتنے فرہنگ و لغت لکھے گئے۔ مثلاً فیروز اللغات وغیرہ۔ یہ سب تبغیر ہیبت و اسلوب بیان و تحقیق نعت جمع اللغات ہی کے خوشہ چین ہیں۔

(۲) کلیات نعت سرور:- دیوان نعت سرور ۱۸۸۱ء سے لے کر ۱۸۸۴ء تک

ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر خواص و عوام سے خراج تحسین حاصل کر چکا تھا۔ جب آپ ۱۸۹۰ء میں نسبت اللہ و زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشریف لے گئے تو بڑے غریب اثنائے سفر حج میں تصنیف فرمائی تھیں۔ آپ کے فرزند مفتی غلام صفدر فوقانی وکیل نے ان نعتیہ غزلوں کو دیوان وصال سرور کے نام سے شائع کیا تھا۔ اور بعد ازاں ان کے برادر اصغر حکیم مفتی محمد ارباب نے آپ کا تمام و کمال نعتیہ کلام کلیات نعت سرور کے نام سے شائع کیا۔ جس میں اکثر و بیشتر نعتیں اردو میں ہیں۔ لیکن متعدد فارسی بھی ہیں۔ آپ کے تمام منظوم کلام کی زبان نہایت پاکیزہ و رواں و شستہ اور فصیح و بلیغ ہے۔ خاص کر مثنوی تحفہ سرور و مثنوی گلشن سروری۔ مثنوی اخلاق سروری۔ جدت ادا زبان و بیان کی روانی

اور مطالب و معانی کی فراوانی میں اپنی نظیر آپ ہیں۔

بعض الفاظ و محاورات سے قطع نظر کر کے جو اس وقت متروک ہیں۔ سارے کا سارا کلام اردو محاورہ و دروزمرہ کے عین مطابق ہے۔ تمام اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔ ایک ایک شعر عشق و رسول میں ڈوب کر کہا ہے۔ اور اساتذہ نے بھی نعتیں لکھی ہیں۔ بلکہ نعت گوئی میں صاحب دیوان ہوئے ہیں۔ مگر اُن کا کلام قال ہے حال نہیں مفتی غلام سرور صوفی با صفا اور صاحب دل شاعر تھے۔ یہاں مصرع مصرع سے سچے اور دلی جذبات ٹپک رہے ہیں۔ پھر سب سے بڑی چیز جو تمام کلام میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ وہ حفظ مراتب ہے۔

حمد باری تعالیٰ۔ نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ مدح صحابہ رضوان اللہ اجمعین اور منقبت بزرگانِ دین میں حد فاصل رکھی ہے۔ جس سے آپ کے تبصر علم اور مرتبہ شناسی کا پتہ چلتا ہے۔ حتیٰ کہ زبان اور تشبیہات و استعارات میں بھی یہ نازک فرق ملحوظ رکھا ہے تمام کلیاتِ لفظی و معنوی خوبیوں کا آئینہ دار ہے۔ تمام اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔ کلیات کے آخر میں خمس۔ مسدس۔ ترجیع بند اور ترکیب بند ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی منقبت میں ایک سی حرفی ہے۔ اہل بیت خلفائے راشدین رضوان اللہ اجمعین اور دیگر بزرگانِ دین کی مدح و منقبت میں آب دار اشعار لکھے ہیں۔ سب سے آخر درود شریف شمس الضحیٰ ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں :-

ہر کہ ہر روز بخواند۔ در دین و دنیا محترم گردد و بندہ در وقتیکہ این درود شریف تصنیف کرد۔ مشکل کشائی کار خود فی الفور از جنابِ آبی حاصل نمود۔ درودِ مکرم این است اس درود شریف کے ۱۹۰ اشعار ہیں۔ سلاست و روانی اور مطالب کی فراوانی میں بے نظیر و بے عدیل ہے۔ اسی طرح آپ نے جو کتابیں فارسی و اردو نشریں لکھی ہیں۔ اُن کی زبان اور اسلوب بیان بھی مشکل نہیں۔ تمام نشر عاری ہے۔ مگر اس زمانے کے طرز انشاء اور مذاق علمی کے مطابق اکثر فقرات تشریحات و متفہنی میں بھی ہیں۔ مگر اس خوبی کے ساتھ کہ نہ تو کلام میں تصنع و تکلف واقع ہوا ہے۔ اور نہ نقص روانی و تعقید معانی نے راہ پائی ہے۔

اردو نشریں عربی و فارسی کے الفاظ و تراکیب۔ بھی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ مگر تمام الفاظ و تراکیب خارجی و تادر الکلامی کے ساتھ استعمال ہوئی ہیں۔ کہ ان میں لفظ پیدا نہیں ہوئی۔

مفتی غلام حیدر

حضرت مولانا مفتی غلام سرور کے فرزند اکبر تھے۔ تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی ہی کے زیر سایہ پائی تھی۔ فارسی و اردو کے خوش فکر شاعر تھے۔ محکمہ تعمیرات پنجاب میں ملازم تھے۔ ۱۳۲۴ھ میں وفات پائی۔ "غلام آل حیدر" تالیف وفات ہے۔ ۱۹۰۶ء

اولاد:- فرزند حکیم مفتی عطا محمد ابوبکر

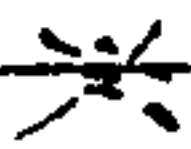
(۲) مفتی سید عالم -

(۳) اجلال بیگم -

حکیم مفتی عطا محمد ابوبکر نارتھ ویسٹرن ریوے میں ملازم تھے۔ ۲۸ مارچ ۱۹۲۶ء

میں لا ولد وفات پائی -

مفتی سید عالم اور اجلال بیگم نے بھی عین جوانی میں لا ولد وفات پائی -



مفتی غلام صفدر فوتانی منشی فاضل وکیل

مفتی غلام صفدر نام - فوتانی تخلص - حضرت مولانا مفتی غلام سرور کے فرزند دوم تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے پدر بزرگوار کے سایہ عاطفت میں حاصل کی۔ پھر اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کیا۔ اور اسی کالج سے ورنیکلر کلاس سے وکالت کی سند لی۔ پہلے لاہور میں وکالت شروع کی۔ پھر فیروز پور چلے گئے۔ اور وہاں چالیس سال تک ایک کامیاب وکیل کی حیثیت سے وکالت کرتے رہے۔ آخری عمر میں خرابی بنیائی کے باعث ۱۹۱۹ء میں لاہور آ گئے۔ اور اپنے آبائی محلہ کوٹلی مفتیاں میں اپنے والد ماجد کی حویلی میں سکونت اختیار کر لی۔

آپ جہاں اعلیٰ درجے کے وکیل تھے۔ وہاں نہایت بلند پایہ فارسی و اردو زبان کے ادیب و شاعر بھی تھے۔

۱۶ مارچ ۱۹۲۳ء میں وفات پائی۔ مرقد گڑھی شاہو احاطہ سید جان محمد حضوری میں ہے۔

اولاد - فرزند دا، مفتی غلام جعفر۔

(۲) مفتی محمد والا گوہر۔

دختر (۱) سعادت بیگم - زوجہ مولوی مفتی لامح الدین۔

(۲) ممتاز بیگم تسنیم - زوجہ احسان الحق غوری۔

(۳) رقیبہ بیگم خورشید جمالی۔

تصانیف :- (۱) النشائے صفدری۔

(۲) معلومات فوتانی المعروف بہ تحقیق الحروف۔

(۱) النشائے صفدری - فارسی خطوط و رقعات کا مجموعہ ہے۔ اصل مضمون فارسی

نثر میں ہے۔ پھر وہی مضمون اردو نثر میں ادا کیا گیا ہے۔ فارسی کے مبتدیوں کے لیے عمدہ کتاب ہے۔

فاضل مصنف دیباچہ میں رقم طراز ہیں :-

حمد و ثنا کے لائق وہ منشی حقیقی و انشا پرداز تحقیقی ہے۔ کہ جس نے اپنے خامہ استعداد سے کون و مکاں کے انشا کی سلسلہ بند کی۔ طرح طرح کے فقروں سے کائنات کی عبارت کو آراستگی دی جس کے مطالعہ سے عقل دور بین حیران ہے۔ صاحب عقل سرگردان ہے قطعہ

ذات حق ہے عالم علم و کمال	منشی انشا کے ملک دو جہاں
دفتر عالم کا سردار ہے وہ	کاشف راز زمین و آسمان
جس کے سجدے میں قلم ہے سرنگوں	درج میں ہے لوح جسکی مدح خواں
حرف اور لفظ لفظ اور بیت	ہو گئے سب اُسکے دیواں سے غیاں

بہت بہت تعریف۔ بے شمار توصیف۔ حضرت پیغمبر شفیع اکبر۔ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ جس کے نام نامی و اسم گرامی سے زمانہ کے دیباچہ نے رونق پائی۔ ہدایت کے علم کی ترقی ظہور میں آئی۔

قطعہ

محمد واقف سزاگاہ ہے	حمد عالم علم خدا ہے
خدا کے علم کا جتنا ہے دفتر	اُسی کے لوح سیئہ پر لکھا ہے
گوئی کیا کر سکے تعریف اُس کی	خدا انداز خود اس کا ہوا ہے

من بعد احقر غلام صفدر خلف مفتی معنی پرور شاعر نامور۔ فاضل لاہور مولانا مفتی

غلام سرور قریشی اسدی الباشمی لاہوری۔ شائقین باتمکین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں

کہ میرے والد بزرگوار بہ نامہ میری تعلیم کے جس قدر خطوط فارسی و اردو مجھ بندہ اور

ایچ والا منزلت مفتی غلام حیدر کو عطا فرمایا کرتے تھے۔ اُن سب کو بندہ نے کار آمد و پر

فائدہ سمجھ کر جمع رکھا۔ اور اب ان سب کو جمع کر کے یہ مجموعہ بنایا۔ انشاے صفدر سی

اپنے نام پر اس کا نام رکھا۔ چارہ باب پر تقسیم کیا۔

پہلا باب۔ بجانب اعلیٰ۔

دوسرا باب۔ بجانب اوسط

تیسرا باب۔ بجانب ادنیٰ

چوتھا باب۔ تحریرات متفرقات۔

ہر ایک باب میں یہ رعایت مرعی رہی ہے۔ کہ جس خط یا رقعہ وغیرہ کا مضمون

پہلے فارسی میں تحریر ہوا ہے۔ وہی مضمون اردو میں بحنبہ ادا کیا گیا ہے۔ مثلاً

اردو

فارسی

قبلہ و کعبہ دو جہاں۔ بلجائے فرزند اداں
دام ظلہ۔ تسلیم و نیاز کے بعد واضح رائے ہو
کہ کمترین خدمت یا برکت سے رخصت ہو کر
گوجرانوالہ میں پہنچا۔ اور خط عنایتی جناب کا
منشی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں گزرا تا
خط دیکھ کر انہوں نے بڑی مہربانی کی۔ اپنے
دیوان خانہ میں بندہ کو قیام کے لیے جگہ دی
اور میرے روزگار کے لیے مساعی ہوئے
اور میرا نام ضلع کے امیدواروں میں درج
کرادیا۔ اب کمترین منشی صاحب کے
دولت خانہ میں رہتا ہے۔ اور ہر روز کچری
جاتا ہے۔ انشاء اللہ عنقریب حضرت کی
توجہ سے اپنی مراد کو پہنچے گا۔ زیادہ نیاز۔

قبلہ و کعبہ دو جہاں۔ بلجائے فرزند اداں
دام اقبالہ۔ تسلیم و نیاز۔ کمترین خدمت
بابرکت رخصت شدہ درگوجرانوالہ رسید
و خط عنایتی جناب اسمی منشی ثناء اللہ صاحب
بخدمت ایشان گذرانیدہ۔ بملاحظہ اش
مہربانی ہا کردند۔ بدیوان خانہ خاص برائے
قیام حکم دادند۔ در باب حصول روزگار بندہ
مساعی شدہ۔ نام این گنام در زمرہ امید
واران ضلع درج کناہندند۔ حالانکہ دی
بدولت خانہ منشی صاحب مدوح مقیم است
و ہر روز بہ کچری حاضر باشمے باشد
انشاء اللہ تعالیٰ توجہ جناب عنقریب صورت
مطلوب بہ ظہور خواہد رسید۔ زیادہ نیاز۔

۴) معلومات فوقانی المعروف بہ تحقیق و الحروف۔ اس کتاب میں حروف تہجی کے لفظی معنی

اُن کا استعمال اور تبدیلی بیان کی ہے۔

یہ کتاب ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لاسٹر جبرائیل پنجاب یونیورسٹی کے ایما پر لکھی گئی تھی۔ مطبع
نول کشور لکھنؤ اور لاہور سے متعدد بار چھپ کر شائع ہوئی۔

یہ کتاب فارسی کے اصول و قواعد سمجھنے کے لیے بڑی مفید ہے۔ سند میں اساتذہ کا
کلام دیا ہے۔ فاضل مسند کتاب کے دیباچہ میں اس طرح رقم طراز ہیں۔

حمد بے حد و سپاس بے عدد۔ حضرت خالق جن و انس۔ صانع کون و مکان کو لائق
ہے۔ جس نے انسان کو مشیتِ خاک سے پیدا کر کے عقل و فہم عطا کیے۔ نباتات۔ جمادات
حیوانات اپنی کمالِ صنعت سے بنائے۔ قلم و زباناں اُس کی حمد میں بے زباناں و حیران ہے
اور اہل قلم نقش بدیوار و سرگرداں۔

حمد و منوی

اگہی توئی مالکِ جسم و جاں	توئی والی ملک کون و مکان
ضیا بخش دل ہائے انساں توئی	شہنشاہِ اقلیم دوراں توئی
ز نور تو شد جلوهٔ مہر و ماہ	عیاں شہ نہ تو نورِ شام و پگاہ
خبر گیرِ حالِ غریباں توئی	نصیبہ وہ بے نصیباں توئی
کسی بیکسانی پر بے پراں	سرافسراں سرورِ سروراں

توانِ تین ناتواناں توئی

بجسم جہاں قوت جاں توئی

نعت

اور درودِ نامحدود۔ خاتم النبیین شفیع المذنبین کی ذاتِ مبارک پر جس نے خلق و
دعالم کو بیدار راستہ دکھلایا۔ چاہِ ضلالت سے نکال کر سرچشمہ ہدایت پر پہنچایا۔
علیہ افضل الصلوات حقاً من الرحمان ذی فضل العظیم

منشی

جناب محمد رسولِ خدا	بمشکل مددگار و مشکل کشا
محمد نبی و محمد ولی	محمد غنی و محمد سخی

محمد شفیع ہمہ بندگان محمد خبردار راز نہاں

سلاطین عالم گدائے درش

ہمہ تاجداراں فدائے سرش

حمد و نعت کے بعد احقر ہندوگانِ ربانی مفتی غلام صمد رفقانی غشی فاضل وکیل عدالت ابن فضیلت مآب سجنور نامور مولانا مفتی غلام سرور ظاہر کرتا ہے۔ کہ میں نے پہلے بھی ایک کتاب انشاء صفدری نام لکھی تھی۔ جو کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔ اور اب یہ چند سطریں اپنے ولی شوق سے حروفِ تنہجی کے لغوی معنوں اور ان کے اقسام اور تبدلات وغیرہ میں کتب اساتذہ مثلاً جوابہ الحروف۔ تحقۃ العجم۔ ہفت تلزم۔ مؤند الاساتذہ۔ گلبن اکبر۔ خزن الفوائد۔ غیاث اللغات۔ ضیاء العظیم۔ رشیدی۔ مدار الافاضل۔ برہان قاطع وغیرہ سے انتخاب کر کے لکھے ہیں۔ اور تحقیق الحروف نام لکھا ہے۔ اور باب علم و فضل سے بحکم الانسان مرکب۔ الخ اور بہ مقتضائے

بہ پوش گر خطائے رسی و طعنہ مزن

کہ بیچ نفس بشر خالی از خطا نبود

خطا و سہو سے جو کہیں سرزد ہوا ہو۔ معافی کی امید کی جاتی ہے۔

کتاب کے خاتمہ پر لکھتے ہیں۔

خداوند لایزال کا کمال شکر ہے۔ کہ تحقیق الحروف ختم ہوئی۔ خداوند تعالیٰ اپنے کرم و فضل سے اس کو منظور نظر خاص و عام کرے۔ طالبانِ علم اس سے نائدہ اٹھائیں۔ میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ اور یہ نسخہ میرے نام سے دیہائے فانی میں یادگار رہے۔ امین۔ ثم آمین۔

قطعہ تاریخ اختتام کتاب تحقیق الحروف از مؤلف۔

طرفہ تر تحقیق رفقانی است این معدن عظیم تنسیق الحروف

دان لبال اختتام اس کتاب

گفت بحر علم تحقیق الحروف

نمونہ کلام: منظوم کلام سیدھا سادا ہے۔ مگر جذبات کی پوری عکاسی کرتا ہے
کلام میں محاورہ و روزمرہ کی چاشنی پائی جاتی ہے۔ توجید۔ اخلاق اور تصوف کے
مضامین زیادہ ہیں۔ کہیں کہیں رنگ غزل بھی لطف دے جاتا ہے۔

ندار اندیشہ لیکن از خدا دار ^{فارسی مترس از کس ولیکن از خدا ترس}
کند بہ دولت خود ناز صاحب دولت
بہ خاکساری و عجز و نیاز سے بالہ
منہ بنائے بلند و حصار مستحکم
نہ ننگدست نہ جائے عز و وقار
نہ برندت نہ پائے استحکام
بے نوار از خزانہ بخشیدی
اسپ بازین۔ فیل باہودج
بندگان خدا پرستار

آندو

گدا ئی ہمہ سہی کرتی ہے اپنی بادشاہی سے
ادھر عجز و نیاز و خاکساری
جو دیکھا عرق ناک چہرہ تمہارا
دل کے ہمراہ اگر جائے جگر جانے دو
وصل کی رات بھی کچھ دل پہ تعلق رہتا ہے
ناحق ہے ہم پہ جوش غضب کچھ نہ پوچھئے
یہاں کچھوں کی انگلی ہے گڑھی کچ کلاہی سے
ادھر ناز و غرور و بے نیازی
ہوئی شمع روشن پسینے پسینے
دونوں یوانے ہیں جاتے ہیں جدھر جانے دو
رنگ رخ صبح کے اندیشہ سے فق رہتا ہے
ہے بے سبب عتاب سبب کچھ نہ پوچھئے

بہار

حکیم مفتی غلام اکبر وکیل

حضرت مولانا مفتی غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند سوم تھے۔ عربی۔ فارسی۔ اردو اور طب اپنے والد ماجد سے پڑھی تھی۔ اور اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور وکالت کی سند لی تھی۔

پہلے لاہور میں پھر تحصیل موگہ میں وکالت کرتے رہے۔ ایک طبیب حاذق کی حیثیت سے بھی آپ نے کافی شہرت حاصل کی تھی۔ شعر و سخن کا بھی عمدہ مذاق رکھتے تھے۔ اور اپنے پدر بزرگوار سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

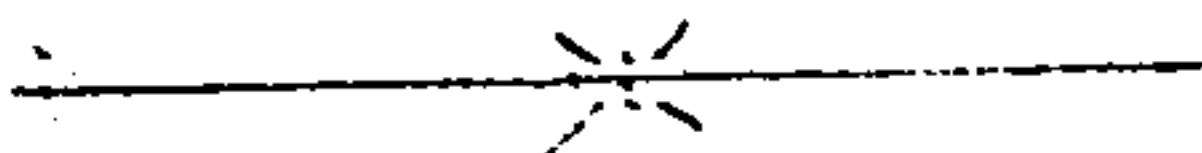
۲۷ دسمبر ۱۹۳۳ء میں وفات پائی۔ مدفن گورستان گڑھی شاہو احاطہ سید جان محمد حضوری میں ہے۔ دوڑ کیاں عنایت بیگم زوجہ مفتی غلام جعفر بی اے اور صفیہ بیگم زوجہ سید محمد حسن اپنے بعد اولاد یا دو گارہ چھوڑی۔

قطعہ تاریخ وفات از مفتی غلام صفدر فوتانی۔

کرد اکبر سفر بہ ملک عدم شد نشان از میں جہاں معدوم
دشمنان را ز مرگ و افسوس دوستانش بہ ماتمش مغموم

گفت صفدر بسال رحلت او

عارف جنت اکبر مرحوم



حکیم مفتی محمد انور

حضرت مولانا مفتی غلام سرور قدس سرہ کے فرزند چہارم تھے۔ عربی، فارسی، اردو اور طب کی ابتدائی کتابیں اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ پھر عربی و فارسی، ادب، صرف و نحو، منطق و معانی مولوی عبدالحق لاہوری مرحوم سے پڑھا۔ جو آپ کے والد ماجد کے تلامذہ میں سے تھے۔ پھر مولوی حکیم سید نجف علی شاہ جو لاہور کے نامور اطباء میں سے تھے۔ اُن سے دیگر کتب درسیہ طبیہ کی تحصیل کی۔ اور سات سال تک اُن کے مطب میں کام کرتے رہے۔ پھر اُنکی اجازت سے اپنے آبائی محلہ کوٹلی مفتیاں میں اپنا مطب جاری کیا۔ اور چالیس سال تک نہایت شہرت و ناموری کے ساتھ طبابت کرتے رہے۔ ڈاکٹر حاکم الدین لاہوری سے طب جدید سے بھی استفادہ کیا۔ علم کیمیا کے ماہر اور طبیب حاذق تھے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور نواب صاحب لوہار کے معالج خصوصی تھے۔ آپ نے ایک کتاب مجربات انوری کے نام سے لکھی تھی۔ جو طبع نہ ہو سکی۔ ۲۸ نومبر ۱۹۲۲ء کو لاہور میں ایک بقاء ہوئے۔ مرقد گورستان گڑھی شاہو احاطہ سید جان محمد حضور میں ہے۔

اقبال سلیم

در اقم الحروف کی والدہ مرحومہ حضرت مولانا مفتی غلام سرور قدس سرہ کی سب سے چھوٹی اور پیاری دختر تھی۔ حضرت نے مغفورہ کو خود ہی بڑے شوق سے اردو، فارسی اور دنیا کی چند کتب پڑھائی تھیں۔ ۱۸۹۷ء میں سفر حج سے چھ ماہ پہلے اپنے حقیقی برادر زادہ مفتی محمد چراغ دین روشن اور سید خلف حضرت مولانا مفتی سید محمد مرحوم سے شادی کی تھی۔ مغفورہ نے ۷۶ برس کی عمر میں ۸ فروری ۱۹۵۲ء میں وناٹ پائی۔ مرقد گورستان میان صاحب میں ہے۔

مفتی غلام جعفر بی سائے اند

مفتی غلام صفدر فوتانی وکیل کے فرزند اکبر تھے۔ فورین کرسچین کالج سے امتیازی حیثیت کے ساتھ بی اے کیا۔ اردو، فارسی اپنے والدین کے گوارے سے پڑھی۔ انگریزی اور اردو کی ادبیات پر پورا عبور حاصل تھا۔ کچھ عرصہ روزنامہ مسلم اوٹ لک کے مدیر معاون بھی رہے۔ جو اس وقت متحدہ ہندوستان میں پنجاب کے مسلمانوں کا واحد صد موقر جریدہ تھا۔

اس کے بند ہو جانے کے بعد روزنامہ ایسٹرن ٹائمز کے ساتھ وابستہ ہو گئے جب یہ اخبار بھی بند ہو گیا۔ تو خود تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ کیوں کہ انگریزی و اردو ادب کے ادیب شہیر تھے۔ اس لیے کالجوں کے پروفیسر۔ مدیران برآمد و رسائل۔ اسمبلی کے ممبر ہائی کورٹ کے جج۔ کاروباری حضرات۔ اپنی اپنی تصانیف۔ مقالات۔ تقاریر

لے مولوی نور الحق ولد مولوی عبد الحق لاہوری اس اخبار اور پریس کے مالک تھے۔ چیف ایڈیٹر مسٹر داؤد الہین اور اسسٹنٹ ایڈیٹر مسٹر مجید ملک تھے۔ انگریزی زبان کا بڑا کامیاب اخبار تھا۔ مگر مالی بد حالی کا شکار ہو کر بند ہو گیا۔

یہ مولوی فیروز دین مرحوم اس اخبار کے مالک تھے۔ اور فیروز پر تنگ پریس ہی سے چھپ کر شائع ہوا کرتا تھا۔ یہ اخبار کو مسلم اوٹ لک کے پایہ کا تو نہ تھا۔ مگر مسلمانوں کا انگریزی اخبار ہونے کے باعث ملک میں تھوڑا بہت مقبول ضرور تھا۔ علامہ عید اللہ یوسف علی مرحوم جو ان دنوں اسلامیہ کالج کے پرنسپل تھے۔ انہیں اس اخبار کی نگرانی اور ادارت پیش کی گئی۔ مگر انہوں نے جو شرائط پیش کیں۔ ان پر سمجھوتہ نہ ہو سکا۔ علامہ موف عربی و انگریزی کے مستند ادیب تھے۔ انگریزی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ آپ کا شاہکار ہے۔

انگریزی اور اردو تراجم معقول معاوضہ پر بغرض اصلاح بھیجا کرتے تھے۔

مرحوم کو دونوں زبانوں کے ترجمے میں بڑی قدرت و مہارت حاصل تھی۔ قلم برداشتہ لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ جسٹس سر عبد القادر مرحوم جسٹس منیر خواجہ دل محمد پرنسپل اسلامیہ کالج۔ مولانا ڈاکٹر محمد شفیع ایم اے۔ مولانا عبد المجید سالک بی اے مدیر انقلاب۔ سید انبیاء علی تاج ایسے حضرات جو بذات خود علم و فضل میں اپنا اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ مرحوم ہی سے اکثر و بیشتر انگریزی و اردو کے تراجم کا کام کرایا کرتے تھے۔ اور بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ بقول خواجہ دل محمد مرحوم ”مفتی جعفر صرف مصنف ہی نہ تھے۔ بلکہ مصنف گر بھی تھے“

اسی طرح حضرت مولانا احمد علی مرحوم و مغفور اپنے اکثر مقالات و مضامین کا ترجمہ انگریزی زبان میں آپ ہی سے کرایا کرتے تھے۔

مرحوم کو زبان و بیان پر اتنی قدرت کاملہ حاصل تھی۔ کہ ہر ادیب و مصنف کا جو اپنا مخصوص طرز ادا تھا۔ اسی کے مطابق اصلاح دیتے تھے۔ اور ویسا ہی انداز تحریر اختیار کرتے تھے۔

افسوس باایں ہمہ فضل و کمال اس بے مثال ادیب و مترجم نے اپنے نام پر کوئی مستقل تصنیف سوائے چند مقالات کے نہیں چھوڑی۔

برادر محترم بے حد شفیق و خلیق۔ حلیم و بردبار۔ مرنج و مرنجاں اور آزاد طبع انسان تھے۔ ۷ جنوری ۱۹۴۵ء میں ۶۳ برس کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

”حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔“

اولاد:- فرزند دا، مفتی محمد مسعود۔

دختر دا، رشیدہ بیگم۔

اپنے بعد اولاد یادگار چھوڑی۔

مدفن گورستان میانی صاحب میں ہے۔

مفتی محمد مسعود

مفتی غلام جعفر مرحوم کے فرزند اکبر ہیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد یہ سلسلہ لازمیت سفر ایران و عراق بھی کیا ہے۔ اور مقامات مقدسہ کی زیارت سے بھی سعادت حاصل کی ہے۔ طبعی میلان زیادہ تر تجارت کی طرف ہے۔ اسی رجحان کے باعث اب اچھے خاصے معاملہ فہم اعلیٰ درجے کے کاروباری انسان ہیں۔ اکبری منڈی میں اپنی دکان بھی ہے۔ نیز مفتی انڈسٹریز کے نام پر بھی کاروبار کا سلسلہ ہے۔

ایزدتعالیٰ روز افزوں ترقی دے۔ صوفی نشتر میں سلسلہ نقشبندیہ میں جناب مہر صوبہ مرحوم کے مرید ہیں۔ نیز حضرت پیرزادہ میاں شرف الدین کایدربادہ جو حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ بغداد میں ان کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کیے ہیں۔

اولاد:- فرزند (۱) مفتی ظہیر الحسن۔

دختر:- (۱) عطیہ اطہر۔

(۲) صبیحہ اطہر۔

(۳) الوینہ اطہر۔

(۴) نائلہ اطہر۔

(۵) سمیہ اطہر۔

اولاد میں سے ہیں۔ اور سب کے سب زیر تعلیم ہیں۔ عزیزم کی اہلیہ مقصودہ بڑی مہنسا اور پر خلوص خاتون ہے۔ اللہ سلامت رکھے۔

مفتی محمد والا گوہر شادانی

مفتی محمد والا گوہر نام۔ شادانی تخلص۔ مفتی غلام صفدر فوتانی وکیل مرحوم کے فرزند ہیں۔ ابتدائی تعلیم فیروز پور میں حاصل کی۔ جہاں آپ کے والد ماجد وکالت کر رہے تھے۔ جب وہ لاہور آ گئے۔ تو بقیہ تعلیم یہاں پوری کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد یہ سلسلہ ملازمت رانچی دہلا آ گئے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ کلکتہ۔ ڈھاکہ اور میں گزرا۔ جہاں مختلف عہدوں پر فائز ہوتے رہے۔

آج کل آپ مرکزی حکومت میں ڈائریکٹر سیکرٹری اور کنٹرولر آئرن اینڈ اسٹیل کے منتر عہدے پر فائز ہیں۔ اور کراچی میں مقیم ہیں۔ بلکہ اب وہیں مستقل طور پر رہنے کا اختیار کر لی ہے۔

دفتری مصروفیات کے ساتھ ساتھ شعر و ادب سے ہمہ گیر دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ شوق آپ کو اوائلی عمر ہی سے تھا۔ اس ذوق اور لگاؤ نے نہایت پاکیزہ شعر اور نگار ہوا علی و ادبی مذاق پیدا کر دیا۔ جسے مشق نے اور بھی چمکا دیا۔ چنانچہ آپ کئی ایک مختصر افسانوں۔ ڈراموں اور مکالموں کے مصنف ہیں۔ اردو ریڈیائی ڈرامہ کے موجد ہیں۔ کلکتہ سے پہلا ریڈیائی ڈرامہ جو نشر ہوا۔ انہی کا لکھا ہوا تھا۔

گناہ کی قیمت۔ دل کی خطا۔ رانا پر تاب (دہندی، نغمہ رباب۔ فرض کی قربانیاں۔ رام بن باس (دہندی، طرب کا انجام۔ یہ قاصد کی محبت۔ یہ وہ ڈرامے ہیں۔ جو کلکتہ لاہور۔ پشاور۔ بمبئی اور دیگر ریڈیو سٹیشنوں سے متعدد بار نشر کیے گئے۔ نغمہ رباب۔ اور فرض کی قربان گاہ جب لاہور ریڈیو سٹیشن سے پہلی بار پیش کیے گئے۔ تو ریڈیو سٹیشن کے ارباب نے فخر کے طور پر کہا۔ کہ ہمارا ڈرامے کا یہ ہے۔

نمبر باب کو یہ امتیازی درجہ حاصل ہوا کہ سید امتیاز علی تاج اور رفیع پیرا یہ روزگار مصنفین نے ادکاری کی۔ اب اس کو پاکستان ریڈیو نے مستقل طور پر کارڈ کر رکھا ہے۔

رام بن یاس :- خاص طور پر دسہرہ کے تیوار پر کسوا یا گیا تھا۔ یہ دہلی سے کئی سال تک متواتر نشر ہوتا رہا۔ حالانکہ دہلی ہندی ادب کا گوارہ ہے۔ اور ہندو ادیب کی موضوع پر کافی خامہ فرسائی کر سکتے تھے۔

یہ ہیں آپ کے علمی و ادبی شاہکار۔ جو آپ ملازمت کی ذمہ داریوں اور دفتری سروفیتوں کے باوجود سرانجام دیتے رہے۔

شاعری میں بھی اونچا پایہ رکھتے ہیں۔ کلام میں تنوع۔ شدت جذبات۔ ندرت۔ معنی آفرینی۔ حسن تشبیہ و استعارہ۔ رمزیت و ایمائیت۔ پوری طرح جلوہ گر ہے۔ اسلوب بیان سادہ بھی ہے اور رنگین بھی پھر اس سادگی و رنگینی میں ایک پر لطف کاری پائی جاتی ہے۔ جو قاری کی بے خودی و ہشیاری کی صیرفی ہے۔

پورا کلام توحید شایع ہوگا۔ اس کی شہادت دے گا۔ کہ اس رنگینی خیال نے کیا کیا وقفہ کاری کی ہے۔ یہاں صرف آپ کی تین غزلیں اور تین نظمیں تسکین فوق کے لیے درج جاتی ہیں۔ دیکھئے کیا کیا معنی طرازی کی ہے۔

سنا ہے کہ آپ کا منظوم و منثور کلام عنقریب شایع ہوگا۔ باب علم و دانش کے مہوں میں آنے والا ہے۔ خدا کرے یہ روز سچید جلد آئے۔ اور برادرم اپنی مصروفیات کے وقت نکال کر اپنے کلام کی اشاعت کی طرف متوجہ ہوں۔ اور عقد زبان اردو میں گہرائی کا اضافہ ہو۔

برادرم! اشارہ یا این ہمہ ثقاہت و فضل و کمال۔ خندہ رو۔ خندہ طراز۔ یارباش اشعار اور رزق محفل ہیں۔

اولاد۔ فرزند (۱) محمود اختر مفتی

(۲) شاہد مفتی

(۳) حامد مفتی۔

(۴) طاہر مفتی۔

دختر (۱) پروین۔

عزیزم اختر و شاہد حال ہی میں انگلستان و جرمنی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آئے ہیں۔ اختر ٹیکسٹائل انجنیر ہیں۔ اور ایک جرمن کمپنی میں ملازم ہیں۔ شاہد پاکستان کی مریٹ ٹیوی میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں۔ حامد طاہر و پروین زیر تعلیم ہیں۔

محترمہ الطاف (بیگم گوہر) سلمہ تعالیٰ، بڑی شفیق اور منظم و مدیر خاتون ہیں۔

غزلیں

(۱)

جرات ساقی و صبا کو کبھی دیکھا ہے
سرخ ہونٹوں پہ کبھی دیکھی ہے ہلکی سی منسی
میری دیوانگی شوق پہ ہنسنے والو
قافلے والو یہ مرط مرط کے نگاہیں کیسی
جاگتے نیند سے دیکھا ہے کسی مہ ہوش کو
لب سے چھوتے ہوئے ساغر کو کبھی دیکھا ہے انہیں
چشمِ مخمور کے دیکھے ہیں کرشمے تو نے
حسن کی نور کی رنگت کی ضیا کی دنیا
مہر کی گودی میں مہتاب کو دیکھا ہے کبھی
میں تیری بزم سے جاؤں گا ہمیں ہر موکر

سہمی سہمی میری توبہ کو کبھی دیکھا ہے
بات کرتے گل و غنچہ کو کبھی دیکھا ہے
میری اُس جانِ تمنا کو کبھی دیکھا ہے
ساتھ دیتے ہوئے دنیا کو کبھی دیکھا ہے
یوں چھلکتے ہوئے ساغر کو کبھی دیکھا ہے
اپنا منہ چومتے مینا کو کبھی دیکھا ہے
ٹوٹتے زہر کو تقویٰ کو کبھی دیکھا ہے
تم نے میرے گل رعنا کو کبھی دیکھا ہے
اس بت آئینہ سیما کو کبھی دیکھا ہے
کس نے ناکاحی موسیٰ کو کبھی دیکھا ہے

حرم و دیر میں جس سے میرے روشن گوہر
تو نے اس برق کلیسا کو کبھی دیکھا ہے

(۲)

کلبیاں بھی مسکرائیں کانٹے بھی مسکرائے
 تم گلستاں میں آئے یا میرے دل میں آئے
 اس کش مکش میں لیکن ساغر چھلک نہ جائے
 ساحل سے آج کہہ دو موجوں میں ڈوب جائے
 پلکوں پہ جو کسی کے تارے سے جھلملائے
 تیری بلا سے ہم نے کھائے فریب کھائے
 اس گلستاں سے بھاگو جس میں خزاں نہ آئے
 طوفاں میں جیسے دریا کچھ اور پھیل جائے
 بھجتے دلوں سے جیسے محفل کوئی سجائے

جنت بسا رہے ہیں کس کی نظر کے سائے
 شوق سپردگی میں غنچے ہیں سر جھکائے
 یہ ناپ تول ساقی ہاں ہاں ضرور ساقی
 کشتی کا امتحاں کیا یہ میرا امتحاں ہے
 وجہ نمود کچھ ہوا کہ یہ بھی روشنی ہے
 اے شاطر زمانہ کیوں ہم پہ ہنس رہا ہے
 ہے عین نظم فطرت دن رات کا تسلسل
 کیفیتیں جنوں کی آگے ہیں کچھ خرو سے
 یوں دل میں رہی ہیں کچھ صندلی صندلی یاد میں

تکمیل جستجو کا منزل ہے نام گوہر
 تم پہلے گام پر ہی منزل کو کیجئے لائے

(۳)

ٹھکانے لگے اب ٹھکانے ہمارے
 بہت شلوخ و رنگیں فسانے ہمارے
 بڑی خیر کردی خدا نے ہمارے
 ڈبودی وہی نا خدا نے ہمارے
 جہاں دیکھئے کارخانے ہمارے
 بڑے بیش قیمت خزانے ہمارے
 بڑی شرم رکھ لی خدا نے ہمارے
 سمجھتا تھا یوں سب بہانے ہمارے

تیری بجائیاں آشیانے ہمارے
 تیرا حسن تیری ادا تیری مستی
 در دیر پر شوق سجدہ تھا لیکن
 جہاں حکم تیرا ملا اپنی کشتی
 ہمیں سے ہیں آبادیاں اس زمین کی
 جنوں آگئی سوز عرفان و مستی
 سر حشر جانا گیا عذریہ مستی
 خدا نے ہمیں عذریہ مستی پہ بخشا

محبت کی الجھن سے واقف ہے گوہر
 جو سنتا ہے دل سے فسانے ہمارے

تیرا شاہکار جہاں

دامن خاک ہے پر نور و تجلی افشاں دلکش و تازہ و پر کیف ضیاء پاش جواں
مسکراتے ہوئے گزار پہ جنت کا گماں سینہ بھر پہ نگھلے ہوئے انوار رواں

تیرا شاہکار جہاں ہاں تیرا شاہکار جہاں

دست تقدیر میں اس طرح بشر کی تدبیر جس طرح ہاتھ میں پاگل کے ہر ہنہ شمشیر
یا کسی پتھر مجنون میں کشمکش زنجیر کسی ٹوٹے ہوئے آئینہ پر مبہم تصویر
کس قدر اچھے ہوئے خواب کی اچھی تعبیر

احمر میں ہونٹ سیاہ آنکھ مچلتے گیسو رقص مستی کہ مئے ناب کا سر جوش سہو
مرمر میں جسم شباب اس کا میرا گرم لہو تیز سانسوں کا پگھلتا ہوا ملاوا ہر سو
جھانکتا نجد کو نظر آتا ہے اس آگ سے تو

آندھیاں سرخ بغضب ناک گر جتا محشر اپنا منہ نوچتے اور ناچتے وہ برق و شر
زرد میں سیلاب کے ہر چیز ادھر اور ادھر کتنی محنت سے بنائے تھے غریبوں نے یہ گھر
اور قسمت نے دیا ان کو یہ محنت کا ثمر

ایک مزدور کی معصوم کنواری بیٹی قصرِ زرد کا رہیں بیچاری بصد مجبوری
آنسوؤں سے در و دیوار کو دھونے آئی مرمر میں فرش کو زلفوں سے سکھانے بیٹی
حکم تیرا تھا ہی تیری مشیت تھی یہی -

مسجدوں میں یہ نمازوں کے ہزاروں انباہ مولوی جن کی امامت سے مسلمان کا وقار
انکے کردار کہ ہر رنگ میں تنگ کردار مشتعل تنگ نظر اور مجسم تکرار
اس طرف امت بیمار ادھر وار پہ وار

چشم ظاہر میں ریاضت کی نمایاں تصویر ہمہ تن پارہ قرآن مجسم تکبیر
مہر سجدہ سے جبیں پر وہ فروغ تصویر حجرہ خاص معطر بہ گماں تدبیر
ریش اقدس میں کسی زلف سیاہ کی زنجیر

اور وہ لادائی شاداب وہ سرسبز شجر
جھاڑیوں پر وہ حسین پھول بصد حسن نظر
مطمئن لوگ جنہیں کچھ نہ قیامت کی خبر
کہ دیکھا ایک کسی کہسار میں گر جا محشر
زلزلے جیسے کہ پھٹکا ریتے خونیں اثر در

گود میں ملائی کوئی طفل حسین ماہ لقا
وہ لگھاتا ہوا لاوا وہ قیامت کی ہوا
کہ اچانک ہوئی ماں بھی ہدف تیر قضا
مضطرب خوف سے حیران کہ یہ طوفان ہے کیا
ماں کے سینے پر گرا چیخ کے اور پھر نہ اٹھا

برہمن سامنے بیٹھا ہے لیے اپنا خدا
ایشور۔ رام مہا دیو لقب ہیں کیا کیا
بس یہی مرکز طاعت یہی معبود اُس کا
دیوتا دیوتا کہتے ہوئے سجدے میں گرا
اور مٹی کا وہ بیکار کھلونا تو بہ

تیرا شاہکار جہاں ہاں تیرا شاہکار بہاں
چشم ظاہر میں یہ ہے خلد نگر خلد کہاں
یہاں مرزا بھی کھٹن زسیت بھی دشوار و گراں
تیرا شاعر کہ ملا جس کو فقط حسن بیاں
سوچتا ہے کہ اگر جائے تو پھر جائے کہاں

(۲)

بغاوت

فضا تھی عرش کی پر کیف پر سکون خموش
سوادِ وادی جنت بھی تھا نشاطِ فروش
ہوا سرود بدامن خوار در آغوش
سمندروں کے تلاطم نہ ساحلوں کا خروش
کچھ ارتعاش جو تھا تو منسی سے توروں کا
بہت تھی نازک و دلکش صدا طیوروں کی

نہ حکمرانوں کے زور و اثر کے چرچے تھے
نہ زلزلوں کے نہ برق و شرر کے چرچے تھے
نہ جنگ و توپ نہ تیغ و تبر کے چرچے تھے
نہ ظلمتوں کے نہ خوف و خطر کے چرچے تھے
نہ وحشتیں تھیں نہ زور بیاں کی گرمی تھی
لبوں پہ لطف و کرم تھا دلوں میں نرمی تھی
دلیس کے نام پہ سوداگری نہ ہوتی تھی
سمن فردش نہ تھے آذری نہ ہوتی تھی

نمایش روش و لبری نہ ہوتی تھی نہ گمراہیوں کی نہ کچھ رہبروں کی باتیں تھیں
نمود عشرت و عشوہ گری نہ ہوتی تھی نہ عاقلوں کی نہ دانشوروں کی باتیں تھیں

یہ وہ مکاں تھا جہاں انبیاء تھے سر بسجود
تھے لمحے خیر سے پُر اور ساعتیں مسعود
پیام جن و ملک لا الہ الا اللہ
دماغ ہوش و عبادت کے کیف سے معمور
تھا ہر مقام محبت کے نور سے معمور
جہین کو سجدوں سے فرصت نہ تھی گھڑی کیلئے
دل و زباں ملائک پہ تھا ثنا و درود
ادا و ناز سے بیگانہ شاہد و مشہود
فلک سے تابہ فلک لا الہ الا اللہ
نشان کبر و ریافتانہ رنگ حسن و غرور
بس ایک عشق کی گرمی تھی ظاہر و مستور
شراب کو شر و تسنیم تھی سبھی کے لیے

نگاہ بارگہ کبریا کی متوالی
دماغ جرات بیجا کے بوجھ سے خال
زباں پہ شکر لبوں پہ نیاز مندی تھی
نظر بلند دلوں میں مقاصد عالی
کوئی غلام نہ آقا نہ حاکم و والی
نہ خود پرستی تھی اُس جانہ خود پسندی تھی

عروج نور شباب سرور تھا ہر سو
بیان عقل تھا ذکریٰ شعور تھا ہر سو
یہ تھی فضا کہ یکایک بلند شور ہوا
قدم قدم پہ بچھا کوہ طور تھا ہر سو
تبسم لبِ غلمان و حور تھا ہر سو
جہان امن میں کرب بلا کا نہ ور ہوا

فرشتے دوڑے کہ یہ عرش پر غضب کیا ہے
سوال کیسا ارادہ ہے کیا طلب کیا ہے
یہ کون لوگ ہیں آخر کہاں سے آئے ہیں
بتوں و ولولہ و جوش کا سبب کیا ہے
غبارِ خاطر غم کیا بیان لب کیا ہے
نکا لو بھیج دو واپس جہاں سے آئے ہیں

پتہ چلا کہ ہے برپا عجب قیامت سی
ملا کے ساتھ یہ کچھ باغبانِ جنت بھی
یہ لوگ اتنے قوی ہیں یہ اتنے غالب ہیں
ہے ایک فوج لڑی ساکنانِ دوزخ کی
حضورِ خالق اکبر پہنچ گئی خود ہی
یہ آسمان پر جمہوریت کے طالب ہیں

(۳)

پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا
پھر ساگ اٹھی وہی چٹکاروں میں زندگی
جس طرح چونکے گراں خوابی سے کوئی آدمی
روح میں جاگی کوئی امید کوئی تازگی
پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا
ہاں وہ ہنگامی کا کنارہ وہ معطر چاندی
جس طرح باد صبا غنچے کے منہ کو چومتی
ہم کناری اور پھر وہ بے خودی سی بے خودی
صبر کا اک امتحان تھا آرزو مالیشِ ضبط کی
پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا
وہ تیری باہوں میں میری حسرتوں کا بیج و تپ
ہائے وہ جوشِ تمنا ہائے وہ جوشِ شباب
وہ تیرے ہونٹوں سے رستی آرزوؤں کی شراب
جسم تیرا ناز کی میں اس طرح جیسے گلاب
پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا
وہ تیری رنگین ساری جس طرح موجِ بہار
وہ محبت کی امنگیں وہ تمنا کا خمار
وہ سرک جانا تیرے سینے سے اُس کا بار بار
وہ جوانی کی پرستش بے خود و بے اختیار
پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا
گرم ہونٹوں کا تصادم جس طرح دو منچلے
سرخیں تارکیوں میں وہ درخشاں قہقہے
جاگریں اک دوسرے پر لڑکھڑاتے جھومتے
ہچکچاتی آرزوئیں کسمساتے دلوں
پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا
وہ تہوں وہ جوش وہ رنگ خودی وہ استہام
وقت تھا خادم تو قسمت کے فرشتے تھے غلام
جیسے قدموں میں نچھاور ساری دنیا کا نظام
خود جوانی سے رہی تھی کچھ جوانی کو پیام
پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا

اور وہ قربت کہ نظروں کا بھی ناممکن گذرے
بے نیاز وقت یکسر بے خیال و بے خطر
بے خودی کی انتہا دیوانگی معراج پر
خوف مستقبل نہ کچھ ماحول کا دل پر اثر

پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا

کیا اگر اک دوسرے سے ہم جدا بھی ہو گئے
ہائے وہ لمحے خار و کیف میں ڈوبے ہوئے
پھر دوبارہ اور بے تابی سے ملنے کیلئے
میرے شانوں پر تیرے گیسوئے برہم جھومتے

پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا

جھوم کر کالی گھٹاؤں کا وہ آنا یاد ہے
چہرہ انور سے زلفوں کا ہٹانا یاد ہے
خوف سے بارش کے پھر سائے میں جانا یاد ہے
مسکراتا وہ تیرا مستی میں گانا یاد ہے

پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا

اور وہ کشتی کہ جیسے راجہ اندر کی پری
اُس میں تو اور ہیں اکیلے بے نیاز زندگی
جار ہی تھی مطمئن ہنگامی کا سینہ چرتی
آہ یہ تھا عشق یہ تھی عشق کی دیوانگی

پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا

ڈرتے ڈرتے آگیا پھر اُس گھر ہی کا بھی خیال
یعنی نجات نارسا کی برہمی کا بھی خیال
آنسوؤں کا ہچکیوں کا بے بسی کا بھی خیال
اُس قیامت اُس فلک کی دشمنی کا بھی خیال

پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا

قسمت برگشتہ نے سامان کچھ ایسے کیے
خشک دریا میں کوئی اک موج جیسے آکرے
یعنی تو اور میں ہمیشہ کو جدا یوں ہو گئے
اور اچانک سینہ دریا کے دو ٹکڑے کرے

پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا

زندگی اپنے لیے مستقل بارگراں
تیرے دم سے تھی کبھی رنگیں ہماری داستاں
لذتیں دنیا کی گویا بن گئی ہیں تلخیاں
اب مزا جینے میں اب وہ لطف مرنے میں کہاں

پھر دل بیتاب کو تیرا خیال آہی گیا

حضرت مولانا حافظ مفتی غلام رسول بن حضرت حق آگاہ مولانا

مفتی شاہ محمد رحیم اللہ قریشی اسدی لہاشمی سروروی لاہوری

آپ حضرت مولانا حکیم مفتی غلام محمد عارف باللہ کے برادرِ اصغر تھے۔ آپ ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اور قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ سلسلہ سرورویہ میں بھی انہی سے بیعت تھے۔

اپنے آبائی محلہ کوٹلی مفتیاں میں رہتے تھے۔ آپ نے ایک مسجد قریب ہی گذر محلہ پر گیلانیاں میں تعمیر کی تھی۔ تمام عمر اسی مسجد میں طلبہ و مریدین کو درس دیتے رہے۔ علوم دینیہ میں فاضل اور فنِ قرأت کے ماہر تھے۔ دنیوی جاہ و حشمت سے نفور۔ مستغنی المزاج اور ظاہری و باطنی خوبیوں میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔

اولاد۔ فرزند (۱) مولوی مفتی غلام محی الدین۔

دختر (۱) ہاجرہ بی بی زوجہ سید احمد شاہ بن غلام محی الدین شاہ مرحوم

۱۔ سید جان محمد حضوری قدس سرہ کی اولادِ امجاد میں سے تھے۔ اس وقت آپ کے پوتے بہادر شاہ خلف سردار شاہ بن احمد شاہ درگاہ کے متولی اور سجادہ نشین ہیں۔ احمد شاہ مرحوم کے دوسرے بھائی حسین شاہ تھے جن کے دو فرزند دلاور شاہ مرحوم اور شاہ عالم تھے۔ دلاور شاہ صاحب نے ۱۹۲۳ء میں وفات پائی۔ راقم الحروف کے بڑے بہنوئی تھے۔ میری ہمیشہ بزرگ خورشید بیگم آپ کے نکاح میں تھیں۔ سید اقبال علی شاہ اور عزیزہ دل افروز زوجہ برکت علی شاہ مرحوم آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ محترم اقبال علی شاہ کے چار فرزند اسلام شاہ۔ نواز علی شاہ۔ عارف علی شاہ اور محسن شاہ اور تین لڑکیاں عزیزہ مسرت۔ کلثوم اور کوثر اولاد میں سے ہیں۔ راقم کی دوسری ہمیشہ سیدہ بیگم (باقی برکت)۔

قطعہ تاریخ وفات :-

گشت در خلد بریں مسند نشین
صاحب دین مفتی شرع متین

چوں غلامی از غلامان رسول
مصرع تاریخ سرور زور تم

مولوی مفتی غلام محی الدین

اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ درس و تدریس کے ساتھ مشوق تجارت بھی رکھتے تھے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔
اولاد :- فرزند (۱) مولوی مفتی غلام حسین

مولوی مفتی غلام حسین

اپنے پدر بزرگوار ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اپنے دادا کی مسجد میں امامت اور درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے۔ ۱۹۱۲ء میں وفات پائی۔
اولاد :- فرزند (۱) مفتی غلام دستگیر۔
(۲) مولوی مفتی غلام غوث
دختر (۱) تاج بیگم۔

دقیقہ ص ۱۶۳، زوجہ غلام حسین قریشی فیروز پوری کی اولاد سے ایک فرزند عزیزم منظور حسین اور ایک دختر تاج بیگم زوجہ علاؤ الدین قریشی ہے۔ یہ دونوں ہمشیرگان میری پہلی والدہ مرحومہ فرخندہ بیگم بنت حضرت مولانا مفتی غلام سرور مرحوم کے بطن سے تھیں۔

مفتی غلام دستگیر

مولوی مفتی غلام یسین کے فرزند اکبر ہیں۔ ایک وکیل کے منشی ہیں۔ لاہور ہی میں قیام رکھتے ہیں۔ کوئی اولاد نہیں ہے۔

مولوی مفتی غلام غوث

مولوی مفتی غلام یسین کے فرزند دوم ہیں۔ اپنے جد امجد کی مسجد میں فرائض امامت سرانجام دیتے ہیں۔ اپنے دادا مغفور کی طرح شوق تجارت بھی رکھتے ہیں۔ ایک فرزند محمود محی الدین اور ایک دختر عزیزہ حمیدہ بیگم اولاد سے ہیں۔

لے زوہ نواز شہ علی شاہ خلف سید بزرگ شاہ مرحوم ساکن بیرون بھائی دروازہ لاہور عزیزہ کے چار فرزند الطاف حسین ارشاد حسین۔ افتخار حسین۔ ایاس علی اور تین لڑکیاں ایازہ عالمہ۔ یاسمین اور بیٹی اولاد سے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی صدر الدین قریشی اسدی الهاشمی سہروردی لاہوری

حضرت مولانا حکیم مفتی غلام محمد عارف باللہ کے خواہر زادہ اور داماد تھے۔ حضرت کی دختر دوم فاطمہ بی بی آپ کے نکاح میں تھیں۔ والد کا سایہ اوائل عمر ہی سے سر سے اٹھ گیا تھا۔ آپ ہی نے پرورش کیا۔ اور تعلیم و تربیت دی۔ جامع مسجد بلوچاں جو آپ کی تولیت میں تھی۔ اُس کی امامت و خطابت مع حقوق تولیت ان کو تفویض کی۔ اور مرنگ کی حویلی سکونت کے لیے دی۔ چنانچہ تاجین حیات آپ ان فرائض کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ اور ساتھ ساتھ اپنے آبائی سلسلہ سہروردیہ کی تلقین بھی جاری رکھی

۱۔ بن مولانا مفتی احمد بخش بن مولانا مفتی حافظ محمدی بن حضرت مولانا حافظ حکیم مفتی رحمت اللہ بن حضرت مولانا خواجہ مفتی محمد ایوب قدس سرہ المتوفی ۱۳۵۵ھ بن مولانا حافظ مفتی محمد تقی بن مولانا حافظ مفتی محمد تقی بن حضرت مولانا مفتی شیخ کمال الدین خورد قدس سرہ المتوفی ۱۲۹۵ھ از اولاد امجاد شیخ الاسلام مخدوم بہار الدین زکریا ملتانی قریشی اسدی الهاشمی سہروردی قدس سرہ۔

۲۔ حضرت جد امجد مولانا حکیم مفتی غلام محمد قدس سرہ کی دختر بزرگ زینب النساء بیگم۔ حسن علی بن لطف علی قریشی ہاشمی ساکن اندرون موچی دروازہ لاہور کے نکاح میں تھیں۔ دو فرزند ڈاکٹر سید علی الفت اور برکت علی اور سبیر اولاد سے تھے۔ ڈاکٹر سید علی الفت کا لڑکا اوائل عمر ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ اور سوائے اس لڑکے کے ان کی اور کوئی اولاد نہ تھی۔ برکت علی اور سبیر کا ایک لڑکا امانت علی تھا۔ جو پہلے لاہور میں حکمہ تعمیرات میں ڈرافٹسمن تھا پھر بہ سلسلہ ملازمت ہندوستان چلا گیا۔ اور تمام عمر وہیں بسر کی۔ ۱۹۴۲ء میں بمقام گونا و نات پائی۔ ایک لڑکا اور تین لڑکیاں اولاد میں سے ہیں۔ اب ان کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔

چنانچہ درس قرآن و حدیث وقفہ کے ساتھ ارشاد و ہدایت کا بھی سلسلہ تھا۔ طلبہ و مریدین پر پوری توجہ دیتے تھے۔ اس سلسلے میں بھی اپنے خسر محترم کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور ان سے باقاعدہ اجازت درس و تلقین حاصل کی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی اولاد ان فرائض سے پوری طرح عہدہ برآ نہ ہو سکی۔ چنانچہ نتیجہ کے طور پر حویلی اولاد میں تقسیم ہو گئی۔ اور مسجد کا انتظام و انصرام اہل محلہ نے اپنے ذمے لیا۔ سنہ ۱۳۷۴ھ میں وفات پائی۔

اولاد۔ فرزند (۱) مفتی فخر الدین۔

(۲) مفتی رفیع الدین۔

(۳) مفتی امین الدین۔

اپنے بعد اولاد یادگار چھوڑی۔

مفتی فخر الدین

مولانا مفتی صدر الدین کے فرزند اکبر تھے۔ تمام عمر مرنگ ہی میں سکونت پذیر رہے۔ جلد سازی کا کام کرتے تھے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

اولاد۔ فرزند مفتی شمس الدین۔

(۲) مفتی علاؤ الدین۔

مفتی شمس الدین

مفتی فخر الدین کے فرزند اکبر تھے۔ ریوے میں ملازم تھے۔ تمام عمر مرنگ ہی میں رہے۔ برادر م نہایت ہی مخلص اور خلیق و انیس تھے۔ سنہ ۱۹۵۲ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ آپ کے برادر اصغر مفتی علاؤ الدین تاحال بقید حیات ہیں۔

اولاد۔ فرزند (۱) مفتی نذیر احمد۔

(۲) مفتی بشیر احمد۔

(۳) مفتی شبیر احمد۔

دختر (۱) اقبال بیگم۔ زوجہ سید مہر علی شاہ خلف عنایت شاہ مرحوم۔

(۲) رضیہ بیگم (عالم جوانی میں وفات پائی)

مفتی نذیر احمد

مفتی شمس الدین مرحوم کے فرزند اکبر ہیں۔ آج کل محکمہ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ سندھ میں میکنیکل ایس۔ ڈی اور ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں فنی تربیت کے لیے انگلستان بھی گئے کچھ عرصہ یہ سلسلہ ملازمت کویت بھی رہے۔ عزیزم اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ میں اپنی نظیر آپ ہیں۔

اولاد۔ فرزند (۱) ڈاکٹر مفتی اختر نذیر۔ ایل ایس ایم ایف

(۲) مفتی ساجد نذیر۔

(۳) مفتی خالد نذیر۔

دختر (۱) عزیزہ بشری زوجہ عارف علی شاہ۔

(۲) عزیزہ عذرا۔

(۳) عزیزہ زہرا ہدہ

عزیزہ ڈاکٹر مفتی اختر نذیر ایل ایس ایم ایف گورنمنٹ مہروس میں ہے۔ ساجد و خالد اور عذرا و زہرا ہدہ زیر تعلیم ہیں۔

مفتی بشیر احمد

مفتی شمس الدین مرحوم کے فرزند دوم ہیں۔ ہمہ صفت موصوف ہیں۔ بڑے مخلص

اور ملتسار ہیں۔ ریوے ورکس شاپ میں ملازم ہیں۔

اولاد۔ فرزند (۱) مفتی زہد بشیر۔

(۲) مفتی شاہد بشیر۔

دختر (۱) عزیزہ شاہدہ

(۲) عزیزہ طاہرہ۔ سب زیر تعلیم ہیں۔

مفتی شبیر احمد

مفتی شمس الدین مغفور کے فرزند سوم ہیں۔ صالح نوجوان ہیں۔ الکرٹیشن ہیں۔ ہنوز ناکتھا ہیں۔

مفتی رفیع الدین

حضرت مولانا مفتی صدر الدین مرحوم کے فرزند دوم تھے۔ گورنمنٹ پریس میں ملازم تھے۔ تمام عمر مرنگ ہی میں اقامت گزیر رہے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔
اولاد۔ فرزند (۱) مفتی وزیر علی (عین عالم جوانی میں لا ولد وفات پائی)
(۲) امیر بیگم زوجہ مفتی شمس الدین خلف مفتی فخر الدین مرحوم۔
(۳) وزیر بیگم زوجہ ضامن علی شاہ مرحوم۔

مفتی ابن الدین

حضرت مولانا مفتی صدر الدین کے فرزند سوم تھے۔ گورنمنٹ پریس میں ملازم تھے۔ سکونت مرنگ ہی میں تھی۔ ان کا ایک فرزند مفتی محمد شفیع مع اہل و عیال اندرون بھٹائی دروازہ میں مقیم ہے۔
برادر کے پانچ فرزند خالد سعید، عبدالعزیز، محمد افضل، محمد اقبال اور دولہاکیاں عزیزہ فردوس زوجہ افتخار علی شاہ و عزیزہ بلقیس اولاد میں سے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ
لِتَعَارَفُوا ط إِنَّ الْأَكْرَمَ لَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ط

ترجمہ۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہاری ذاتیں گوتیں بنائیں
تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک اسی کی عزت ہے جو متقی ہے۔ اللہ علیم و خبیر ہے (الحجرات پارہ ۲)

(شجرہ نسب)

عبدالمناف

ہاشم

اسد

حضرت ہبیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر عبدالرحمان

امیر عبدالرحیم

امیر تاج الدین المطرف

امیر حازم

امیر خدیجہ

امیر مطرف

امیر حسین

سلطان عبداللہ

سلطان حسین

سلطان شمس الدین

سلطان علی قاضی

سلطان جلال الدین

سلطان کمال الدین شاہ ابی بکر

حضرت شیخ وجیہ الدین محمد غوث المتوفی سنہ ۵۵۹ھ (معدن نوٹ)

(۱) حضرت غوث العالمین شیخ الاسلام ابو محمد مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی قریشی
اسدی الماشمی سہروردی قدس سرہ العزیزہ - ولادت ۵۷۸ھ - وفات ۶۶۶ھ - بہار
سلطان غیاث الدین بلبن -

(۲) حضرت مخدوم شیخ شہاب الدین محمد نور رحمۃ اللہ علیہ

(۳) مخدوم شیخ قطب الدین

(۴) مخدوم شیخ جمعون

(۵) مخدوم شیخ فیض اللہ

(۶) مخدوم شیخ ہدایت اللہ

(۷) مخدوم شیخ صالح

(۸) حضرت مخدوم مولانا شیخ محمد معروف بہ میاں وڈا مفتی و مدرس لاہور المتوفی ۸۹۱ھ

(۹) حضرت مولانا مخدوم مفتی شیخ کمال الدین مفتی و مدرس لاہور المتوفی ۹۲۸ھ - فیاض
شہ شریع احمد

(۱۰) مولانا مفتی عبدالصمد

(۱۱) مولانا مفتی عنایت اللہ

(۱۲) مولانا قاضی مفتی محمد طاہر

(۱۳) حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی عبدالسلام مفتی و مدرس لاہور المتوفی ۱۰۳۱ھ - شمس المتقین

(۱۴) مولانا مفتی محمد محمود

(۱۵) مولانا مفتی برہان الدین

(۱۶) مولانا مفتی عتیق اللہ

(۱۷) مولانا مفتی عبدالسمیع

(۱۸) حضرت مولانا مفتی شیخ کمال الدین خور و المتوفی ۱۰۹۰ھ - "داعظم" ۱۱۰۰ھ

(۱۹) مولانا حافظ مفتی محمد تقی المتوفی ۱۱۳۱ھ (مفتی الشریع)

(۲۰) مولانا حافظ مفتی محمد تقی المتوفی ۱۱۴۶ھ - سن عالم تاب

(۲۱) حضرت مولانا خواجہ مفتی محمد ایوب قدس سرہ المتوفی ۱۱۵۵ھ و مبتاب، ثبت

(۲۲) حضرت علامہ حافظ حکیم مفتی رحمت اللہ المتوفی ۱۹۰۰ھ (مخزن الاسرار)

(۲۳) حضرت مولانا حق آگاہ مفتی شاہ محمد رحیم اللہ المتوفی ۱۲۵۰ھ (تاج التبیان بحال)

(۲۴) حضرت عارف باللہ مولانا حکیم مفتی غلام محمد المتوفی ۱۲۷۶ھ (خورشید دین محمد)

(۲۵) حضرت مولانا حافظ مفتی غلام احمد رحمۃ اللہ

(۲۶) حضرت مولانا حاجی حکیم مفتی غلام سرور رحم

(۲۷) حضرت مولانا مفتی سید محمد رحمت اللہ علیہ المتوفی ۱۲۸۰ھ (روح مسافر مسافر)

مفتی محمد چراغ دین روشن ولادت ۱۲۴۸ھ وفات ۱۳۵۰ھ
چراغ دین ۱۹۳۰ھ

مولوی حاجی مفتی جلال الدین
المتوفی ۱۳۶۰ھ
۱۹۴۰ھ

حکیم مفتی محمود عالم

مفتی محبوب عالم
المتوفی ۱۹۴۲ھ
(بمقام سیشل مشرقی افریقہ)

حکیم مفتی نیر محمود مفتی مظہر محمود مفتی اظہر محمود

اولاد حضرت مولانا حافظ حکیم مفتی غلام احمد رحمت اللہ علیہ المتوفی الشہداء زمانہ حافظ کلام اللہ

خلف دوم حضرت عارف بانہ مولانا حکیم مفتی غلام محمد درتیشی اسدی الہامی سروردی لاہوری
مولانا حافظ حکیم مفتی غلام احمد

مولانا مفتی مظفر الدین المتوفی ۱۹۱۹ء

مولانا حکیم مفتی صبح الدین المتوفی ۱۹۱۵ء

مفتی محمد بشیر مولوی مفتی غلام محمد المتوفی ۱۹۱۹ء

مفتی سید جلال مفتی سید لطیف

مفتی محمد افتخار الدین و خیر عزیزی اختر ریوندی و اکبر ریاض علی ایم بی ایچ ڈی

مفتی سید جمال سید جمال سید جمال سید جمال سید جمال

مفتی غلام زین العابدین المتوفی ۱۹۱۹ء

مولوی مفتی لایع الدین

مفتی فہیم الدین و سید الدین مفتی سید الدین مفتی نجم الدین مفتی ظہیر الدین مفتی نصیر الدین

مفتی معین الدین

مفتی محمد السبع

مفتی محمد تقی

مفتی محمد البکر

مفتی انیس الدین

مفتی البکر

مفتی عام عزیز مفتی عثمان عثمان مفتی عثمان عثمان

مفتی عام عزیز مفتی طاهر عزیز

اولاد

(۷۷) حضرت مولانا حاجی حکیم مفتی غلام سرور قدس سرہ العزیز المتوفی ۱۳۰۷ھ شمس علم عاشق رسول
 غلام سرور صدر جہاں
 خلف سوم حضرت عارف باللہ مولانا حکیم مفتی غلام محمد قدس سرہ -

قریشی اسدی الہاشمی سرور دی لاہوری

مولانا مفتی غلام سرور

مفتی غلام سرور رفوتانی وکیل المتوفی ۱۹۲۳ء

مفتی محمد والا گوہر شادانی

مفتی غلام جعفر لالہ

مفتی محمد مسعود

مفتی ظہیر الحسن

مفتی اختر محمود
 مفتی شاہد مفتی حامد مفتی طاہر

اولاد

حضرت مولانا حافظ مفتی غلام رسول خلف حضرت مولانا مفتی شاہ محمد رحیم اللہ حق آگاہ قدس سرہ

المتوفی ۱۲۸۷ھ (صاحب دین مفتی شرع مبین)

قریشی اسدی الہاشمی سرور دی لاہوری

مولانا مفتی غلام رسول درادر اصغر حضرت عارف باللہ مولانا حکیم مفتی

(غلام محمد قدس سرہ)

مولوی مفتی غلام محی الدین

مولوی مفتی غلام حسین المتوفی ۱۹۱۲ء

مولوی مفتی غلام غوث

مفتی غلام دستگیر

مفتی محمود محی الدین

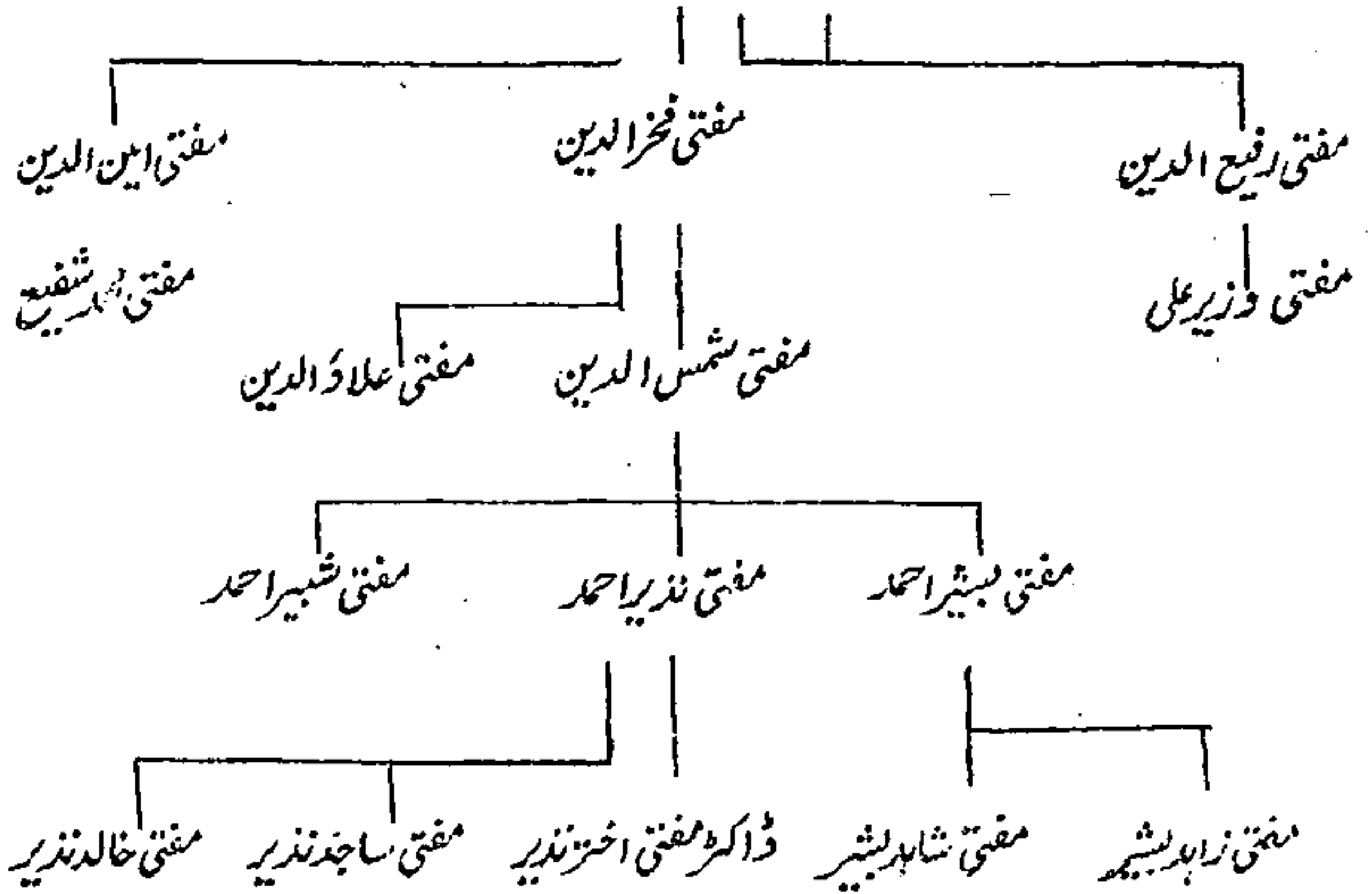
اولاد

حضرت مولانا مفتی صدر الدین المتوفی ۱۳۱۷ھ خلف مولانا مفتی احمد بخش بن
مولانا حافظ مفتی محمدی بن حضرت مولانا حافظ حکیم مفتی رحمت اللہ قدس سرہ
المتوفی ۱۲۹۷ھ (مخزن الاسرار)

قریشی اسدی الباشمی سروردی لاہوری

رحالات کے لیے صفحہ ۱۶۶ دیکھئے

مولانا مفتی صدر الدین



ہاشمیہ دواخانہ

سے

ہر قسم کے مشروبات - عرقیات - معاجین - جوارشات

خمیرہ جات - مستند و مجرب کشتہ جات - بازار سے

نسبتاً ارزاں خریدیئے - نیر دواخانہ کی اپنی تیار کردہ

سریع التأثير مجرب و آزمودہ ادویہ حاصل کیجئے مشورہ

اور فہرست ادویہ ۵ پیسے کے ٹکٹ بھیج کر مفت

حاصل کیجئے۔

حکیم نیر محمود ہاشمی - ہاشمیہ دواخانہ - اکبر روڈ - کاجھوپورہ

لاہور

تحفۃ
 رد شہری - سید
 رد بنوری - کدور
 لاہوری - لاہور
 دہلی - دہلی

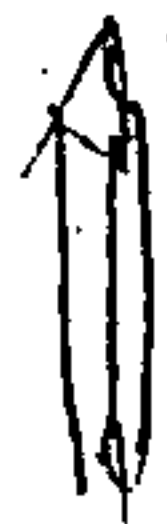
ذکرِ جیس

430

کتاب

اولادِ امجاد حضرت مخدوم شیخ شہاب الدین محمد نور علیہ

۱۱۱



خلفہ

حضرت غوث العالمین شیخ الاسلام مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی

قریشی اسدی الباقشی شہر وادی قدس برہ

تولفت و مرتبہ

مفتی محمود عالم ہاشمی